معاون درسی کتاب

جدید تاریخ

نویں جماعت کے لیے

ڈاکٹر کلیم اللہ

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی

معاون درسی کتاب

جدید تاریخ

نویں جماعت کے لیے

مصنف

ڈاکٹر کلیم اللہ

مدیر

مصطفےٰ ندیم خاں غوری

ایم۔اے،بی۔ایڈ،ایل۔ایل۔ایم

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر آنند راج ورما

پی ایچ۔ڈی

قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل

حکومت ہند

ویسٹ بلاک-۱، آر-کے-پورم، نئی دہلی-110066

بہ اہتمام

شاخ جنوبی ہند، حیدرآباد

Associate Text Book

History (Jadeed Tarikh)

For IX Std.

By Dr. Kaleem Ullah

© قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، نئی دہلی

سنہ اشاعت : جنوری۔مارچ 2003 شک 1924

پہلا اڈیشن : 1100

سلسلۂ مطبوعات : 1090

قیمت : -/89

کمپوزنگ : الاکرم گرافکس فون 040-56552456

16-1-14/4 سعید آباد، حیدرآباد۔59

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان

ویسٹ بلاک-۱، آر-کے-پورم، نئی دہلی-110066

طابع : فہمی کمپیوٹرس اینڈ پرنٹرس، دین دنیا ہاؤس، جامع مسجد، دہلی۔٦ فون نمبر 23280644

پیش لفظ

نصابی کتابیں وقت پر فراہم کرنے کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ہمارے یہاں معاون نصابی مواد کی کمی ہے۔ فروغ اردو کے لئے اردو زبان وادب اور اردو ذریعۂ تعلیم کو باہم مربوط کرنے کے لئے نصابی اور معاون نصابی کتابوں کا ابتدائی سے اعلیٰ جماعتوں تک مناسب قیمت اور وقت پر دستیاب ہونا اشد ضروری ہے۔ قومی اردو کونسل نے منصوبہ بند طریقے سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی پیہم کوشش کی ہے۔

معاون درسی کتب کی تیاری کا مقصد طلبہ کو ایسا مواد فراہم کرنا ہے جو نہ صرف ان کے شوقِ مطالعہ اور تجسس کی تسکین کا باعث ہو بلکہ نصابی مواد کی تفہیم اور مقابلہ جاتی امتحانوں کی تیاری میں بھی معاون ثابت ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے دو حصوں پر مبنی ایک مبسوط منصوبہ تیار کیا گیا۔ ایک حصے کے تحت آٹھویں سے دسویں جماعت تک طبیعیات، کیمیا، نباتیات، حیوانیات، اور جدید ریاضی کی کتابیں تیار کی گئیں۔ منصوبے میں شامل مضامین کے لئے ایک ایسا جامع نصاب تیار کیا گیا ہے جس میں بشمول سی. بی. ایس. ای. (CBSE) اور آئی. سی. ایس. ای. (ICSE) ملک کے ہر صوبے کے متعلقہ نصاب کو ملحوظ رکھا گیا تا کہ یہ کتابیں تمام ملک میں یکساں طور پر مفید ہوں اور طلبہ کو ان میں کسی قسم کی تشنگی محسوس نہ ہو۔ نیز یہ احساس ہو کہ ان کتابوں میں نہ صرف ان کے نصاب کا پورا احاطہ کیا گیا ہے بلکہ دیگر کارآمد معلومات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ان کے مطالعے سے طلبہ کو آئندہ جماعتوں کے مشکل اور پیچیدہ اسباق سمجھنے میں بھی آسانی ہو۔ دوسرے حصے میں سماجی علوم جیسے تاریخ، جغرافیہ، علم شہریت، معاشیات اور کامرس کی کتابیں شامل ہیں۔ مذکورہ کتابوں کی تیاری کے لئے متعلقہ مضامین کے ماہرین پر مشتمل دو پینل تشکیل دیے گئے۔ یہ کام ڈاکٹر آنند راج ورما کی ادارت میں کونسل کی جنوبی ہند کی شاخ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ہمیں توقع ہے کہ یہ کتابیں اساتذہ اور طلبہ کے لئے یکساں طور پر مفید ثابت ہوں گی۔ یہ کتابیں اردو ذریعۂ تعلیم کی کڑیوں کو نہ صرف تسلسل عطا کریں گی بلکہ اسے زیادہ مفید اور موثر بنانے میں بھی مفید ثابت ہوں گی۔ زیر نظر کتاب اسی منصوبے کے تحت شائع کی گئی ہے۔ اسے بہتر سے بہتر بنانے میں ہر مثبت تجویز کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

ڈائرکٹر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

فہرستِ اسباق

صفحہ نمبر	عنوان		
1-20	ماقبل تاریخ دور	1	سبق
21-36	کانسے کے دور کی تہذیب	2	سبق
37-55	لوہے کے دور کی ابتدائی تہذیبیں	3	سبق
56-73	دیگر عالمی تہذیبیں	4	سبق
74-86	یہودی اور عیسائی تہذیبیں	5	سبق
87-96	دورِ وسطٰی کی عرب دُنیا	6	سبق
97-109	خلافت امیہ و عباسیہ	7	سبق
110-125	ہندوستان عہدِ وسطٰی میں	8	سبق
126-136	عہدِ وسطٰی میں جنوبی ہند کی ریاستیں	9	سبق
137-158	سلطنتِ مغلیہ 1526ء تا 1857ء	10	سبق
159-173	بھکتی کی تحریک اور تصوف	11	سبق
174-186	سکھوں اور مراٹھوں کا عروج	12	سبق
187-197	دورِ وسطٰی میں چین اور جاپان	13	سبق
198-206	دورِ وسطٰی کا یورپ	14	سبق
207-225	دورِ جدید کی ابتداء	15	سبق
226-246	سرمایہ داریت اور صنعتی انقلاب	16	سبق

1

سبق 1 ماقبل تاریخ دور

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 ماقبل تاریخ دور

3.2 آثار قدیمہ

3.3 علم الانسان

3.4 کرہ ارض پر حیات کا ارتقاء

3.5 ذی روح مخلوق

3.6 انسانوں کے ارتقائی مدارج

3.6.1 آسٹرولو پتھکس

3.6.2 رماپتھکس

3.6.3 آسٹرو پتھکس

3.6.4 آسٹرو پتھکس رابس ٹس

3.6.5 ہومو ایرک ٹس

3.6.6 نیان ڈیتھرال آدمی

3.6.7 ہوموسا پینس

3.7 اوزار

3.7.1 پتھر کا قدیم دور

3.7.2 پتھر کا وسطی دور

3.7.3 پتھر کا آخری دور

3.8 پتھر کا قدیم دور

3.9 پتھر کا وسطی دور

3.10 پتھر کا آخری دور

3.11 معاشی زندگی

3.12 ماقبل تاریخ کا ورثہ

3.12.1 سماجی زندگی

3.12.2 مذہبی عقائد

3.12.3 سیاسی زندگی

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم ماقبل تاریخ دور کے بارے میں حسب ذیل معلومات حاصل کریں گے:

☆ آثار قدیمہ

☆ علم الانسان

☆ کرہ ارض پر حیات کا ارتقاء

☆ ذی روح مخلوق

☆ انسانوں کے ارتقاء مدارج

☆ پتھر کے دور کے اوزار

☆ قدیم پتھر کا دور

☆ پتھر کا آخری دور

☆ معاشی، سماجی و سیاسی زندگی

☆ ماقبل تاریخ کا ورثہ

☆ مذہبی عقائد

2 تمہید

جس دور کا کوئی تحریری ثبوت موجود نہ ہو ہم اس کو "ماقبل تاریخ دور" کہتے ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ اور ماہرین علم الانسان نے مختلف مقامات پر ہوئی کھدوائیوں میں برآمد شدہ رکازوں، پتھرائے ہوئے جانداروں انسانی ڈھانچوں، کھوپڑیوں، دانتوں، ہڈیوں پر ریڈیائی کاربن امتحانات و دیگر مشاہدوں کے ذریعہ تاریخ مرتب کرتے ہوئے یہ بھی اندازہ لگالیا کہ یہ باقیات کتنے ہزار سال قدیم ہیں۔ باور کیا جاتا ہے کہ کرہ ارض پر حیات ایک خلیے کی شکل میں تشکیل پائی۔ پھر پھیلتے ہوئے انواع و اقسام کی شکلیں وجود میں آئیں۔ ذی روح مخلوق ماہرین کی رائے میں کرہ ارض پر تقریباً چھ کروڑ برس قبل وجود میں آئی پھر فلا کرہ کا ظہور ہوا جس سے نباتات اور حیوانات وجود میں آئے، یہ کائنات کا آغاز تھا۔ اس کے بعد ایسی مخلوق پیدا ہونے لگیں جن میں بتدریج عصبی نظام اور دماغ ظہور پذیر ہونے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سب سے پہلے آبی مخلوق کی تخلیق ہوئی۔ اور سب سے آخر میں انسان کا وجود ہوا۔ ماہرین آثار قدیمہ کی تحقیقات کی روشنی میں انسانی ارتقاء کے پانچ مدارج قرار دیے گئے اور ماہرین علم الانسان کی رائے میں ہوموسا پینس سے انسان کی ابتدء ہوئی اور جو اس کے آباء و اجداد بھی ہیں۔ آج سے تیس ہزار سال قبل ان کا وجود جنوبی فرانس، روم اور اسپین میں ہوا۔ دیگر انواع کی بہ نسبت ہوموسا پینس نے دماغ کا استعمال شروع کیا اور پتھر سے اوزاروں اور ہتھیاروں کی تیاری کی۔ اس طویل زمانہ کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی پتھر کا قدیم دور، پتھر کا وسطی دور اور پتھر کا آخری دور۔

3 سبق کا متن

3.1 ماقبل تاریخ دور

ماہرین ارضیات کی رائے میں ہمارا کرۂ ارض (زمین) آج سے تقریباً ایک ہزار پچاس لاکھ برس قبل وجود میں آیا ہے اور تیس لاکھ سال پہلے انسان نما مخلوق اس پر ظہور پذیر ہو کر ساری دنیا میں پھیل گئی۔

ہماری تاریخ کا آغاز اس زمانے یا وہاں سے ہوتا ہے جب کہ ابتدائی انسان نے اپنے پیچھے اپنی کچھ نشانیاں اور باقیات اپنے وجود کے ثبوت کے طور پر چھوڑی ہوں۔ مثلاً انسانی ڈھانچے، اوزار، ہتھیار، رہنے کی جگہیں جیسے غار وغیرہ۔ اس کے علاوہ اس دور کے پتھرائے ہوئے جاندار یعنی باقیات (FOSSILS) وغیرہ۔ جس دور کا کوئی تحریری ثبوت دستیاب نہ ہو لیکن آثار قدیمہ کے شواہد سے اس دور کی معلومات حاصل ہوتی ہوں۔ اس کو ہم "ماقبل تاریخ دور" کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر تحریری ثبوت کی مدد سے تاریخ ترتیب دینے کے عمل میں مورخین کو کئی بار قیاس آرائی سے کام لینا پڑتا ہے۔ ایسا دور جس کے تاریخی ثبوت ناکافی، غیر واضح ہوں اور جس میں قیاس آرائی سے کام لینا ضروری ہو جائے وہ دور "ماقبل تاریخ دور" کہلاتا ہے۔

ماہرین آثار قدیمہ کی رائے میں بنی نوع انسان کو اپنے ارتقائی مدارج طے کرنے میں تقریباً دس ہزار سال کا عرصہ درکار ہوا۔ انسان درختوں کی چھاؤں اور پہاڑوں کے غاروں میں بارش، سردی، گرمی اور جنگلی جانوروں سے محفوظ رہنے کے لیے پناہ لیتا تھا۔ ابتداء میں انسان کھیتی باڑی سے قطعی ناواقف تھا۔ دریا سے مچھلیاں، جنگلی جانوروں اور جنگل کی خودرو ساگ پات کو بغیر پکائے کھا لیتا تھا۔ جانوروں کی کھال اور ڈھاک کے پتوں سے بدن ڈھانکنے کا خیال اُسے بعد میں آیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات بھی بڑھتی گئیں۔ جن کی تکمیل کے لیے وہ مختلف طریقے سوچنے لگا۔ اس طرح اس کے رہن سہن میں کچھ تبدیلیاں آئیں جس میں آرام کا عنصر بھی شامل تھا۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اجتماعی زندگی کی اہمیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ مل جل کر رہنے لگے تو ایک دوسرے کی کوتاہیوں اور خامیوں کا احساس بھی ہونا لازمی امر ہے۔ جن کی اصلاح کے لے اجتماعی کوشش کی گئی ہوں گی۔ اس طرح خوش حال زندگی بسر کرنے کے لیے مختلف ادوار میں مختلف طریقے و ذرائع تلاش کیے گئے۔

ماقبل تاریخ ایک تاریک دور تھا۔ اس پر روشنی ڈالنے کے لیے مورخین نے "علم آثار قدیمہ" اور "علم الانسان" جیسی سائنس سے فائدہ اُٹھایا ہے، آثار قدیمہ ماضی بعید کی سائنسی مطالعہ کا دوسرا نام ہے جب کہ "علم الانسان" کے ذریعہ انسانی بناوٹ، جسامت وغیرہ کے بارے میں معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ ہم یہاں دونوں ہی علوم کی تشریح کریں گے۔

3.2 آثار قدیمہ

انسان روز ازل سے ہی دریاؤں کے کنارے گھنے جنگلوں میں بود و باش اختیار کیا ہوا تھا۔ جس کا مقصد یقیناً پانی کا حصول اور شکار میں آسانی تھا۔ اسی طرح وہ زندگی گزارتا گیا۔ تغیرات ارضی کی وجہ سے ابتدائی انسان کی بسائی ہوئی آبادیاں اور بستیاں زیر زمین ہو گئیں اور قدیم تہذیب بھی صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔ یوں ہی زمانہ گزرتا گیا اور ہزاروں سال بیت گئے۔ اس دوران کبھی کبھار اتفاقاً کسی

کوکوئی قدیم چیز جیسے اوزار، ہتھیار وغیرہ نظر آجائے تو ایسی جگہوں پر کھدوائیاں کی گئیں تو ہزاروں برس پہلے لوگوں کی استعمال شدہ اشیاء، اوزار، برتن اور دیگر عمارتیں کھنڈرات کی شکل میں دستیاب ہوئیں جو حوادثات زمانہ سے زمین دوز ہوگئی تھیں۔ جب ایک جگہ سے کوئی آثار قدیم برآمد ہوتا ہے تو انسانی جستجو میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کی تشنگی بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ ماہرین آثار قدیمہ نے مختلف ادوار میں عالمی سطح پر آثار قدیمہ کی تلاش میں کھدوائیاں کیں جن میں سے اکثر کھدوائیاں دنیا کی مشہور ومعروف دریاؤں کے کناروں پر کی گئیں تھیں، جہاں پر قدیم تہذیبی آثار کے برآمد ہونے کی توقع تھی۔ جن میں دریائے دجلہ وفرات، دریائے نیل، دریائے سندھ، دریائے ہوانگ ہو وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کھدوائیوں میں بہت ساری قدیم تہذیبی نشانیاں جیسے اوزار، ہتھیار، برتن، زیورات، مہریں وغیرہ جیسی نادر اشیاء برآمد ہوئیں۔ یہ سب اشیاء نوادرات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان قیمتی و نادر اشیاء کے بغور مطالعہ سے ماہرین نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ہزاروں سال قدیم تہذیب، تمدن، رہن سہن، طرز زندگی کیسی تھی۔ جس پر برسہابرس سے راز کے پردے پڑے ہوئے تھے۔

ہندوستان میں دریائے سندھ کے کنارے ہڑپہ موہنجوداڑو، عراق میں دریائے فرات کے کنارے مسوپوٹیمیاں، مصر میں دریائے نیل کے کنارے اہرام مصر اور چین میں دریائے ہوانگ ہو کے کنارے کھدوائیوں کے درمیان ہزاروں سال پہلے کی بیش بہا تاریخی معلومات حاصل ہوئیں۔

ممتاز ماہر آثار قدیمہ ''جان مارشل'' (John Marshall) نے ہڑپہ اور موہنجوداڑوں کے مقام پر کھدوائیاں کروائیں تھیں اور پانچ ہزار سالہ قدیم تہذیب کا انکشاف کیا کہ اس زمانے کے لوگ کس طرح کے اوزار، ہتھیار، برتن آلات وغیرہ استعمال کیا کرتے تھے اور یہ کہ ان لوگوں کا رہن سہن، طرز زندگی اور مکانات کس طرح کے ہوا کرتے تھے۔ اُن کے ظروف (برتن) کی وضع قطع کے علاوہ اُس زمانے کی خواتین کے زیورات سے اُس دور کی تہذیب و تمدن کا پتہ چلتا ہے۔ ہڑپہ، موہنجوداڑو، مصر، چین وغیرہ کی تہذیبیں معاصرانہ ہیں۔

ہماری ریاست آندھراپردیش میں بھی دریائے کرشنا کے کنارے ناگرجونا کنڈہ کے مقام پر جو کھدوائیاں ہوئیں۔ اس میں تیسری صدی قبل مسیح میں اشوک اعظم کے دور کی تہذیب کا انکشاف ہوتا ہے۔ یہ کھدوائیاں ناگرجونا ساگر ڈیم کی تعمیر کے سلسلے میں کی گئی تھیں۔ جس کے دوران برتن، زیورات اور گوتم بدھ کے مجسمے بھی برآمد ہوئے۔ ماہرین آثار قدیمہ نے ان اشیاء کے مطالعے اور مختلف تجربات کے بعد بتایا کہ ''ناگرجونا'' نامی ایک بڑے عالم نے کشمیر سے پیدل سفر کرتے ہوئے جنوبی ہندوستان میں دریائے کرشنا کے کنارے پہنچ کر یہاں قیام کیا۔ ''ناگ ارجن'' (ناگرجونا) کو ایک چلتی پھرتی جامعہ تصور کیا جاتا تھا۔ اُنھوں دریائے کرشنا کے کنارے اپنی تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ دوردور سے طالب علم یہاں آیا کرتے تھے اور ناگ ارجن جیسے عالم سے فیض حاصل کرتے تھے۔

علم آثار قدیمہ کی مدد سے زمانہ قدیم کے حالات پر روشنی پڑتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ موجودہ دور کے لوگوں کو اس کے ذریعہ اس زمانے کی تہذیب وتمدن سے روشناس کروایا جاتا ہے۔ انہی آثار قدیمہ کے مطالعہ سے ہزاروں سال قبل کی تاریخ مرتب کرنے میں مدد

ملتی ہے۔ ہڑپہ موہنجوداڑو میں کی گئی کھدوائیوں میں برآمد اوزار، برتن، ہتھیار اور مکانات وغیرہ کے کھنڈرات سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ فن تعمیرات، فنون لطیفہ وغیرہ سے بخوبی واقف تھے۔ یہ مکانات نہایت منصوبہ بند طریقے پر تعمیر کیے گئے تھے۔ اُن کی بستیوں میں نظام بدرو، سڑکوں، ذرائع آب رسانی، روشنی وغیرہ کا معقول انتظام تھا۔

3.3 علم الانسان

علم الانسان وہ علم ہے۔ جس کے ذریعہ زمانے قدیم کے حالات، انسانی جسامت وغیرہ کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں اور انہی معلومات کی بنیاد پر اُس دور کی تاریخ مرتب کی جاتی ہے۔ مختلف ادوار میں دنیا کے مختلف ممالک مثلاً عراق، مصر، چین اور ہندوستان میں بڑی بڑی دریاؤں کے کناروں پر جب کھدوائیاں کی گئیں تو وہاں سے انسانی زندگی کی اشیائے ضرور یہ کے علاوہ انسانی ڈھانچے، کھوپڑیاں، ہڈیاں، دانت وغیرہ بھی برآمد ہوئے۔ ان انسانی ڈھانچوں اور دیگر اجزائے انسانی کے مطالعے سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ زمانے قدیم میں انسان کی قد وقامت بے حد دراز ہوا کرتی تھی۔ اس بات کا احساس اس زمانے کے مکانات کی بناوٹ، طول وعرض اور بلندی سے بھی ہوتا ہے۔ جو اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اُن دنوں انسان آج کل کے انسانوں کی بہ نسبت کافی بلند قامت ہوا کرتا تھا۔ ان کھدوائیوں میں برآمد شدہ ڈھانچوں، ہڈیوں، کھوپڑیوں، دانتوں وغیرہ کے مشاہدے سے اس زمانے کی تاریخ مرتب کرنے میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔

کرۂ ارض کی بالائی پرتوں پر پائے گئے جماداتی باقیات (FOSSILS) اور کھدوائیوں میں دستیاب ہوئی دیگر اشیاء کے ریڈیائی کاربن کے امتحانات کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ ڈھانچے کتنے ہزار سال قدیم ہیں۔ تاریخ کا تعین ہونے کے ساتھ ساتھ اُس دور کی تہذیب کا بھی اندازہ اُس زمانے کے برتنوں، اوزار، ہتھیار، زیورات، مکانات کی بناوٹ وغیرہ سے بخوبی لگایا جاتا ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ نے "ماقبل تاریخ دور" کے حالات ان ہی ڈھانچوں، وغیرہ پر کیے گئے امتحانات کے ذریعہ مرتب کیے ہیں۔ اسی وجہ سے "علم الانسان" کی دنیا میں بڑی اہمیت ہے۔

3.4 کرہ ارض پر حیات کا ارتقاء

کائنات کی تمام ذی روح مخلوقات کی حیات کا حقیقی مرکزہ کرۂ ارض پر رہ کر اپنی حیات کو جاری رکھنا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کرۂ ارض کیا ہے اور یہ کیسے وجود میں آیا۔

کرۂ ارض کے بارے میں ماہرین ارضیات (Geologists) اور سائنس دانوں کی یہ رائے ہے کہ سورج کا ایک دہکتا ہوا حصہ آگ کے گولے کی شکل میں سورج سے علیحدہ ہو گیا۔ ابتداء میں یہ سورج کی طرح آگ کے گولے کی شکل میں اپنے محور کے اطراف گردش کرتا رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ آگ کی تپش کم سے کم تر ہوتی گئی حتیٰ کہ یہ آگ کا گولہ سرد پڑتا گیا اور ساتھ ہی ساتھ سکڑتا بھی گیا۔ پھر یہی آگ کا گولہ سرد ہو کر کرۂ ارض بن گیا۔ جس پر اشرف المخلوقات یعنی انسان کے علاوہ دیگر مخلوقات بھی نمودار ہوئیں اور بود و باش اختیار کر لیں۔ کرۂ ارض چوں کہ ابتداء میں ایک آگ کا گولہ تھا اس لیے پہلے اُوپری پرتیں سرد پڑیں لیکن بعض ممالک میں آج بھی

زمین کے اندرونی ارتعاش (کانپنا) سے لاوا نکل پڑتا ہے اور زمین دہل جاتی ہے۔ آتش فشاں بھی پھوٹ پڑتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمین کی اندرونی پرتوں میں آگ موجود ہے لیکن یہ صرف چند علاقوں تک محدود ہے۔ زمین کے اندرونی جھٹکوں سے کئی طبعی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور ان ساری تبدیلیوں کے ظہور پذیر ہونے کے بعد ہی کرہ ارض نے موجودہ شکل اختیار کی۔

ماہرین ارضیات نے مختلف مشاہدوں سے یہ پتہ لگایا ہے کہ زمین کے نچلے حصہ یا نچلی پرتوں میں پانی ہمیشہ بہتا رہتا ہے اور یہی پانی سرد ہونے کے بعد پہاڑوں کی چوٹیوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے چنانچہ کوہ ہمالیہ کی سب سے اُونچی چوٹی "ماؤنٹ ایورسٹ" کا تعلق اسی زمرہ سے ہے۔ آج بھی ان برفانی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر کبھی کبھی آبی مخلوقات کے اجسام نظر آتے ہیں، جو اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ زمین کی تہہ میں پانی رہتا ہے اور یہی پانی سرد ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

ابتداء کرہ ارض اتنا سرد ہوا کہ برفانی بن گیا۔ جس کی وجہ سے برفانی دور میں ذی روح مخلوقات کے لیے آب و ہوا سازگار نہ تھی حالاں کہ ذی روح مخلوقات کو اس سرد ماحول میں پیدا کیا گیا تھا۔ بتدریج قدرت نے سرد آب و ہوا کے بجائے گرم و معتدل آب و ہوا کا آغاز کیا۔ جس کے باعث مخلوقات کی حیات کے نمو پانے میں سہولت ہوئی۔ اسی آب و ہوا میں حیات تشکیل پائی۔ جس کا آغاز ایک قسم کے خلیہ (CELL) سے ہوا۔ یہ خلیہ جسے ALGAE کا نام دیا گیا اور جس کی پود بے شمار خلیوں سے بڑھتی اور پھیلتی گئی اس سے انواع و اقسام کی ذی حیات شکلیں وجود میں آئیں۔

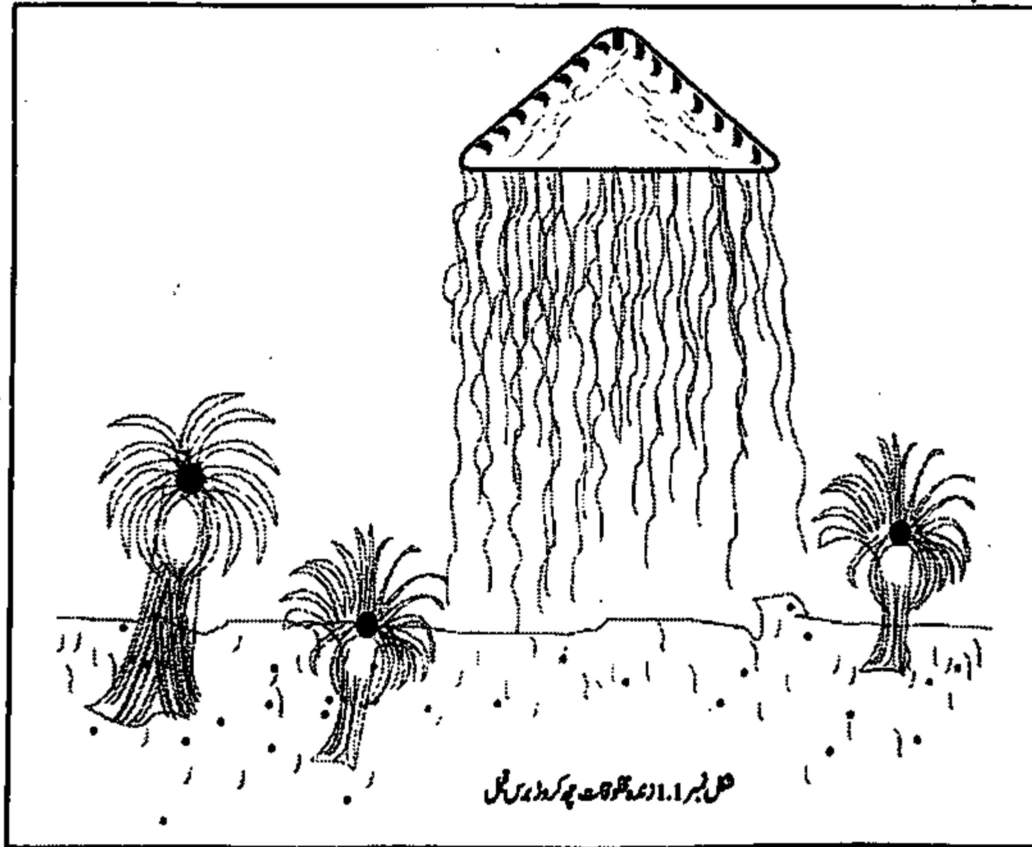

شکل نمبر 1.1 زندہ مخلوقات چھ کروڑ برس قبل

3.5 ذی روح مخلوق

ذی روح مخلوق کے بارے میں سائنس دانوں کی یہ رائے ہے کہ تقریباً چھ سو کروڑ یا اس سے بھی زیادہ برس قبل یہ اولین مخلوق کی شکل میں کرہ ارض پر رہتی تھی۔ اسی اولین مخلوق سے دوسری ذی روح مخلوق "فلاگیٹہ" (FLAGETTA) کا ظہور ہوا اور یہ بھی خیال ہے کہ اسی فلاگیٹہ سے نباتات اور حیوانات بھی وجود میں آئے یہ کائنات کا آغاز تھا۔ پھر بتدریج اعصابی نظام اور دماغ کے ساتھ مخلوقات پیدا کی جانے لگیں۔ سب سے پہلے آبی مخلوق مثلاً مچھلی، کچھوے کی تخلیق ہوئی۔

ایک مرحلے پر بھیانک دیو ہیکل ڈائی نوسرس (DINASSURCE) کا ظہور ہوا۔ لیکن جلد ہی یہ نوع معدوم ہو گئی یہ لاکھوں برس پہلے وجود میں آئی تھی۔ آج بھی جب کہیں جنگلوں میں کھدوائیاں کی جاتی ہیں تو قوی ہیکل ڈائنوسرس کے ڈھانچے، پتھرائے ہوئے انڈے وغیرہ دستیاب ہوتے ہیں۔ ان لاکھوں سال قدیم ڈھانچوں اور پتھرائے ہوئے انڈوں کو دیکھ کر اس جانور کی جسامت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس مخلوق کے بعد قدرت نے ایک ایسی نوع کو پیدا کیا جس کا دماغ بہت تیزی سے کام کرتا تھا۔ یہ دودھ پلانے والے جانور تھے۔ جو اپنی اولاد کو دودھ پلا کر پرورش کرنے لگے۔ اسی کے ساتھ دیگر چرند پرند بھی پیدا کر دیے گئے تھے۔ کرہ ارض پر سب سے آخر میں انسان کا وجود ہوا۔ انسان کی تخلیق سے پہلے ساری مخلوقات کی تخلیق کر دی گئی تھی ساتھ ہی ساتھ آب و ہوا میں بھی تبدیلی کر دی گئی تھی۔

3.6 انسانوں کے ارتقائی مدارج

ماہرین آثار قدیمہ کی گئی مختلف تحقیقات کی روشنی میں انسان کے ارتقاء کے پانچ مدارج قرار دیے گئے ہیں۔ ان پانچ مدارج سے ہمیں ثقافتی ارتقائی سفر کا پتہ چلتا ہے۔ کھدوائیوں میں دستیاب ڈھانچوں، ہڈیوں، کھوپڑیوں وغیرہ کے ریڈیائی کاربن کی جانچ کے علاوہ دیگر تحقیقی ذرائع سے اس زمانے یا وقت اور دور کا تعین کیا گیا ہے۔ برفانی دور کی وجہ سے پہلے ارتقائی مرحلے میں کرہ ارض پر حیات کا کوئی امکان نہیں تھا بعد میں جب برفانی شدید سردی کا دور رفتہ رفتہ گرم ماحول و آب و ہوا میں تبدیل ہو گیا تو آب و ہوا کی تبدیلی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور آب و ہوا میں تغیرات واقع ہونے کی وجہ سے انسان نما مخلوق کا کرہ ارض پر ظہور ہوا۔ انسان نما مخلوق چند اہم خصوصیات کی حامل تھی۔ مثلاً دوسری مخلوق کے بہ نسبت وہ ایستادہ ہو سکتی تھی، اپنے دونوں آنکھوں سے سیدھا دیکھ سکتی تھی اور دماغ کی مدد سے اپنے اعضاء و جوارح کو متحرک کر سکتی تھی۔ ان خصوصیات کے باعث وہ دوسری تمام مخلوقات سے الگ پہچانے جانے لگی کیوں کہ دیگر مخلوقات میں ہاتھ اور پاؤں جیسی کوئی شئے موجود نہیں تھی، جس کے ذریعے مختلف کام لیے جا سکتے تھے اور سب سے اہم شئے دماغ کا استعمال تھا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ انسان نے اپنے ارتقائی مدارج کیسے طے کیے۔ اس کے لیے اس کو کن کن مراحل سے گزرنا پڑا۔ ان ارتقائی مراحل کے انسانوں کو ماہرین علم انسانیات نے مفصل مطالعے، تحقیق، امتحانات، تجربات وغیرہ کے بعد مندرجہ ذیل ناموں سے موسوم کیا ہے

1) آسٹرو پتھکس (AUSTRO PYTHICUS)

2) سینان تھیوپس(SYNONTHIOPUS)
3) رماپتھکس(RAMA PYTHICUS)
4) پھتھوکنٹروپس(PHITHE CONTROPUS)
5) نیان ڈیٹرال(NEAN DETRAL)
6) ہوموساپینس(HOMO SAPHIENS)

رماپتھکس

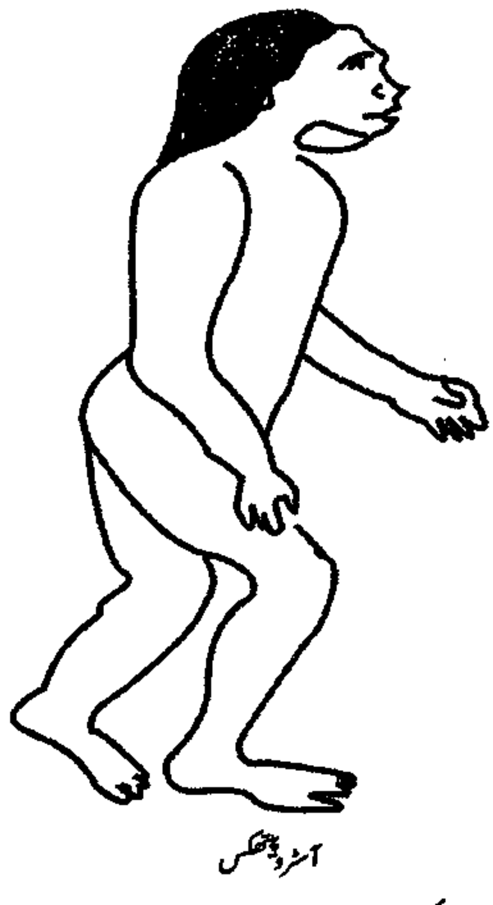

آسٹروپتھکس

شکل نمبر 1.2 انسان کے ارتقائی مدارج

اس انواع کے پتھرائے ہوئے جاندار یا باقیات (FOSSILS) آفریقہ، انڈونیشیا، جاوا، ہندوستان وغیرہ میں پائے جاتے ہیں چوں کہ وہ دم سے محروم تھے۔اس لیے اُنھیں بغیر دم کے بندر سمجھا گیا اور ان بغیر دم کے بندروں کو انسانی ارتقائی مراحل کی زنجیر تصور کیا گیا۔اس قسم کے بندر آج سے تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار برس قبل ابتداء میں یورپ میں پائے گئے۔اس نوع کو ماہرین علم الانسانیات نے "نیان ڈیٹرال" کے نام سے موسوم کیا۔موجودہ انسان سے مشابہت رکھنے کے باعث اُنھیں "ہوموساپینس" کہا گیا

جو کہ موجودہ دور کے انسان کی نسل کی ابتدائی شکل اور شروعات تصور کی جاتی ہے۔

اب ہم اُوپر دیے گئے تمام اقسام کے علاوہ چند اور کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے:

3.6.1 آسٹرولوپتھکس (AUSTROLO PYTHICUS)

اس نوع کے رکاز جنوبی افریقہ میں پائے گئے لیکن ان رکاز کے مطالعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کتنی اُونچائی تک کھڑے ہوکر چل سکتے تھے۔ وہ سبزی خور تھے ماہرین کی رائے میں وہ انسان کے قریبی اجداد نہیں تھے کیوں کہ آسٹرولوپتھکس کی نوع تقریباً دس لاکھ برس قبل ہی معدوم ہوچکی تھی۔

3.6.2 رماپتھکس

اس نوع میں انسانوں کی چند خصوصیات پائی گئی تھیں جن کا علم ماہرین علم الانسانیات نے رماپتھکس کے دانتوں اور جبڑوں کی دستیابی کے بعد ان پر کیے گئے تجربات و امتحانات کے ذریعہ حاصل کیا۔ اس نوع کا وجود چودہ لاکھ برس قبل تھا۔ اس نوع کے حیوان کس طرح ایستادہ ہوکر چلتے تھے یا آیا کھڑے ہو بھی سکتے تھے یا نہیں اس بات کا ثبوت حاصل نہ ہوسکا۔

3.6.3 آسٹرو پتھکس

اس قسم کی نوع کے باقیات مشرقی اور جنوبی آفریقہ میں دستیاب ہوئے۔ ان کے بارے میں ماہرین نے یہ بھی بہت وثوق سے کہا ہے کہ وہ کھڑے ہوکر چل سکتے تھے۔ اس لیے انھیں انسان کے قریبی آباء و اجداد سمجھا گیا۔

3.6.4 آسٹرو پتھکس رابس ٹس

یہ نوع آفریقیوں سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ ان کے باقیات جنوبی آفریقہ میں برآمد ہوئے ہیں۔

3.6.5 ہوموایرک ٹس (HOMO ERECTUS)

ماہرین نے اس نوع کو پہلا انسان جانا ہے۔ ہوموایرک ٹس" آفریقی کس ہیابیٹس" (AFRICAN CUS HABITUS) سے ظہور میں آئی ہے۔ اس نوع کے انسان ایستادہ ہوکر دونوں پیروں سے چل سکتے تھے۔ اس بات کا اندازہ ہڈیوں، ڈھانچوں وغیرہ کے مطالعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ ڈھانچہ چوپائے کی طرز کا ہے یا انسان کی طرح سیدھا ہے۔ ان ڈھانچوں، ہڈیوں وغیرہ کے اطراف و اکناف میں پائے گئے اوزاروں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ لوگ اوزاروں کا استعمال بھی جانتے تھے۔ جو یقیناً اُنھی کے تیار کیے ہوئے ہوں گے، یہ نوع تین لاکھ برس قبل اندازاً کرۂ ارض پر موجود تھی۔

3.6.6 نیان ڈیٹرال آدمی (NEAN DETRAL MAN)

نیان ڈیٹرال نوع کا انسان جدید دور کے انسان کی نوع سے بہت مشابہت رکھتا ہے اور اس کی نسلیں دنیا میں دور دور تک کے علاقوں میں پھیل گئی تھیں۔ ماہرین کا یہ خیال ہے کہ برفانی دور کے اختتام تک وہ لوگ پتھر سے اوزار بنانے لگے تھے۔ یہ نوع کھڑے ہوکر چلتی پھرتی اور بہترین شکار بھی کیا کرتی تھی۔ تقریباً چالیس ہزار سال قبل جدید انسان نے ان کی جگہ لے لی۔

3.6.7 ہوموساپینس

ماہرین علم الانسان کی رائے میں انسان کی نوع کا آغاز "ہوموساپینس" سے ہوا اور یہی موجودہ دور کے انسانوں کی شروعات اور آباو اجداد بھی ہیں۔ یہ نوع براعظم یورپ کے جنوب میں واقع روم، اسپین اور جنوبی فرانس میں بہت تیزی سے پھیل گئی۔ آج سے تقریباً بیس ہزار سال قبل ان کا وجود تھا۔ دیگر انواع کی بہ نسبت "ہوموساپینس" نے دماغ کا استعمال کرنا شروع کیا اور پتھر سے اوزاروں کے علاوہ لکڑی سے بھی اوزار، ہتھیار بنائے۔ اس دور کی نوع اپنے تجربے اور مشاہدے سے پتھر پر بید کی تصاویر بنانے لگے تھے اور روزمرہ کے استعمال کے لیے خاص اوزار اور برتن بھی بناتے تھے۔ اس طرح ماہرین کی رائے میں جدید انسان کا آغاز ہوا۔

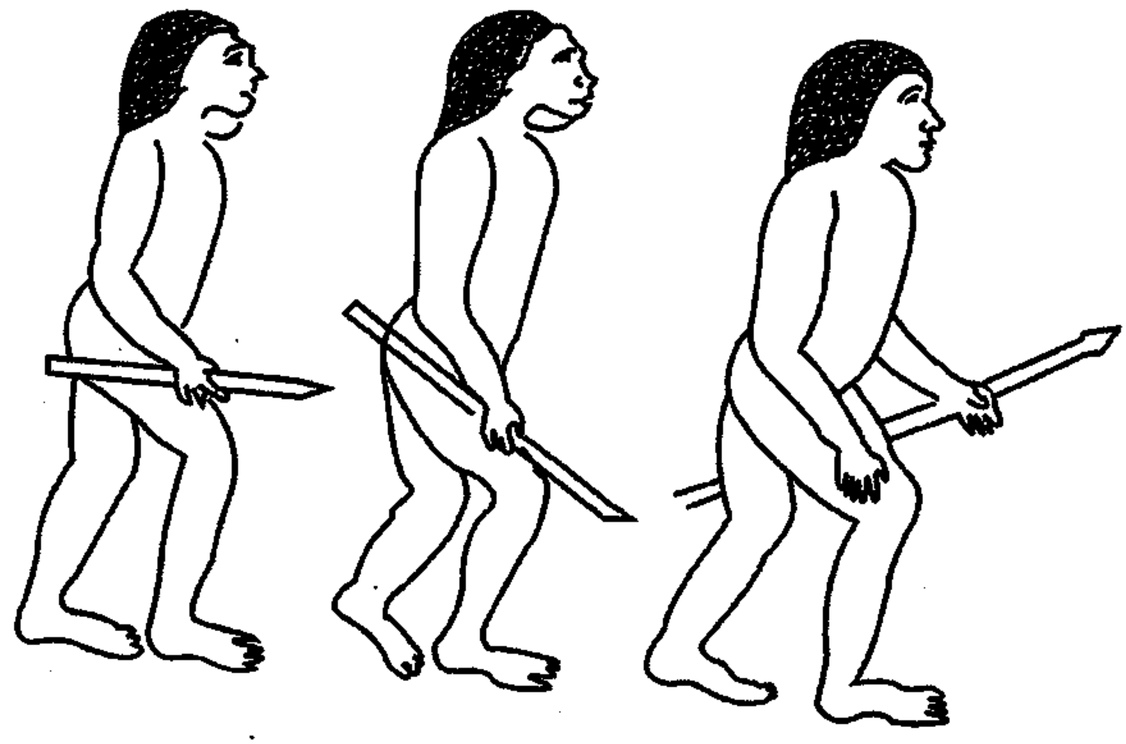

شکل نمبر 1.3 ہوموایرکٹس نیان ڈیٹرال آدمی ہوموساپینس

3.7 اوزار

انسانی تہذیب کی ترقی کے پہلے مرحلے کو پتھر کے دور سے موسوم کیا جاتا ہے، کیوں کہ انسان نے سب سے پہلے پتھر سے اوزار تیار کیے اور انہی اوزاروں سے وہ کئی کام لیا کرتا تھا۔ کسی اوزار کی تیاری میں ایک سے زیادہ افراد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس طرح اُن لوگوں نے اپنے ہم جنسوں سے تعاون کرکے پتھر کے اوزار بنانے شروع کیے۔ اس دور کے باشندوں کی زندگی بہت ہی آرام دہ تھی۔ وہ

اپنے اطراف و اکناف کے ماحول کا مشاہدہ کرتے ہوئے حالات سے ہم آہنگ ہونے لگے۔ یہ دور ایک طرح سے آزمائشی دور تھا۔ آدمی اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں سے سبق لیتے ہوئے نئے تجربات کرنے لگا۔ اس آزمائشی مگر ابتدائی دور میں جو اوزار وجود میں آئے وہ بھدے، خام اور کھردرے تھے، لیکن رفتہ رفتہ اپنی غلطیوں سے انھوں نے سبق سیکھا اور اپنی خامیوں میں سدھار لایا۔ اس کے علاوہ شکار کے دوران بھی نئے نئے تجربات ہوئے، یوں شکار کے مراحل طے کرتے ہوئے وہ بتدریج اپنے اوزاروں اور ہتھیاروں کو بہتر بنانے لگے۔ خانہ بدوشی نے بھی انھیں مختلف مشاہدات و تجربات سے ہمکنار کیا۔ یہ پتھر کا دور تھا۔ پتھر کے اس دور کی تہذیب کے ارتقائی منازل کو تین مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1) پتھر کا قدیم دور

2) پتھر کا وسطی دور

3) پتھر کا آخری دور

3.7.1 پتھر کا قدیم دور

اس دور میں انسان حیوانوں جیسا برتاؤ کرتا اور خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کا بنیادی پیشہ شکار تھا جو کہ جانوروں کے سے انداز میں کیا جاتا تھا۔

3.7.2 پتھر کا وسطی دور

یہ دور پتھر کے قدیم اور اخیر دور کے درمیانی حصہ کو کہتے ہیں۔ اس دور میں انسان نے تھوڑی بہت ترقی کر لی تھی۔ اسی دور میں انسان نے اپنے اوزاروں اور ہتھیاروں میں بہتری پیدا کی۔ اسی دور میں بھدے اور کھردرے اوزاروں اور ہتھیاروں کی بناوٹ میں صفائی اور بہتری آئی ہے۔

3.7.3 پتھر کا آخری دور

اس دور کی بڑی اہمیت ہے کیوں کہ اس دور میں انسان نے اپنا پیٹ بھرنے کے لیے شکار کے ساتھ ساتھ زراعت (کھیتی باڑی) اور مویشیوں کی پرورش کی طرف بھی توجہ دینی شروع کی۔ اس طرح اس نے مستقل زندگی بسر کرنے کی طرف پہلا قدم بڑھایا تھا۔

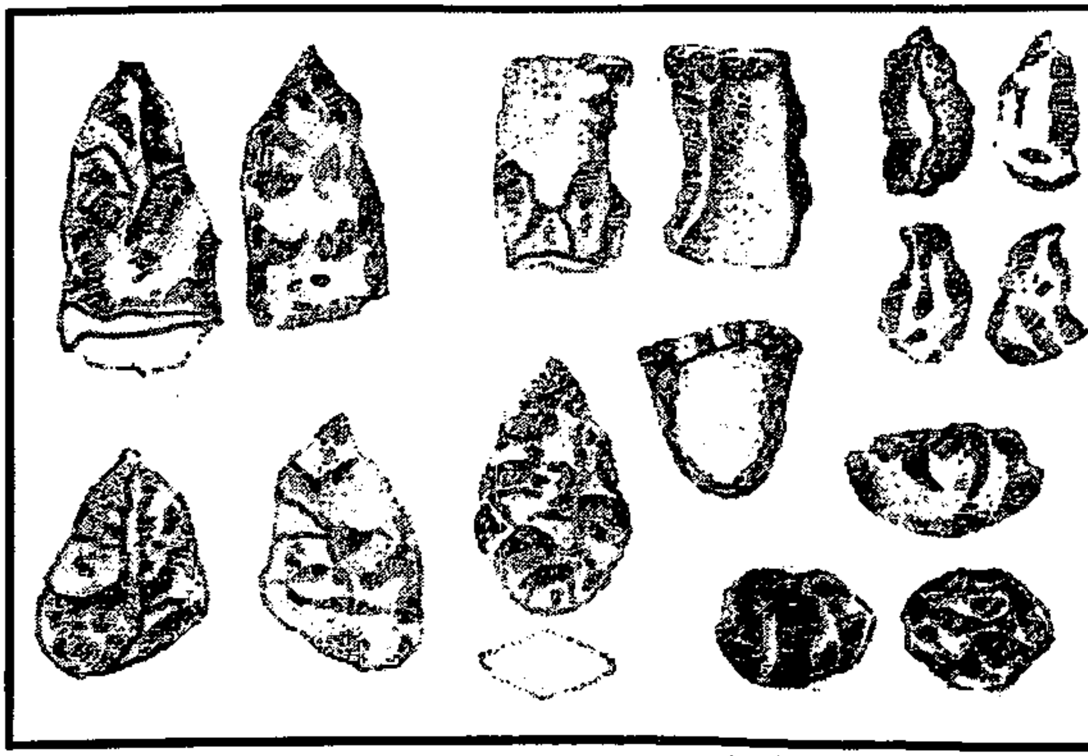

شکل نمبر 1.4 پتھر کے قدیم دور کے اوزار

پچھلے صفحے میں بیان کیے ہوئے پتھر کے دور کے مختلف ادوار کا ہم تفصیلی جائزہ لیں گے:

3.8 پتھر کا قدیم دور

یہ دور تقریباً دو لاکھ پچاس ہزار (2,50,000 B.C) سال قبل مسیح اور دس ہزار قبل مسیح سے شروع ہوا۔ اس دور میں انسان صرف غذائی اشیاء وغیرہ جمع کیا کرتا تھا تاکہ اپنا پیٹ بھر سکے۔ وہ غذا اور پانی کی تلاش میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک دوڑ دھوپ کیا کرتا تھا۔ اس کا گذارہ صرف شکار پر ہوتا تھا۔ اس نے غذا کے حصول اور اپنی مدافعت کے لیے پتھر سے اوزار اور ہتھیار تیار کیے۔

آفریقہ اور یورپ میں دستیاب ہوئے پتھر کے اوزاروں کی وضع قطع، شکل اور معیار میں تقریباً یکسانیت اور مماثلت پائی گئی ہے۔

اس دور کے انسانوں نے اپنے اوزاروں کو تیار کرنے کے لیے جانوروں کی ہڈیاں اور دانتوں کا استعمال کیا ہے۔ وہ لوگ سردی کے موسم میں ٹھنڈ سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے بدن کو جانوروں کی کھال سے ڈھانک لیا کرتے تھے۔ سردی، گرمی، بارش، درندوں سے بچنے کی خاطر غاروں میں رہتے تھے۔ مختلف ادوار میں انسانوں کی صلاحیتوں میں رفتہ رفتہ اضافہ ہونے لگا اور اس کو یہ احساس ہوا کہ جانوروں کا شکار قریب جا کر نہیں بلکہ خود کو محفوظ مقام پر رکھ کر دور سے کرنا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے اس نے تیر کمان اور بھالے (نیزے) تیار کیے۔ یہ انسان کے خانہ بدوشی کا دور تھا وہ کسی ایک مقام پر مستقل سکونت اختیار کرنے کے بجائے خانہ بدوشی کیا کرتے تھے۔ اس کے لیے شکار اور پانی دو بنیادی ضروریات تھیں، اسی کی خاطر وہ نقل مقام کیا کرتا تھا۔

پتھر کے قدیم دور کے آخری حصے میں انسان کی دماغی صلاحیتوں میں اضافہ ہوا اور اس نے تصویریں بنانی شروع کیں، جن میں شکار کے مناظر کو خوبصورتی سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس قسم کی تصویریں دنیا کے مختلف ممالک مثلاً اسپین، فرانس، اطالیہ (اٹلی) کے علاوہ ہندوستان میں مدھیہ پردیش کے علاقہ ''بھیمبیکا'' میں بھی پائی گئیں۔

3.9 پتھر کا وسطی دور

پتھر کے قدیم دور اور اخیر دور کے درمیانی حصہ میں آب و ہوا گرم ہوگئی۔ برفانی دور غذا کو جمع کر کے محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا تھا۔ آب و ہوا کے گرم ہوجانے کی وجہ سے غذا کے حصول کے دوسرے طریقوں پر غور کرنا پڑا۔ اس کے غور و فکر کی صلاحیتیں اور ذہنی نشوونما وقت کے ساتھ بہتر ہوتی گئیں تو زراعت کا خیال اس کے ذہن میں آیا۔ آہستہ آہستہ انسان درختوں اور پتھروں کی رگڑ سے پیدا ہونے والی آگ سے واقف ہوا۔ آگ کی دریافت نے اس کو کچے گوشت کو بھوننے کی طرف مائل کیا۔ یہ غذائی پکوان کی ابتداء تھی۔ اس کے بعد انسان کے منہ کا مزہ بدلا۔

جنگلوں میں درختوں پر شہد کے چھتوں سے شہد اور موم کا حصول عام ہوا۔ شہد بطور غذا استعمال ہونے لگا اور موم سے موم بتی بنانے میں مدد ملی۔ اسی دور میں لکڑی اور بید کی ٹوکریاں بنائی جانے لگیں۔ مچھلیاں ابتداء سے ہی انسان کی پسندیدہ غذا رہی ہے۔ وہ مچھلیاں پکڑ کر ٹوکریوں میں رکھتا تھا۔ ذہنی قابلیت جوں جوں بڑھنے لگی اس نے اپنے آرام کے نت نئے طریقے ایجاد کیے۔ انسان ابتداء میں زمین پر رہنے لگا، پھر گھاس کا بستر بنایا اور شکار کیے ہوئے جانوروں کی کھال سے بدن ڈھانکنے لگا۔ آرام کی خاطر نئے نئے پیشے اور نئی نئی ایجادات بھی کرنے لگا۔

ایک اکیلا آدمی ہر کام تو نہیں کرسکتا تھا، چنانچہ روزمرہ زندگی کی ضروری اشیاء کی تیاری کا کام مختلف لوگوں نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ اس طرح سماج کی ابتداء ہوئی۔ اس دور میں زراعت کی اہمیت پر زور دیا گیا اور نئے نئے تجربات کیے گئے۔

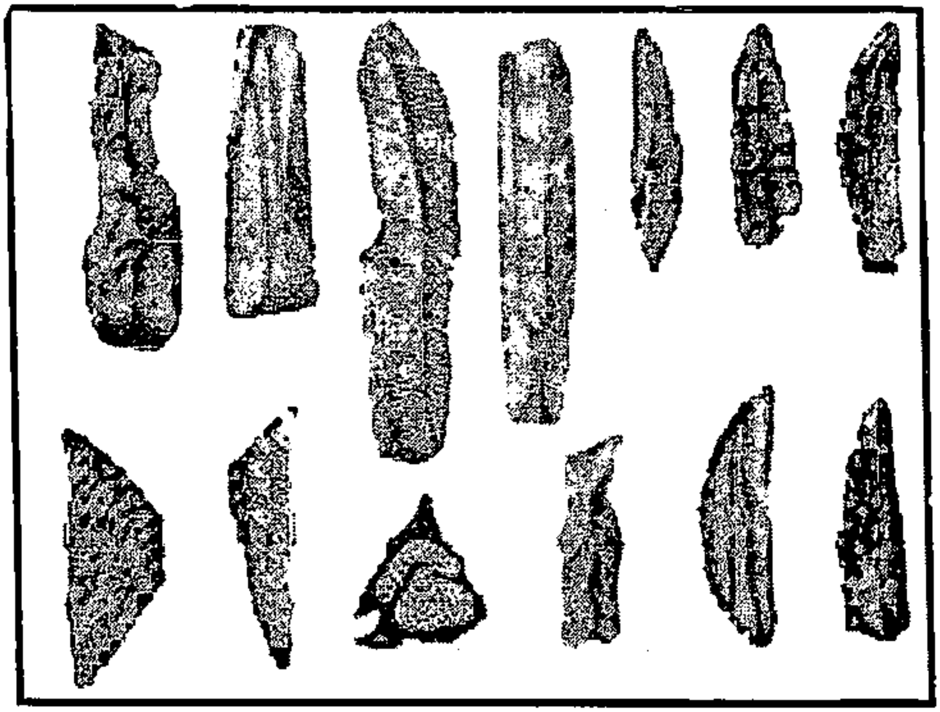

شکل نمبر 1.5 پتھر کے وسطی دور کے اوزار

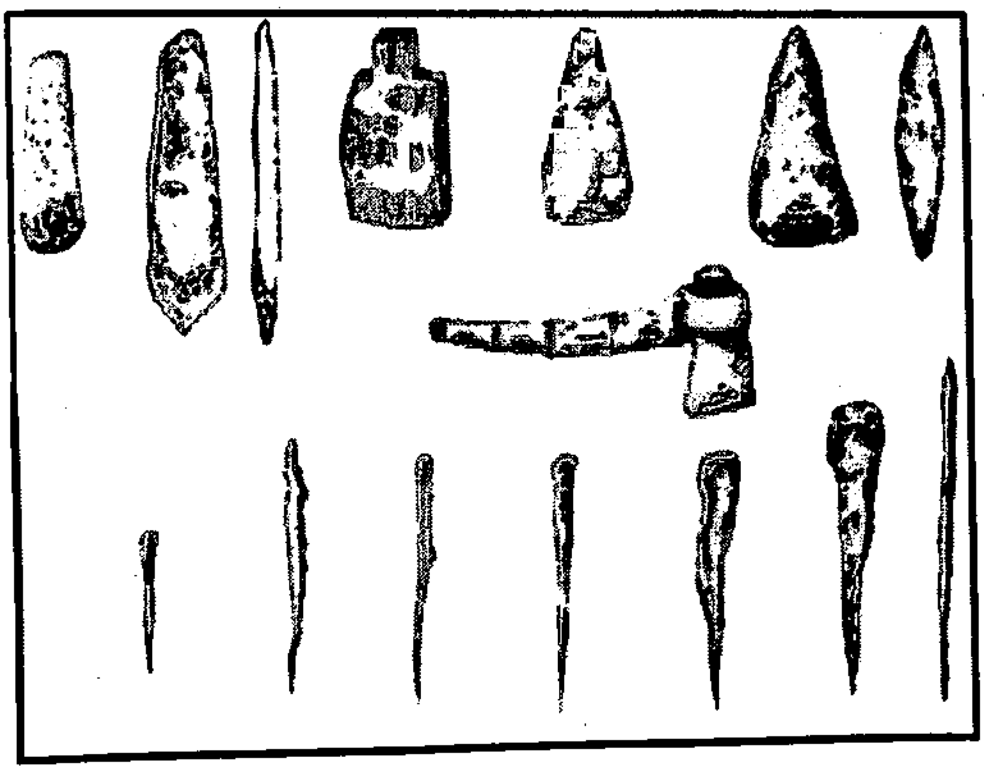

شکل نمبر 1.6 پتھر کے آخری دور کے اوزار

3.10 پتھر کا آخری دور

پتھر کے آخری دور تک پہنچتے پہنچتے انسانی شعور میں اضافہ ہوا اور تیزی سے تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس کے غور و فکر کے نتیجے میں اوزار اور ہتھیاروں کے معیار میں نمایاں تبدیلی آئی۔ پھل کھا کر بیج زمین پر پھینکنے سے کچھ عرصہ بعد پودا برآمد ہو کر ایک درخت کی شکل اختیار کرنے پر انسان پر یہ آشکار ہوا کہ زمین میں بیج بونے سے پودا نکلتا ہے۔ اس طرح دنیا میں زراعت و کاشت کاری کا آغاز ہوا۔ زراعت کے آغاز سے قبل انسان ساگ پات، مچھلی، جانوروں کا گوشت کھایا کرتا تھا۔ کاشت کاری نے انسان کو خانہ بدوشی کے بجائے کسی ایک مقام پر جہاں پانی زیادہ مقدار میں موجود ہو اور زمین زرخیز ہو مستقل قیام کرنے کو ترجیح دی۔

انسان ابتداء کھیتوں کے قریب گھاس پوس کے مکانات بنا کے زندگی بسر کرنے لگا، پھر بتدریج شعور اور ذہنی نشوونما میں اضافہ کی وجہ سے نئی نئی ایجادات ہوئیں، جس میں سب سے اہم مکانات کی تعمیر ہے، جس کی تعمیر میں لکڑی، مٹی، پتھر وغیرہ کا استعمال ہونے لگا۔ تعمیری کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنے لگے۔ مٹی کے برتن بنانے کے لیے لکڑی کے پہیے کی ایجاد ہوئی، جو ایک زبردست انقلاب تھا۔ مٹی کے برتنوں کو آگ سینکنے کا طریقہ ایک طرح سے علم کیمیاء کی خام شکل ہے۔

اس دور میں کپڑا اسوتنے کے ہنر کی داغ بیل ڈالی گئی۔ کپڑا اسوتنے کے لیے کپاس کی ضرورت محسوس ہوئی تو کپاس کے پودوں کی اہمیت میں اضافہ ہوا اور اس کی کاشت کی طرف توجہ دی گئی۔ جس سے نباتیاتی سائنس کی شروعات ہوئی۔ انسانی ضروریات میں اضافہ نئی نئی ایجادات کا باعث بنا۔

جب سب لوگ ایک جگہ مل کر رہنے لگے تو معاشرہ تشکیل پایا اور کاموں کو آپس میں تقسیم کیا گیا۔ کوئی بنکر کا کام کرنے لگا، تو کوئی زراعت، تو کوئی اوزار کی تیاری میں مصروف ہوا۔ جب ایک آدمی کو کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو وہ اپنی بنائی ہوئی شئے دے کر بدلے میں اپنی ضرورت کی چیز لے لیتا۔ یہ تبادلۂ اشیائے ضروریہ ہی دراصل مستقبل میں تجارت کی شکل اختیار کر گیا۔

3.11 معاشی زندگی

پتھر کے اخیر دور میں زراعت اور مویشیوں کی پرورش دو مختلف پیشے تھے۔ مرد شکار اور مویشیوں کی دیکھ بھال کرتے تو عورتیں کھیتوں میں کام کرتی تھیں۔ اس طرح سماج کی تشکیل میں مرد و عورت دونوں نے مساویانہ کردار ادا کیا۔ سماج کی تشکیل کے بعد پیشہ ورانہ جماعتیں قائم ہوئیں جو نجاری، برتن سازی وغیرہ کے علاوہ زراعت میں ترقی کے لیے کام کرنے لگیں۔ ویسے چھوٹی چھوٹی زرعی کمیونیٹیاں سارے عالم میں قائم ہو چکی تھیں۔ جماعت واری طریقہ عام ہوا تو بنکروں، کمہاروں، نجاروں وغیرہ نے بھی پیشہ ورانہ گروہ بنا لیے، جن کے باعث کئی قسم کی اصلاحات ہوئیں۔ اوزاروں، ہتھیاروں میں بہتری کے ساتھ ساتھ زراعت اور کاشت کاری میں اضافہ ہوا اور فاضل پیداوار کا حصول ممکن ہو سکا۔ فاضل پیداوار کو دوسرے علاقے کے لوگوں میں فروخت کیا گیا۔ اس طرح تجارت کا آغاز ہوا۔

کمہار کے ایجاد کردہ پہیوں کو نجار کی مدد سے لکڑیوں کے ذریعہ جوڑ کر بیل گاڑی بنائی۔ بیل گاڑی سے حمل و نقل میں اور فاضل

اناج کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں بڑی سہولت ہو گئی، جس سے تجارت میں فروغ ہوا۔

کارڈن چلڈ (CORDON CHULD) نے پہیے کی ایجاد کو پیداوار اور حمل و نقل کے میدان میں ایک زبردست انقلاب سے تعبیر کیا ہے۔

بیل گاڑی کی ایجاد سے قبل جانوروں پر مال لاد کر لے جایا جاتا تھا۔ اس طرح زیادہ مال واسباب کی منتقلی ناممکن تھی۔

3.12 ماقبل تاریخ کا ورثہ

3.12.1 سماجی زندگی

انسان جب ابتداء میں شکاری کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا تب بھی وہ گروہوں کی شکل میں حرکت کرتا تھا۔ جس کا مقصد جنگلی جانوروں سے حفاظت اور غذا کو اکٹھا کرنا ہوتا تھا۔ گروہوں کی شکل میں نقل و حرکت کرنے کی وجہ سے ان میں باہمی اتحاد، اشتراک اور ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کو سمجھنے کا شعور فروغ پایا۔ اسی سے مشترکہ ترقی کے نئے زرعی جماعتوں یا گروہوں جس میں غیر زرعی گروہ بھی شامل ہیں، کے درمیان تعاون کی بنیاد پڑی۔ مشترکہ ٹھکانوں نے بھی مددگاری کے فرائض انجام دیے۔ سماج کی تشکیل اسی اتحاد اور تعاون کے جذبے کا نتیجہ ہے۔ جب سماج بنا تو بزرگوں کے ذریعہ قوانین کا نفاذ عمل میں آیا اور کاموں کی تقسیم بھی عمل میں آئی۔ اس طرح چند لوگوں کے ذمہ زراعت و کاشت کاری سپرد کی گئی تو بعض لوگوں نے ہنرمندی کا پیشہ اختیار کیا۔ سماج میں ایسے بھی لوگ تھے جو اس سے ہٹ کر کام کیا کرتے تھے۔ ان کے سپرد فاضل پیداوار کو بیل گاڑیوں میں بھر کر ضرورت مندوں کے پاس لے جا کر فروخت کرنے کا کام تھا۔ یہ لوگ اپنے اس عمل کی وجہ سے غلہ کے تاجر بن گئے۔ اس طرح دنیا میں تجارت کا فروغ ہوا۔

3.12.2 مذہبی عقائد

آثار قدیمہ کے ماہرین نے قدیم قبرستانوں اور مقابر کی کھدوائیوں سے برآمد ہوئی اشیاء کے مطالعہ کے بعد اس دور کے باشندوں کے مذہبی عقیدوں کا پتہ چلایا ہے کہ وہ مردے کے ساتھ قبر میں اس کے استعمال کی ضروری اشیاء، اوزار، ہتھیار اور عورتیں بھی دفن کر دیا کرتے تھے۔ وہ لوگ ایک دیوی کی پرستش کیا کرتے تھے تاکہ ان کی خواہشات پوری ہوں۔ وہ لوگ زمین کو بہت مقدس مانتے تھے اور زمین کی پوجا کیا کرتے تھے۔ برے اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے مٹی سے بنی ہوئی چھوٹی چھوٹی مورتیاں ہار میں پرو کر گلے میں ڈال لیا کرتے تھے۔ پجاریوں کا سماج میں بہت اہم مقام تھا۔ پجاریوں کو دیوتاؤں اور انسان کے درمیان ثالث کی حیثیت حاصل تھی۔ عبادت کی رسومات اور طریقوں کو ایک دوسرے سے خفیہ رکھا جاتا تھا۔ یہ لوگ اندھے عقیدے اور اوہام پرستی کا شکار تھے۔

3.12.3 سیاسی زندگی

پتھر کے دور میں جب سماج کی تشکیل عمل میں آئی تو اس کے لیے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت محسوس ہوئی جو سماج میں سدھار لائے اور اپنے تجربہ اور مفید مشورے سے سب کو نوازے۔ اس مقصد کے تحت سب نے مل کر ایک بزرگ کو متفقہ طور پر سماج کا صدر منتخب کیا، جو جمہوریت اور حکمرانی دونوں کی ابتداء تھی۔ سماج کے صدر نے نظم و ضبط کی بہتری کے لیے کچھ قوانین بنائے، جس کی عمل آوری

کے لیے دیگر انتظامیہ کی بھی ضرورت محسوس ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہی صدر اپنی بہادری اور عقلمندی سے حکمران ثابت ہوا۔ یہی لوگ آگے چل کر راجہ یا بادشاہ بنے۔ شروع میں جنگجو اور بہادر ہی اس کے قابل تھے، لیکن بعد میں یہ موروثی سلسلہ چل نکلا۔ اس دور کے باشندے حکمران کو مافوق الفطرت قوتوں کا حامل تصور کرتے تھے۔ سیاسی تنظیم کا اصل مقصد بیرونی دشمنوں سے کمیونٹی کو محفوظ رکھتے ہوئے سماجی نظم وضبط برقرار رکھنا تھا۔

جب سماجی زندگی پرسکون ہو تو انسان کے اندر کی تلاش و جستجو کی دھن و جوش، اس کا اپنے اطراف واکناف کے ماحول سے ربط ضبط اور اس کے ردعمل نے مستقبل کے لیے سائنسی تحقیق کی راہیں ہموار کیں۔ انسان کی ابتدائی ایجادات اور اختراعات نے جدید سائنسی تحقیقات کا دروازہ کھول دیا۔

4 سبق کا خلاصہ

ماقبل تاریخ دور سے مراد وہ دور ہے جس کی تبدیلیوں کا کوئی تحریری ثبوت کسی بھی تاریخی کتاب میں دستیاب نہ ہو۔ ماقبل تاریخ دور اور تاریخی دور کا درمیانی عہد "ابتدائی تاریخی دور" کہلاتا ہے۔ آثار قدیمہ اور علم الانسان کے ذریعہ تاریخی دور کی مختلف تبدیلیوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ انسان نے لاکھوں سال قبل اپنی آبادیاں بسائیں جو تغیرات ارضی کے باعث زیر زمین ہو گئیں۔ اسی طرح لاکھوں برس گزر گئے پھر ماہرین آثار قدیمہ نے کھدوائیاں کروائیں تو اس دور کے برتن، اوزار، ہتھیار، زیورات وغیرہ برآمد ہوئے جس سے قدیم زمانے کی تہذیب، تمدن، رہن سہن وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ جب کہ علم الانسان کے ذریعہ زمانہ قدیم کے حالات انسانی ڈھانچوں، حیوانی ڈھانچوں، کھوپڑیوں، ہڈیوں اور دانتوں پر کیے گئے ریڈیائی کاربن امتحانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ڈھانچے کتنے ہزار سال پہلے کے ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ اور علم الانسان نے ماقبل تاریخ دور کی تاریخ انہی ڈھانچوں، ہڈیوں وغیرہ پر کیے گئے تجربات کے ذریعہ مرتب کی ہے۔

کرۂ ارض کے بارے میں سائنسدانوں کی یہ رائے ہے کہ سورج کا ایک دہکتا ہوا حصہ آگ کے گولے کی شکل میں سورج سے علاحدہ ہو کر اپنے محور کے اطراف گردش کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس آگ کے گولے کی تپش کم سے کمتر ہونے لگی۔ آخر یہ سرد ہو کر کرۂ ارض کی شکل اختیار کرلیا، جس پر دیگر مخلوقات کے علاوہ انسان نما مخلوق کا ظہور ہوا۔ یہ تب ممکن ہوا جب آب و ہوا سرد سے معتدل ہوئی۔ ایسے میں مخلوقات کی حیات کو نمو پانے میں بڑی سہولت ہوئی۔ اسی آب و ہوا میں حیات کا وجود ایک خلیے (Cell) کی شکل میں ہوا۔ سب سے اولین مخلوق مچھلی، کچھوے وغیرہ ہیں۔ اس کے بعد زمین پر قوی ہیکل بھیانک ڈائنوسرس کی تخلیق ہوئی جو جلد ہی ناپید ہو گئی، پھر دودھ پلانے والے جانوروں کا ظہور ہوا جو دماغ کا بھی استعمال کرتے تھے۔ اس سے پہلے "فلاجیلا" سے نباتات اور پھر حیوانات کا ظہور ہوا۔ ماہرین نے انسان کے ارتقاء کے پانچ مدارج قرار دیے ہیں۔

انسانی زندگی کا ابتدائی دور پتھر کے دور سے موسوم ہے، جس کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے: پتھر کا قدیم دور (دو لاکھ پچاس ہزار سال قبل مسیح سے دس ہزار سال قبل مسیح)۔ پتھر کا وسطی دور (قدیم اور اخیر دور کا درمیانی حصہ)۔

پتھر کا آخری دور (اس دور میں انسانی شعور میں مزید اضافہ ہوا) اور برتنوں، اوزاروں وغیرہ کے معیار میں اضافہ ہوا۔ زراعت وغذائی اجناس کی کاشت کاری، مٹی کے برتن بنانے کے لیے لکڑی کے پہیے کی ایجاد ہوئی۔ کپڑے سوتنے کے ہنر کا آغاز ہوا، پھر بیل گاڑی کی ایجاد کے ذریعہ ایک عظیم انقلاب رونما ہوا۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) ہماری تاریخ کا آغاز کس زمانے سے ہوتا؟
2) انسان کو اپنے ارتقائی مدارج طے کرنے میں کتنا عرصہ درکار ہوا؟
3) سب سے اولین مخلوق کونسی ہے؟
4) فلا گیلہ سے کس کا ظہور ہوا لکھیے ؟
5) قدیم دور میں اوزار ہتھیار وغیرہ کس چیز سے تیار کیے جاتے تھے؟
6) کرۂ ارض پر پہلی اور آخری مخلوق کونسی ہے؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) آثار قدیمہ اور علم الانسان کسے کہتے ہیں لکھیے ؟
2) کرۂ ارض کا وجود کس طرح ہوا؟
3) قدیم پتھر کے دور سے کیا مراد ہے؟
4) پتھر کے اخیر دور کے بارے میں تفصیل لکھیے ؟
5) ماقبل تاریخی ورثہ پر روشنی ڈالیے؟
6) آسٹرلوپتھکس اور رماپتھکس کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
7) نیان ڈیٹرال اور ہوموساپینس سے کیا مراد ہے؟
8) انسان کے ارتقائی مدارج بیان کیجیے؟

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) .... اور .... کی مدد سے قدیم تاریخ کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

2) ....اور.......... کا درمیانی عہد.......... کہلاتا ہے۔

3) بنی نوع.......... کو اپنے..........مدارج طے کرنے میں تقریباً.......... کا عرصہ درکار ہوا۔

4) .... کو سیکھنے کا عمل علم.......... کی خام شکل ہے۔

5) یہ لوگ.......... عقیدے اور.......... کا شکار تھے۔

6) اوزاروں کی تیاری کے لیے.......... کی..........اور.......... کا استعمال کیا کرتے تھے۔

7) انسانی.......... کی ترقی کے پہلے.......... کو..........کے..........سے.......... کیا جاتا ہے۔

8) قدیم..........کے..........کے آخری حصے میں.......... کی..........صلاحیتوں میں..........ہوا۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) انسان نے مستقل زندگی بسر کرنے کے لیے بنائے۔ (مٹی کے برتن، پختہ مکانات، گھاس پوس کے مکانات)

2) دریائے سندھ کے کنارے اس مقام پر کھدائی کی گئی۔ (بابل، مسوپوٹیمیا، ہڑپہ)

3) انسانی تہذیب کی ترقی کے پہلے مرحلہ کو کہتے ہیں۔ (لوہے کا دور، تانبے کا دور، پتھر کا دور)

4) انسان ابتداء میں رہا کرتا تھا۔ (مکانوں میں، غاروں میں، تالابوں میں)

5) وہ گروہوں کی شکل میں کرتا تھا۔ (برکت، حرکت، عزت)

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) قدیم دور میں اوزاروں کی تیاری کے	غذا اور پانی ہے۔
2) انسان کی بنیادی ضرورت	ہڈیوں کا استعمال کیا کرتا تھا۔
3) کائنات کی تمام مخلوقات کا حقیقی مرکز	جنوبی آفریقہ میں۔
4) آسٹرولوپتھکس کے رکاز دستیاب ہوئے	کرہ ارض ہے۔
5) مردے کے ساتھ اوزار، اسباب، مال،	مافوق الفطرت تصور کرتے تھے۔
6) اُس دور کے باشندے حکمرانوں کو	عورتیں وغیرہ سب دفن کر دیتے تھے۔
7) گروہوں کی شکل میں حرکت کرنے کی وجہ سے	کی پرورش کیا کرتے تھے۔
8) مرد جانوروں کا شکار اور مویشیوں	اُن میں باہمی اتحاد و تعاون پیدا ہوا۔

سبق 2 کانسے کے دور کی تہذیب

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 کانسے کے دور کا آغاز

3.2 کانسے کی دریافت

3.3 ہڑپہ تمدن - قدیم مگر تہذیب یافتہ

3.4 ہڑپہ تمدن کی خصوصیات

3.4.1 شہری منصوبہ بندی

3.4.2 نکاسی کا نظام (Drainages System)

3.4.3 گودام

3.4.4 مذہبی عقیدہ

3.5 قدیم تہذیبوں کا فروغ

3.6 دریائی وادیوں کی تہذیبوں کا آغاز

3.7 سماجی خصوصیات اور اُن کی ارتقائی منزلیں

3.8 ادب اور فن

3.9 فن تحریر کی ایجاد اور رسم الخط کی ابتداء

4 سبق کا خلاصہ

5 زائد معلومات

6 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم کانسے کے دور کی تہذیب کے بارے میں حسب ذیل معلومات حاصل کریں گے:

☆ کانسے کے دور کا آغاز کب اور کیسے ہوا

☆ کانسے کی دریافت کیسے ہوئی

☆ ہڑپہ تمدن قدیم مگر ایک تہذیب یافتہ تمدن

☆ ہڑپہ تمدن کی خصوصیات میں انسانی سوجھ بوجھ اور ذہانت شامل تھی

☆ شہری منصوبہ بندی (Town Planning)

☆ نکاسی کا نظام (ڈرینج سسٹم)

☆ گودام

☆ مذہبی عقیدہ

☆ قدیم تہذیبوں کا فروغ کیوں کر ہوا

☆ دریاؤں کی وادیوں کی تہذیبوں کا آغاز

☆ سماجی خصوصیات اور ان کی ارتقائی منزلیں

☆ ادب اور فن

☆ فن تحریر کی ایجاد اور رسم الخط کی ابتداء

2 تمہید

پہلے سبق میں انسان کے ارتقائی مدارج پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ جس کے مطالعے سے اس دور میں استعمال کیے جانے والے پتھر کے اوزاروں اور ہتھیاروں کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔

اس سبق میں انسان کے استعمال میں آنے والی اشیاء اور کانسے کی دھات کی بنیاد پر انجام دیے جانے والے کارناموں، ہڑپہ تمدن، کانسے کی دریافت، قدیم تہذیبوں کے بارے میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔ اس دور کو "کانسے کی دریافت کے باعث" "کانسے کا دور" کہیں گے۔

کانسے کے دور سے عالم میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ انسان کے غور وفکر کی صلاحیتوں میں اضافہ کے نتیجے میں نئی نئی چیزیں تیار کی گئیں۔ سماج کے چند افراد نے مل کر سائنس اور ٹکنالوجی کے شعبے میں نئے نئے تجربات کیے۔ جس کا فائدہ سارے سماج اور کمیونٹی کو حاصل ہوتا ہے۔ جوں جوں سماج میں ترقی ہوتی گئی شہریوں کی ضروریات میں اضافہ ہوتا گیا اور شہروں کو فروغ حاصل ہوا۔

تہذیب اور ثقافت کو بسا اوقات ایک ہی مفہوم کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے حالاں کہ دونوں میں بہت ہی نازک سا فرق

ہے۔ سماج پر مرتب ہونے والے سائنسی اور ٹکنالوجی کے ارتقاء کے اثرات کو تہذیب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جب کہ سماج پر مرتب ہونے والے فنکارانہ اور جمالیاتی اثرات کو ثقافت سے وابستہ کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ثقافت سارے سماج کا کارنامہ ہے جب کہ تہذیب چند کیمونٹیوں کا کارنامہ ہوتا ہے۔ ایک کیمونٹی کی تہذیب دوسرے علاقہ کی کیمونٹی سے مختلف ہوتی ہے۔

ماہرین آثار قدیمہ کی رائے میں تقریباً ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح کے دور کو "دھات کے دور" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس دور میں انسان کانسے، تانبے اور جست کے استعمال سے بخوبی واقف ہو گیا تھا۔ یہ دور انسان کے سائنسی ارتقاء کا اولین مرحلہ ہے۔

3 سبق کا متن

3.1 کانسے کے دور کا آغاز

انسانی زندگی میں کانسے کے دور سے ایک نئے عہد کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور میں پتھر کے بجائے کانسے دھات وغیرہ سے ہتھیار اور اوزار تیار کیے جانے لگے۔ جس سے ہتھیاروں، اوزاروں وغیرہ کا معیار بہتر ہونے کے ساتھ ساتھ سماجی و معاشی گروہوں کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ سماج کے افراد مختلف اقسام کے پیشوں کے اعتبار سے گروہوں کی شکل میں رہتے بستے تھے۔ لیکن سب مل کر کام کرتے تھے۔ آپسی میل جول اور تجربات سے نئی نئی ایجادات ہونے لگیں جو کیمونٹی کی ترقی میں مددگار ثابت ہوئیں۔ اس طرح زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کی راہیں کھلتی چلی گئیں، جس کے اچھے نتیجے برآمد ہوئے۔

غذائی پیداوار میں اضافہ کی خاطر کاشت کاری پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ زرعی شعبے کی فاضل پیداوار دوسرے لوگوں کے لیے روزگار کا ذریعہ بن گئی۔ کسان اناج اُگاتا، جب کھیتوں کی پیداوار میں خوب اضافہ ہوتا تو دوسرے لوگ فاضل پیداوار کو فروخت کرنے دوسری کیمونٹیوں کے پاس لے جاتے، فروخت کرنے کے بعد اصل اناج کی قیمت کسان کو ادا کرتے اور منافع ان لوگوں کے حصے میں آتا۔ اس طرح معاشی ترقی ہونے لگی تو ضروریات زندگی میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔

3.2 کانسے کی دریافت

انسان ابتداء سے جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں رہا کرتا تھا۔ جب شکار کی تلاش میں نکلتا تو ہتھیاروں کی ضرورت محسوس ہوئی تو ہتھیار تیار کیے۔ جو ابتداء میں لکڑی یا پتھر کے تھے جب انسان کو پانی کی قلت محسوس ہوئی تو اس نے زمین کھودی تو بعض جگہوں پر بجائے پانی کے کسی دھات کے پتر برآمد ہوئے جنہیں دیکھ کر انسان کو یقین ہوا کہ اس جگہ کے آس پاس کی زمین میں بھی دھات کے ذخائر موجود ہیں۔ لہٰذا وہاں آباد کیمونٹی نے مختلف مقامات پر کھدوائیاں کیں جہاں سے کافی مقدار میں کانسہ، تانبہ وغیرہ برآمد ہوا۔ انسان نے پہلے اس دھات سے ہتھیار، اوزار اور برتن تیار کیے۔ وہ لکڑی کے مختلف استعمال جیسے نیزہ وغیرہ سے پہلے سے واقف تھے۔ جب دھات دستیاب ہوئی تو اس کو پگھلا کر برتن، ہتھیار اور اوزار بنائے جس سے ان اشیاء کی بناوٹ اور معیار میں بہتری آئی۔ دھات کا استعمال عام ہونے لگا تو خام مال کی ضرورت میں اضافہ ہوا تو دھات کے حصول کے لیے مختلف مقامات پر کھدوائیاں کرنی پڑیں۔ دھاتوں کی کھوج میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا گیا تو انسان نے کئی قسم کی دھاتیں کھود نکالیں اور ان پر ہمہ اقسام کے تجربات کیے۔ کانسے

وغیرہ کی دریافت کے بعد ترقی کی نئی راہیں خود بخود ہموار ہوئیں۔ان دھاتوں کو قابل استعمال بنانے کے دوران اکثر تجربات ہوئے وہ انسان کا سائنسی دنیا میں پہلا قدم تھا۔کانسے کی دریافت اور اس کے استعمال کی وجہ سے یہ عہد" کانسے کے دور" سے موسوم ہوا۔انسان کی اس ترقی کو تاریخ عالم میں "سماجی انقلاب" کہا جاتا ہے۔

3.3 ہڑپہ تمدن–قدیم مگر تہذیب یافتہ

برطانوی عہدیدار" جنرل کا ننگھم" نے 1826ء کی ابتداء میں ہڑپہ اور موہنجوداڑو کے مقام پر کھدوائیاں کروائی تھیں۔ان کھدوائیوں میں برآمد شدہ کھنڈرات، برتن، ہتھیار، اوزار وغیرہ کے مطالعے سے ماہرین نے یہ رائے قائم کی کہ تین ہزار برس قبل مسیح دریائے سندھ کے کنارے بہت ہی تہذیب یافتہ تمدن گزرا ہے۔اس تمدن کا مخزن یعنی اصل جگہ وادی دریائے سندھ اور اس کی معاون ندیاں ہے۔اسی وجہ سے یہ "دریائے سندھ کی وادی کے تمدن" سے موسوم ہوا۔اس کو ہڑپہ تمدن بھی کہا جاتا ہے۔

ہڑپہ تمدن اس دور کے انسان کی زندگی کی بہتری کے لیے کی گئی جدوجہد کی زندہ مثال ہے۔انسانی عقل حیران ہے کہ آج سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل اس علاقہ میں انتہائی تہذیب یافتہ لوگ آباد تھے۔جنھوں نے اپنی رہائش کے لیے ایک بہت ہی منصوبہ بند شہر بنوایا تھا۔ہڑپہ کے کھنڈرات سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر کو باقاعدہ منصوبہ(ٹاؤن پلاننگ) بندی کے تحت بسایا گیا تھا۔یہ تمدن صرف ہڑپہ اور موہنجوداڑو تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ کے تقریباً ایک ہزار چھ سو کیلو میٹر رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔

ہڑپہ دریائے راوی کے کنارے ضلع مونٹگمری (موجودہ پاکستان) میں واقع ہے۔ماہر آثار قدیمہ سرجان مارشل کی رائے میں دریائے سندھ کے تمدن کا 2750 تا 2250 برس قبل مسیح کا درمیانی دور ہے۔اس کی ہم عصر تہذیبیں مصر، بابل (BABYLONIAN) اور میسو پوٹیمیا کی ہیں جب کہ بعض ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ دریائے سندھ کی تہذیب اپنے دور کے دوسری تہذیبوں کی بہ نسبت کافی ترقی یافتہ تھی، ہڑپہ میں برآمد چند اشیاء پر کیے گئے ریڈیائی کاربن تجربات کے بعد ماہرین نے نتیجہ اخذ کیا کہ "ہڑپہ کا تمدن" 2500تا1500 برس قبل مسیح کا ہے۔

3.4 ہڑپہ تمدن کی خصوصیات

3.4.1 شہری منصوبہ بندی

ہڑپہ میں کی گئی کھدوائیوں میں سے برآمد شدہ کھنڈرات وغیرہ کے مشاہدے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے لوگوں کی غور و فکر، سوجھ بوجھ اور ذہانت کا جواب نہیں تھا۔ان لوگوں نے ہڑپہ شہر کو بسانے سے قبل منصوبہ بندی (ٹاؤن پلاننگ) کو خاصی اہمیت دی ہے۔جو ان کی غیر معمولی ذہانت اور دور اندیشی کا ثبوت ہے۔شہر ہڑپہ کے درمیان سے گزرنے والی بڑی سڑک ایک کوس تک سیدھی تیار کی گئی تھی تا کہ آمدورفت میں سہولت ہو۔سڑکوں کی تعمیر میں آگ سے بھنی ہوئی اینٹوں کا استعمال ایک عام بات تھی۔اس سے سڑکیں سطح اور موسم برسات میں بھی قابل استعمال رہتی تھیں، سڑکیں کشادہ ہوتی تھیں، سڑکوں کی دونوں جانب مختلف سائز کے چھوٹے بڑے مکانات تعمیر کیے گئے تھے۔ان میں ایک منزلہ اور دو منزلہ مکانات بھی شامل ہیں۔مکانات کی تعمیر میں پتھر، اینٹوں اور مٹی کا استعمال کیا

جاتا تھا۔ مکانات میں برآمدے بھی ہوا کرتے تھے۔ بعض مکانوں کے سامنے برآمدوں میں چراغ روشن کرنے کے لیے ستون بنائے گئے تھے۔ جن پر روزانہ رات میں چراغ روشن کیے جاتے تھے تاکہ رات میں سڑکوں پر روشنی رہے۔

3.4.2 نکاسی کا نظام (Drainage System)

ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی کھدوائیوں میں برآمد شدہ کھنڈرات کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دریائے سندھ کی وادی میں جو شہر آباد تھے ان کا نظام نکاسی بہت ہی ترقی یافتہ اور حفظانِ صحت کے اُصولوں کو مدنظر رکھ کر تیار کیا گیا تھا۔ اینٹوں سے بنائی ہوئی نکاسی نالیوں کو پتھروں سے ڈھانک دیا جاتا تھا تاکہ بدبو پھیلنے نہ پائے۔ مکانوں سے گندہ پانی بہہ کر نالیوں میں آتا اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اسی مقصد کے لیے بنائے گئے بڑے گڑھوں میں جمع ہو جاتا تھا۔ ان گڑھوں کی وقفہ وقفہ سے صفائی کی جاتی تھی۔ صفائی یا نکاسی کے کام کے لیے خاص عملہ مقرر تھا جس کا یہی کام ہوتا تھا۔ مکانوں کے پچھواڑے میں ایک کنواں ضرور تعمیر کیا جاتا تھا تاکہ پانی بہ آسانی میسر آئے۔ مکانوں میں حمام کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا، ہر کمیونٹی کے لیے ایک بڑا حمام (جس کا طول 180 فٹ اور عرض 108 فٹ ہوتا) بنایا جاتا تھا۔ جہاں مردوں کے غسل کا معقول انتظام ہوا کرتا تھا۔ عورتوں کے لیے گھروں میں حمام ہوتے تھے۔

3.4.3 گودام

ہر کمیونٹی اپنے علاقے میں ایک گودام ضرور بنواتی تھی جس میں اناج وغیرہ کا ذخیرہ کیا جاتا تھا۔ جس میں فاضل پیداوار بھی شامل ہوتی تھی۔ گودام میں باربرداری کے لیے مزدور بھی موجود رہتے تھے، ان مزدوروں کے لیے گودام کے پاس ہی چھوٹے چھوٹے مکانات بھی تعمیر کروائے گئے تھے تاکہ وقت ضرورت فوراً گودام چلے آئیں۔ ہڑپہ اور موہنجوداڑو کے لوگوں کی پسندیدہ غذا گیہوں اور جو تھی۔ اکثر ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ وہ لوگ چاول کی کاشت سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ کھجور کے درخت بکثرت لگائے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ گوداموں میں میوہ جات کو بھی جمع کر کے رکھا جاتا تھا۔ یہاں کے لوگ دودھ، گوشت، انڈا، میوے، مچھلی وغیرہ کا بہت استعمال کیا کرتے تھے۔ کھیتوں میں اناج کے علاوہ ترکاری کی بھی کاشت کی جاتی تھی۔

3.4.4 مذہبی عقیدہ

ہڑپہ کے لوگ آج سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل فنون لطیفہ میں مہارت رکھتے تھے۔ اُنھوں نے سنگ تراشی، مجسمہ سازی اور مصوری میں ملکہ حاصل کر لیا تھا۔ یہاں کھدوائیوں میں سنگ تراشی کے دو نایاب نمونے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک مجسمہ کسی "یوگی" کا ہے۔ جس کی آرائش پر کافی توجہ دی گئی تھی۔ اس مجسمہ کے ایک کاندھے پر شال ہے۔ اس یوگی کی آنکھیں آدھی کھلی ہیں۔ جب کہ دوسرا مجسمہ سرخ پتھر میں تراشا ہوا ہے۔ ہڑپہ میں برآمد دیگر مجسموں کے مشاہدے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس زمانے میں وہاں کے لوگ "دیوی ماتا" کی پرستش کیا کرتے تھے۔

کھدوائی میں دستیاب مہروں (SEALS) پر پیپل (برگد) کے درخت کی دو ٹہنیوں کے درمیان ایک دیوتا کو ایستادہ (کھڑا) کیا گیا تھا۔ اسی طرح کی کئی مہریں ملی ہیں جن پر پیپل کے درخت کی تصویر کندہ دکھائی دیتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ "پیپل" کے درخت کو بہت ہی مقدس تصور کیا جاتا تھا۔

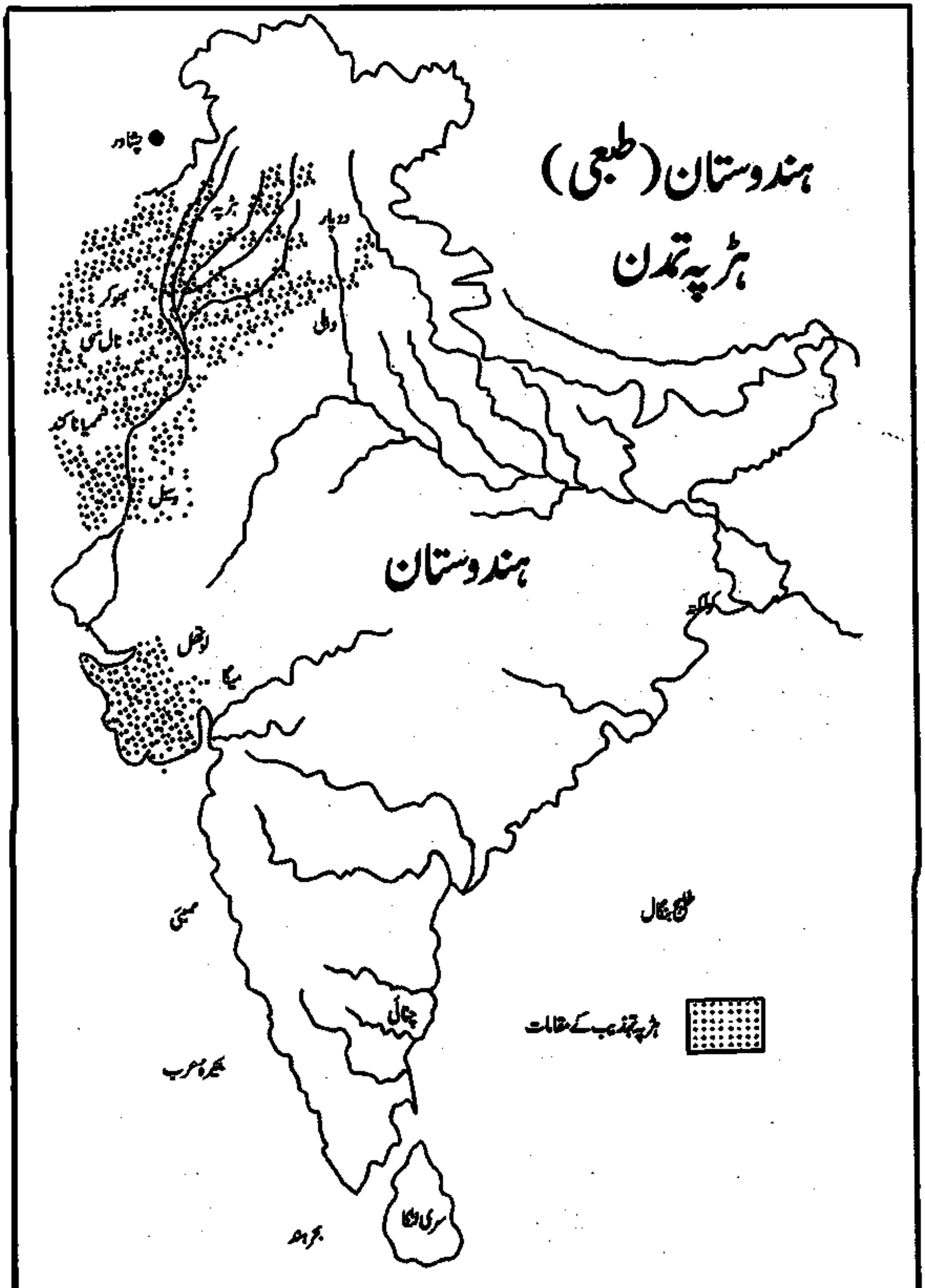
ہندوستان (طبعی)
ہڑپہ تمدن
پشاور
ہڑپہ
روپار
دہلی
ہندوستان
کولکتہ
خلیج بنگال
ممبئی
چنائی
ہڑپہ تہذیب کے مقامات
بحیرۂ عرب
سری لنکا
بحر ہند

3.5 قدیم تہذیبوں کا فروغ

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا کی تہذیبوں کا مخزن دریاؤں کی وادیاں تھیں۔ دریائے سندھ کے کنارے ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی تہذیب بہت قدیم ہے۔ ہم ہندوستان کے نقشے میں ان مقامات کی نشاندہی کریں گے جہاں قدیم تہذیب وتمدن کا آغاز ہوا تھا۔

دنیا کی اہم ترین تہذیبیں جیسے میسوپوٹیمیا اور بابل کی تہذیب، مصر کی تہذیب، قدیم چینی تہذیب، ہڑپہ، موہنجوداڑو وغیرہ یہ سب ہی تہذیبیں دریاؤں کی وادیوں میں پروان چڑھی ہیں۔ سارے عالم کی تہذیبوں کی ابتداء 3250 تا 2750 ق۔م (قبل مسیح) کے درمیان ہوئی اس دور میں پتھر کے بجائے کانسہ کا استعمال عام ہوا۔ کانسے اور تانبے سے تیار کردہ ہتھیاروں اور اوزاروں کے استعمال سے ترقی کی راہیں ہموار ہوئیں۔ ایک کمیونٹی خام مال کے ذخائر رکھتی ہے تو دوسری کمیونٹی اس سے مال خرید کر اوزار اور ہتھیار تیار کرکے فروخت کرتی۔ دھات کی مانگ میں رفتہ رفتہ اضافہ ہونے لگا تو مختلف کمیونٹیاں دھاتوں کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے تعلقات قائم کرنے پر مجبور ہوگئیں۔ اس زمانے میں ہڑپہ، موہنجوداڑو اور میسوپوٹیمیا کے درمیان تجارت ہوا کرتی تھی۔ تجارت کے ذریعہ دنیا کی کمیونٹیوں کے آپسی خوشگوار رابطہ سے سائنسی اور ٹکنالوجی کے میدان میں ترقی کی راہیں ہموار ہوئیں اور بین الاقوامی تجارت اور تکنیکی خصوصیات کو فروغ ہوا۔ اسی طرح کے میل ملاپ سے تہذیب کو بھی فروغ نصیب ہوا۔ سندھ کے شمال مشرق میں دریائے ہوانگ ہو کے کنارے چینی تہذیب کو فروغ ہوا۔ دریائے نیل کے کنارے مصری تہذیب۔ دریائے فرات (عراق) کے کنارے میسوپوٹیمیا اور بابل کی قدیم تہذیبوں کی نشوونما ہوئی۔

دنیا کی مختلف کمیونٹیوں میں لوگ معاشی ترقی اور ذرائع آمدنی میں اضافہ کی وجہ سے خوش حال رہنے لگے۔ معدنی پیداوار کے ذخائر اور خام مال کی فروخت سے اس کمیونٹی کی آمدنی میں اضافہ ہوا تو وہاں کے لوگ بجائے آرام کے کاشت کاری پر زیادہ توجہ دینے لگے۔ فاضل پیداوار سے دست کاروں اور ہنر مندوں کے علاوہ کمیونٹی کے دیگر افراد کو فائدہ ہوتا تھا۔ جن میں کمہار، گاڑی بان وغیرہ بھی شامل ہیں۔

سارے عالم کی تہذیبوں کا مخزن ایشیاء ہے۔ دریائے سندھ کی تہذیب، دریائے فرات کی تہذیب (بابل اور میسوپوٹیمیا)، دریائے ہوانگ ہو کی چینی تہذیب، ان سب کا تعلق ایشیاء سے ہے۔ ان ساری تہذیبوں کا ایک دوسرے سے رابطہ اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے ایشیائی تہذیب کو عروج حاصل ہوا۔ اس میل ملاپ اور رابطہ کے باعث بین الاقوامی سطح پر تجارت کے مواقع فراہم ہوئے۔ مصری تہذیب سے بھی ایشیائی تہذیبوں کے روابط تھے کیوں کہ مصر براعظم آفریقہ کے شمالی حصہ میں جزیرہ نما عرب سے بہت ہی قریب واقع ہے، جزیرہ نما عرب بابل کی قدیم تہذیب کا گہوارہ تھا۔ اس طرح کے میل ملاپ سے تجارت میں اضافہ ہوا اور ایک علاقہ کے افراد دوسرے علاقوں کے افراد سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے۔ تجارت میں مسابقت اشیاء کی بہتری میں مددگار ثابت ہوئی۔

3.6 دریائی وادیوں کی تہذیبوں کا آغاز

دنیا میں انسانی تہذیب کا آغاز دریائے دجلہ وفرات (عراق) کی وادی میں واقع میسوپوٹیمیا سے ہوتا ہے۔ دریائے نیل (مصر)، دریائے ہوانگ ہو (چین) اور دریائے سندھ کی تہذیبیں میسوپوٹیمیا کی تہذیب سے بہت جداگانہ ہیں لیکن ان سب کے عوامل مشترک تھے۔ جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ دریائے دجلہ وفرات کی وادی کی تہذیب وتمدن، وہاں کے قدرتی حالات، ماحول، زبان، مذہب اور طرز زندگی دریائے ہوانگ ہو، دریائے نیل اور دریائے سندھ کی وادیوں کی تہذیب و تمدن سے بالکل مختلف رہی ہیں لیکن ان ساری تہذیبوں کے معاشی وسائل اور ان کا استعمال ہر جگہ تقریباً ایک ہی نوعیت کا ہوا کرتا تھا۔ کیوں کہ ساری دنیا میں

شکل نمبر 22 ہڑپہ کی کھدائی میں برآمد قدیم آثار

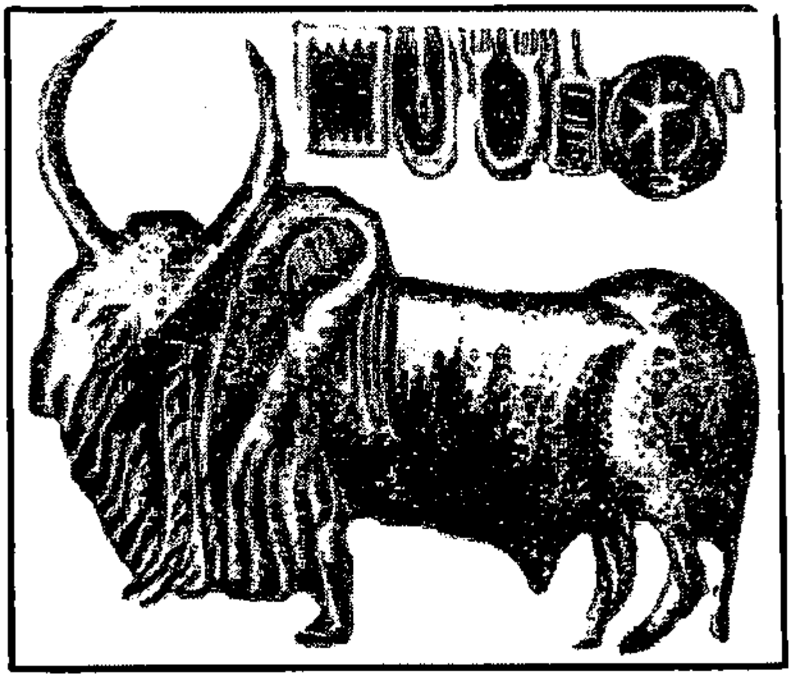

شکل نمبر 2.3 ہڑپہ-کھدوائی میں دستیاب ایک مہر

طریقہ زراعت، معدنی وسائل اور ان کا استعمال وغیرہ تو تقریباً یکساں نوعیت کے ہوں گے اس کے ساتھ ساتھ ضروریات زندگی میں بھی یکسانیت ایک لازمی امر ہوگا۔

کسی ایک کیمونٹی نے دنیا کی قدیم تہذیب کو فروغ نہیں دیا ہے بلکہ سارے عالم کی کیمونٹیوں نے مل کر مشترکہ طور پر عالمی تہذیب و تمدن کو فروغ دیا ہے، جو کہ ایک اجتماعی عمل ہے۔ ہر کیمونٹی نے اپنے علاقہ میں ایک تہذیب کی نشوونما کی ہے۔ تجارت پیشہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے لگے تو کاروبار میں سہولت کی خاطر دوسرے علاقوں کی زبانیں سیکھنے اور رسوم ورواج کو دیکھنے کا موقع ملا۔ رسوم ورواج آپسی تعلقات کو ہموار کرنے میں مددگار ثابت ہوئے۔ ایک دوسرے کے رسوم اور رواج کو اپنانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے لگے۔ اسی طرح لباس کا تبادلہ بھی عمل میں آیا جو کہ ایک بہت ہی اہم کڑی ہے۔ درحقیقت اس دور کے ثقافتی کارنامے جدید عالمی تہذیب کی کلیدی پرتیں ہیں جو کہ تمام کیمونٹیوں کی مشترکہ جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ سب کیمونٹیوں نے یکسانیت کو اہمیت دی جس کی وجہ سے اجتماعی حیثیت کا ظہور ہوا۔ اسی اجتماعی کارنامے کا پھل جدید دور کی تہذیب کی شکل میں برآمد ہوا اور تحقیق کی راہیں ہموار ہوئیں۔

قدیم تہذیب و تمدن میں شکار اور مویشیوں کی پرورش کا کام ابتداء سے ہی مردوں کے ذمہ رہا ہے۔ جب کہ عورتیں کاشت کاری وغیرہ جیسے دوسرے کام بخوبی انجام دیتی چلی آرہی ہیں۔ جو ایک طرح سے عورتوں اور مردوں میں کام کی تقسیم تھی۔ جس کے نتیجے میں عورتوں اور مردوں میں مساوات کا اُصول تشکیل پایا۔ یہی اُصول مساوات، جدید جمہوریت کا بنیادی ستون بن گیا ہے۔

3.7 سماجی خصوصیات اور اُن کی ارتقائی منزلیں

ابتداء میں انسان شکار اور پھل پتوں سے پیٹ بھرتا تھا۔ جب وہ پھل وغیرہ کھا کر بیج پھینک دیتا تو اسی بیج سے زمین سے پودے نمودار ہوئے۔ جو زراعت کی ابتداء تھی۔ انسان کو معلوم ہوا کہ زمین میں بیج بونے سے درخت اور پودے اُگتے ہیں۔ ذہنی نشو ونما سے زراعت میں اضافہ ہوا۔ رفتہ رفتہ لوگ اپنی زندگی میں تبدیلیاں لائے۔ مویشی پالنے لگے، گھر بنانے لگے اور انسان نے شکار کا آغاز نوکیلے پتھروں سے کیا تھا۔ جب دھاتیں دریافت ہوئیں تو ان سے ہتھیار بنانے لگے جوں جوں زمانہ بدلتا گیا لوگ جنگلوں اور غاروں کے بجائے گھر بنا کر، بستیاں بسا کر رہنے لگے اس کے لیے مختلف پیشوں سے وابستہ لوگوں کی ضرورت پڑی۔ جیسے بڑھئی، کمہار، لوہار، جلاہا، کسان وغیرہ اس طرح سب مل کر رہنے لگے تو سماج کا وجود ہوا۔ سماج میں رہنے کے قوانین بنائے گئے۔ لوگ سماج کے اُصولوں اور قوانین کی پابندی کرتے ہوئے نظم وضبط کی زندگی بسر کرنے لگے جو سماجی زندگی کا آغاز ہے۔ معاشی زندگی میں ترقی اور تجارت میں اضافہ سے بعض کمیونٹیوں نے فرصت کے اوقات کو فنون اور ٹکنالوجی کی ترقی میں صرف کرنا شروع کیا۔ اسی دوران فن تحریر نے بھی زندگی کے منظم و مستقل اُصولوں کو روشنی بخشی۔

کانسے کے دور میں پتھر اور لکڑی کے بجائے دھاتوں سے ہتھیار اور اوزار تیار کیے تو ان کے معیار میں قابل قدر اضافہ ہوا۔ اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں میں بھی ترقی ہوئی۔ نئی ٹکنالوجی اور ایجادات کی بدولت صنعتوں کا قیام عمل میں آیا۔ خام مال کے حصول کے لیے صنعتوں اور تجارتی کمیونٹیوں کو دوسرے علاقوں پر انحصار کرنا پڑا۔ جہاں سے دھاتیں برآمد ہوئیں۔ اہل ہنر مثلاً دست کار، جلاہے، بنکر، موچی، نجار، ٹوکریاں بنانے والے، کمہار، لوہار وغیرہ نے اپنے علاحدہ گروہ تشکیل دیے۔

انسان نے ابتداء میں دریاؤں کے کنارے سکونت اختیار کی تاکہ پانی کے حصول میں سہولت ہو۔ یہ پانی زراعت اور پینے کے لیے استعمال میں آتا تھا۔ موسم برسات میں جب کبھی سیلاب اور طغیانی آتی تو انسان نے اپنی حفاظت کے لیے دریا پر پشتے (بند) تعمیر کیے تھے۔ غالباً یہی پشتہ یا بند کی تعمیر کا آغاز ہے۔

اسی دور میں کمہار نے مٹی کے برتن کی تیاری میں آسانی کی خاطر تجرباتی طور پر لکڑی کا ایک پہیہ (WHEEL) ایجاد کیا جس سے برتنوں کی تیاری میں سہولت ہوئی۔ نجار نے دو پہیے جوڑ کر بیل گاڑی ایجاد کی جو نظام حمل ونقل میں ایک عظیم انقلاب ثابت ہوئی۔ ابتداء میں دریا کو عبور کرنے کے لیے لکڑی کے بڑے تختے اور بڑی بڑی ٹوکریاں استعمال کی جاتی تھیں۔ پھر نجار نے لکڑی کے تختوں کو خوبصورتی سے جوڑ کر دریاؤں میں آمد ورفت کے لیے ایک نئی سواری تیار کی جو کشتی کہلائی۔ کشتی کے ذریعہ دریاؤں کے دوسرے کناروں پر رہنے بسنے والوں کے ساتھ تجارت کی جانے لگی۔ تجارت میں ذرائع حمل ونقل کی ترقی سے بہت اضافہ ہوا۔ کمیونٹیوں نے آمد ورفت میں سہولت کی خاطر سڑکوں کی تعمیر پر توجہ دی۔ اس طرح ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے دیہاتوں نے شہروں کی شکل اختیار کرلی۔ شہروں میں قانون کی عمل آوری کے لیے انتظامیہ کا وجود ہوا۔ اسی طرح دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے بسنے والوں نے نظم ونسق کی بحالی کے لیے نئے نئے طریقے اپنائے۔ جس کی وجہ سے دنیا کی سیاسی اور اقتصادی تنظیمیں ایک دوسرے سے بالکل مختلف

رہیں۔ میسوپوٹیمیا اور ایرانیوں نے بہترین ہتھیاروں کی تیاری کے ذریعہ دوسرے علاقوں کے لوگوں پر اپنی فوقیت برقرار رکھی۔ نئے نئے ہتھیاروں کا جنگوں میں استعمال ہونے لگا۔ جنگ میں شکست کھانے والوں کو غلام بنایا جاتا اور اُنھیں معاشی ترقی کے لیے استعمال کیا گیا۔ جنگ میں فاتحوں نے حکمرانوں کی حیثیت سے علاحدہ جماعت قائم کی۔ حکومت کرنے کا حق اس جماعت میں موروثی بنتا چلا گیا۔

فاضل پیداوار کی تقسیم میں باصلاحیت اور ہنرمندوں کو ترجیح دی جانے لگی۔ یہ طریقہ مختلف سماجی کمیونٹیوں کے درمیان عدم مساوات اور امتیازی سلوک کی بنیاد بن گیا۔ فاتحین کو اعلیٰ اعزازات دیے جاتے۔ یہ خیال بھی عام ہوا کہ حکمران مافوق الفطرت قوتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ خاص ٹھکانوں کی حفاظت پر محافظین کا تقرر کیا جانے لگا اور اُنھیں جنگجو سپاہیوں کا مرتبہ دیا گیا۔

آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے کھدوائیوں میں برآمد شدہ اشیاء کے مطالعے سے کچھ مقامی اداروں کے وجود کا پتہ لگایا ہے جس سے اس زمانے کے لوگوں کے مذہبی عقائد کا علم ہوتا ہے۔ میسوپوٹیمیا میں مندروں کے شہر تھے۔ جہاں مقامی دیوی یا دیوتا کے نمائندے کی حیثیت سے پجاری حکومت کیا کرتے تھے۔ سمیریا میں مندر کے شہروں کو "ذی گورات" (ZIGGURAT) کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ان شہروں میں پٹیسی (PATESI) پجاری حکومت کیا کرتے تھے۔ حکمرانوں کا بنیادی فریضہ شہروں کی حفاظت کرنا اور فاضل پیداوار کو سماج کی مختلف کمیونٹیوں میں برابر تقسیم کرنا تھا۔ یہی بات عالمی کمیونٹیوں میں سیاسی تنظیموں کے قیام کا باعث بنی۔

کانسے کے دور میں لوگوں کے غور و فکر، سوجھ بوجھ اور ذہانت میں خاصی تبدیلی واقع ہوئی جس سے سائنسی اور ٹکنالوجی کی صلاحیتوں میں اضافہ کے ساتھ ساتھ عبادت کے طریقے میں بھی نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ ابتداءً عبادت اجتماعی ہوا کرتی تھی۔ معاشی ترقی کے ساتھ پجاریوں کا ایک پیشہ ورانہ گروہ وجود میں آیا اور پوجا پاٹ پجاریوں کے ذریعہ کی جانے لگی۔ پجاریوں نے عبادت کی رسومات کو پوشیدہ رکھتے ہوئے اُنھیں اپنے تک محدود رکھا۔ اس طریقہ عبادت میں پجاریوں کو نذرانے اور تحفے دینے کا رواج عام ہوا اور دیوتاؤں اور دیویوں کی علامتوں پر بھینٹ چڑھائی جانے لگے، پھر مندروں کی دیواروں پر پرستش کی جانے والے دیوی اور دیوتاؤں کی تصویریں بنائی جانے لگیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ بھگوان شہر کی زندگی کا مرکز ہے اور وہ اپنے سارے کام پجاریوں کے ذریعہ کرتا ہے۔ اس طرح پجاریوں کی عزت، قدر و منزلت اور اہمیت میں اضافہ ہو گیا۔

سمیریوں کا خیال تھا کہ دیوتا کو مشروبات اور اغذیہ کی فراہمی کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا۔ مصر اور سمیریا میں "آفتاب را" بڑا دیوتا تصور کیا جاتا تھا۔ وہ لوگ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کو انسان کی پیدائش اور موت سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی رائے میں اُس دور کے لوگ مرنے کے بعد زندگی پر یقین رکھتے تھے۔ جس کا ثبوت مصر اور سمیریا میں قبروں کی کھدوائیوں میں دستیاب ہوا۔ اُن کے قبرستان شہر سے کافی دور ہوا کرتے تھے۔ مردے کو دفن کرتے وقت بہت سی رسومات انجام دی جاتی تھیں مثلاً مرحوم کا سارا مال و اسباب اس کے ساتھ قبر میں رکھ دیا جاتا تھا تاکہ دوبارہ زندہ ہو تو اُس کی ضرورت پڑے اور کام میں آئے۔

3.8 ادب اور فن

اُس زمانے کے لوگوں کی ایجاد کردہ اشیاء اور ٹکنالوجیکل تجربات کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ لوگ فنون لطیفہ اور ٹکنالوجی کے میدان میں مزید ترقی کرسکتے تھے لیکن اوہام پرستی نے انھیں اس سے باز رکھا۔ اہرام مصر کی تعمیر میں اُن کی فن کارانہ صلاحیتوں کے استعمال سے ایسے شاندار اور عظیم الشان نتائج برآمد ہوئے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اہرام مصر کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہوتا ہے۔ یہ سب اُس دور کے حکمران فرعون مصر اور ان کے افراد خاندان کے مقابر ہیں۔ جس میں ہر بادشاہ کے ساتھ اُس کی قبر میں استعمال شدہ اشیاء، ہتھیار، اُس کی عورتیں اور خدمت گاروں کو بھی زندہ دفن کردیا جاتا تھا۔ کیوں کہ اگر دوبارہ زندہ ہوجائیں تو انھیں اپنی ضروری اشیاء، عورتوں اور خادموں کی ضرورت محسوس ہوگی۔ اہرام مصر آج بھی آفریقہ کے شمال میں واقع ملک مصر میں دریائے نیل کے کنارے موجود ہیں اور ساری دنیا سے سیاح انھیں دیکھنے آتے ہیں۔

3.9 فن تحریر کی ایجاد اور رسم الخط کی ابتداء

ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی کھدوائیوں میں تقریباً دو ہزار مہریں برآمد ہوئیں جس پر جانوروں کی تصاویر کندہ تھیں۔ بعض پر کسی مذہبی جانور کی بھی تصویر کندہ نظر آتی ہے۔ ان مہروں سے ہم کو اُس دور کی تہذیب وتمدن، لباس، زیورات، بالوں کی آرائش، سنگ تراشی، مجسمہ سازی، فنی مہارت، مذہبی عقیدوں وغیرہ کا علم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ان مہروں پر کندہ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے کے لوگوں نے فن تحریر بھی ایجاد کرلیا تھا رسم الخط کی ابتدائی شکل ان مہروں کے ذریعہ دنیا کے سامنے آئی۔ یہ مہریں اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ اُس زمانے میں انسان نے ارتقائی مدارج طے کرتے ہوئے رسم الخط بھی ایجاد کرلیا تھا۔ فن تحریر کی ایجاد سے دنیا میں بہت بڑا انقلاب رونما ہوا۔ دریائے سندھ کی وادی میں ہڑپہ تمدن کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے لوگوں نے بھی اپنا ایک رسم الخط بنالیا تھا۔ مہروں پر کندہ عبارت ہی اس بات کا کھلا ثبوت ہے حالاں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا واضح ثبوت دستیاب نہیں ہوا لیکن یہ ثبوت ہی کافی ہے کہ اُن لوگوں نے اپنی ایک زبان کی ابتداء کرلی تھی جس کو وہ تحریری شکل میں بھی پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ماہرین کی رائے میں ہڑپہ میں دستیاب مہروں پر پائی گئی عبارت اور مصر میں برآمد شدہ مہروں پر کندہ تحریر میں مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ یہ تحریر بائیں سے دائیں جانب لکھی جاتی تھی، بعض مہروں پر اس کے برعکس دائیں سے بائیں جانب لکھی گئی تھی۔

فن تحریر کی ایجاد ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جو ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔ اس کی وجہ سے زبانوں کو فروغ حاصل ہوا۔ اسی فن تحریر کی بدولت جنتری کی تیاری اور جغرافیائی معلومات جیسے آب وہوا، موسموں کی تبدیلیاں وغیرہ حاصل ہوئیں۔ جنس کے دام اور دیگر حساب کتاب میں مدد ملی۔ اسی فن تحریر نے دنیا میں تعلیم کی راہیں ہموار کیں۔

زمانے قدیم میں مصریوں نے موسموں کی بنیاد پر ایک کیلنڈر (تقویم) بھی تیار کرلیا تھا۔ انھوں نے سال کو مہینوں میں، مہینوں کو ہفتوں میں اور ہفتوں کو دنوں میں تقسیم کیا۔ انھوں نے دن کو بھی چوبیس گھنٹوں میں تقسیم کرلیا تھا۔ اُن لوگوں کی فن کارانہ ذہنیت اور اعلیٰ ذوق تعمیرات کا جیتا جاگتا ثبوت اہرام مصر کی تعمیر میں صحیح پیمائش کے اُصول ہیں یہ مثلث نما اہرام مصر علم جیومیٹری کے نایاب نمونے

ہیں۔ان مقابر (اہرام مصر) کو دیکھنے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اُس دور کا انسان علم حساب وعلم جیومیٹری کے قاعدوں سے ماہرانہ واقفیت رکھتا تھا۔

اُس زمانے کے لوگوں نے زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں ترقی کر لی تھی۔اُن کے ذوق تعمیرات نے مقبروں کی شکل اختیار کر لی۔ اُن کے اندھے عقیدوں اور اوہام پرستانہ رسومات کی وجہ سے اُن میں آزادانہ طرز فکر اور حقیقی تصورات فروغ نہ پا سکے اور اُن کے خیالات ایک جگہ منجمد ہو کر رہ گئے۔باوجود اوہام پرستی کے کانسے کے دور میں دنیا کے مختلف علاقوں کے باشندوں کے تکنیکی کارناموں میں چند مشترکہ خصوصیات تھیں جو جدید جمہوری خصوصیات کی بنیاد ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

زمانے قدیم میں انسان نے قلت آب وغیرہ سے چھٹکارہ پانے کے لیے کھدوائی کی تو دھات دستیاب ہوئی۔جس سے اس نے ہتھیار، اوزار، برتن وغیرہ تیار کیے۔ایک علاقہ میں دھات کے ذخائر ملے تو دوسری کمیونٹی نے بھی قسمت آزمائی تو دیگر دھاتیں کانسہ، تانبہ اور جست برآمد ہوئیں۔

دھات کے مختلف استعمال سے ایک ''سماجی انقلاب'' رونما ہوا۔دنیا کی تمام ابتدائی تہذیبوں کا گہوارہ دریاؤں کی وادیاں رہی ہیں۔میسوپوٹیمیا، بابل، مصر، چین، سندھ وغیرہ کی تہذیبوں کا تعلق دریاؤں کے کناروں سے رہا ہے۔ان ساری تہذیبوں کا دور 3250 سے 2750 ق۔م۔(قبل مسیح) کا ہے۔اُس دور میں ہر جگہ کانسے، تانبے اور جست کا استعمال شروع ہو چکا تھا۔کانسے سے اوزار، ظروف، ہتھیار وغیرہ کی تیاری ایک عام بات تھی۔سب کے وسائل ایک جیسے تھے۔سب ہی خام مال اور فاضل پیداوار کے علاوہ تیار اشیاء کی فروخت کے لیے پڑوسی کمیونٹیوں کا رُخ کیا کرتے تھے۔اسی بنیاد پر بین الاقوامی تجارت اور تکنیکی و سائنسی خصوصیات کے تبادلے کا آغاز ہوا۔ساری کمیونٹیوں کے ذرائع آمدنی اور وسائل میں یکسانیت تھی۔جس کے باعث ایک قسم کی وحدت وجود میں آئی۔ اس وحدت کی سب سے بہترین مثال ہندوستانی تہذیب وتمدن ہے۔

عالمی تہذیب کی ابتداء وارتقاء دریاؤں کے کناروں پر ہی ہوئی۔جس میں قابل ذکر دریا ہیں، دجلہ وفرات (عراق)، دریائے نیل (مصر)، دریائے ہوانگ ہو (چین)، دریائے سندھ (ہندوستان)۔دریائے ہوانگ ہو (چین) میں اکثر طغیانی اور سیلاب آیا کرتا تھا جب کبھی دریاؤں میں سیلاب آتا تو کنارے پر بود وباش اختیار کرنے والے لوگ اپنے جان ومال کی حفاظت کی خاطر دریا پر بند باندھ کر یا پتھر وغیرہ ڈال کر دریا کا رخ بدل دیا کرتا تھا۔جس سے اس علاقے کے لوگوں کو موسم برسات میں راحت نصیب ہوتی تھی۔اس طرح انسان کے دماغ میں دریا پر بند باندھنے کا خیال آیا جو بند (DAM) کی تعمیر کا آغاز ہے۔

اسی طرح دریاؤں کے کناروں پر رہنے والوں نے دریا عبور کرنے کے لیے لکڑی کے بڑے بڑے ٹوکروں کا سہارہ لیا۔ساتھ ہی ساتھ لکڑی کے بڑے تختوں پر بیٹھ کر دریا کے دوسرے کنارے پہ جانے لگے۔اس کے بعد انسان کے ذہن میں لکڑی کے تختوں کو مضبوطی سے جوڑ کر کشتی کی تیاری کا خیال آیا۔کشتی ہمہ مقصدی سواری ثابت ہوئی۔ابتداءً چھوٹی کشتی، پھر انسان نے بڑی کشتیوں کی تیاری عمل میں لائی جو باربرداری میں سہولت بخش ہوئیں۔

5 زائد معلومات

''موہنجوداڑو'' سندھی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ''مرحومین کا پشتہ'' ہیں۔ سندھیوں نے موہنجوداڑو کو مرے ہوئے لوگوں کے شہر سے موسوم کیا تھا۔

گجرات میں احمد آباد کے قریب ''لوتھل''، ''ہنکن''، راجستھان، عالمگیر نزد مسیحا پور (یوپی) اور ''روپڑ'' نزد شملہ، ان سب مقامات پر قدیم تہذیب وتمدن کے آثار پائے جاتے ہیں۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) قدیم دور میں دھات کیسے دستیاب ہوئی؟

2) دھات سے انسان نے پہلے پہل کونسی چیزیں بنائیں؟

3) دریائے سندھ کے کنارے کونسی تہذیب کا آغاز ہوا؟

4) ہڑپہ میں کس عہدیدار نے کھدوائیاں کروائیں تھیں؟

5) دنیا کی سب سے قدیم تہذیب کا کیا نام ہے؟

6.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) تہذیب اور ثقافت سے کیا مراد ہے۔

2) کانسہ کے دور کے مذہبی عقائد کیا تھے۔

3) پہیے کی ایجاد کس نے کی اور اس سے کیا کام لیے گئے؟

4) اہرام مصر سے کیا مراد ہے تفصیل سے لکھیے۔

5) کانسے کے دور کے اہم کارنامے بیان کیجیے۔

6.3 معروضی سوالات

6.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) ....اور............ کے درمیانی علاقہ میں میسوپوٹیما............ کا آغاز ہوا تھا۔

2) کثرت میں وحدت............ تہذیب کی اہم خصوصیت ہے۔

3) سمیریا میں مندر کے شہر کو............ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

4) مصریوں کا سب سے بڑا دیوتا............ تصور کیا جاتا تھا۔

5) مصریوں نے جیومٹری کے قاعدوں کو............ کی تعمیر میں استعمال کیا۔

6) ہڑپہ کی تعمیر میں............ کا بطور خاص خیال رکھا گیا تھا۔

7) قلت............ کے لیے زمین کھودی گئی تو............ دستیاب ہوئی۔

8) گودام میں............ کے لیے مزدور بھی رہا کرتے تھے۔

6.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) انسانی زندگی میں ایک نئے عہد کا آغاز ہے۔	(کاشت کا دور-کانسے کا دور-اناج کا دور)
2) قلت آب کے لیے زمین کھودی گئی تو دستیاب ہوئی۔	(سبزی-جڑی بوٹی-دھات)
3) دریائے نیل کے کنارے موجود ہے۔	(تاج محل-ایلورہ-اہرام مصر)
4) کسی ایک نے تہذیب کو فروغ نہیں دیا۔	(سوسائٹی-گروہ-کمیونٹی)
5) کمہار نے ایجاد کیا۔	(برتن-اوزار-پہیہ)
6) ہڑپہ میں اس کو بہت اہمیت دی گئی۔	(خاندانی منصوبہ-منصوبہ بندی)
7) لکڑی کا کام کرنے والے کو کہتے ہیں۔	(کمہار-تاجر-نجار)
8) دریائے ہوانگ ہو اس ملک میں واقع ہے۔	(جاپان-ایران-چین)

6.4 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) تہذیب اور ثقافت کو ایک ہی	تہذیب یافتہ لوگ رہا کرتے تھے۔
2) انسانی تہذیب کا آغاز دریائے	مفہوم کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔
3) مصریوں و میریوں کا سب سے بڑا دیوتا	دو ہزار مہریں برآمد ہوئیں۔
4) ہڑپہ میں پانچ ہزار سال قبل انتہائی	دجلہ اور فرات کی وادی میں ہوا۔
5) کھدوائیوں میں تقریباً	جب کہ عورتیں کھیتوں میں کام کرتی تھیں۔
6) اوہام پرستانہ رسومات آزادانہ	"آفتاب را" تھا۔
7) سارے عالم کی کمیونٹیوں نے مل کر	ملکہ حاصل کر لیا تھا۔
8) مرد شکار اور مویشیوں کی پرورش کرتے	مشترکہ طور پر عالمی تہذیب کو فروغ دیا۔
9) مصوری، سنگ تراشی اور مجسمہ سازی میں	طرز فکر کی حوصلہ افزائی میں مانع ثابت ہوئی۔

سبق 3 لوہے کے دور کی ابتدائی تہذیبیں

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 لوہے کا دور

3.2 قدیم ہندوستانی تہذیب

3.3 قدیم سلاطین اور نظم ونسق

3.4 سماجی ومعاشی حالات

3.5 قدیم مذہبی فلسفہ

3.6 جین مت

3.7 جین مت کا مذہبی فلسفہ

3.8 بدھ مت

3.9 بدھ مت کا فلسفہ

3.10 ہندومت

3.11 رامائن

3.12 مہابھارت

3.13 بھگوت گیتا

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم "ابتدائی لوہے کے دور کی تہذیبوں" کے بارے میں حسب ذیل معلومات حاصل کریں گے:

- ☆ لوہے کا دور
- ☆ قدیم ہندوستانی تہذیب
- ☆ قدیم سلاطین اور نظم و نسق
- ☆ سماجی و معاشی حالات
- ☆ قدیم مذہبی فلسفہ
- ☆ جین مت
- ☆ جین مت کا مذہبی فلسفہ
- ☆ بدھ مت
- ☆ بدھ مت کا فلسفہ
- ☆ ہندو مت — راماین — مہابھارت — بھگوت گیتا

2 تمہید

پچھلے سبق میں ہم "کانسے کے دور کی تہذیب" کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ اس سبق میں ہم "لوہے کے دور کی تہذیبوں" کے تعلق سے معلومات حاصل کریں گے کہ اتفاقاً کانسہ کی دریافت ہوئی تو انسان نے مزید تحقیق کی اور لوہے کی دریافت ایک ہزار سال قبل مسیح میں کی۔ لوہے کو دہکتی آگ میں پگھلا کر اوزار، ہتھیار وغیرہ تیار کیے۔ ہل کی ایجاد سے زراعت میں ترقی ہوئی۔ لوہے کے دور سے قبل ہندوستان میں دریائے سندھ کے کنارے کی تہذیب بڑی اہمیت کی حامل اور بڑی قدیم تھی۔ دریائے سندھ کی تہذیب و تمدن پر کھدوائیوں کے ذریعے روشنی پڑی۔ ان کا رہن سہن، مکانات، سڑکیں، ڈرینج سسٹم وغیرہ بہت ہی منصوبہ بند تھا۔ زراعت پر یہ لوگ خاص توجہ دیتے تھے۔ ان کے برتن و دیگر آرائشی اشیاء معیاری تھے۔ آریاؤں کی ہندوستان میں آمد اور حملے سے یہ تہذیب کو زوال آیا اور آریاؤں نے گنگا کے میدانوں میں اپنی سلطنت قائم کی۔ آریاؤں نے عدم مساوات کو زیادہ اہمیت دی۔ برہمن کا مرتبہ سب سے اعلیٰ تھا۔ ان کی مذہبی کتاب رگ وید تھی۔ ان کے مذہبی رسومات کی پابندیوں، ذات پات کی تفریق، عدم مساوات کی وجہ سے لوگ وردھامنا مہاویر جی کے جین مت کی طرف راغب ہونے لگے جس میں مساوات تھی۔ مہاویر نے ویدوں کی تعلیمات سے انکار کیا۔ جین سے مراد ایسے لوگ جو اپنی خواہشات نفس پر فتح پا چکے ہوں۔ ان کے ہاں جسم اور روح دونوں لازوال ہیں لیکن جین مت کی بعض بندشوں کو عام آدمی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ عام آدمی منحرف ہو کر بدھ مت کی طرف راغب ہونے لگے۔ گوتم بدھ اس مذہب کے بانی ہیں، اس میں انسان کے کرموں کی بڑی اہمیت ہے۔ شنکر آچاریہ جیسے عالموں کی کوششوں سے لوگ دوبارہ ہندو مت کی طرف مائل ہوئے۔

3 سبق کا متن

3.1 لوہے کا دور

انسان نے ایک ہزار برس قبل مسیح لوہے کی دریافت کی۔ ابتداء میں کانسے، تانبے اور جست کی دریافت اتفاقاً ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے انسان کو معلوم ہو گیا کہ زمین سے دھاتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا اس نے کئی مقامات پر کھدوائیاں کیں جس کے دوران بعض جگہوں پر لوہا برآمد ہوا۔ کانسے کی طرح لوہے کو بھی لوہار کی بھٹی میں ڈال کر دہکتی آگ سے پگھلا کر حسب منشاء اور ضرورت مختلف ہتھیار جیسے نیزہ کلہاڑی، چاقو، تلوار تیار کیے۔ بیل گاڑی کے پہیے کے لیے کیل اور کاشت کاری میں سہولت کی خاطر ہل بھی بنایا گیا۔ جس کو ابتداء میں کاشت کاری کے لیے آدمی خود چلاتا تھا بعد میں بیل کے ذریعہ کھیتوں میں ہل چلایا جانے لگا۔ جس کے باعث پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا، زراعت اور تجارت میں ترقی ہوئی۔ لوہے کی ٹکنالوجی کے استعمال سے سیاسی اور سماجی زندگی میں تبدیلی رونما ہوئی، ہند آریائی باشندوں کی دریائے گنگا کی وادی میں آمد کے بعد سے لوہے کی دریافت اور اس کے استعمال کا پتہ چلتا ہے۔

یونان، چین، مصر اور ہندوستان میں زراعت کے لیے اوزاروں اور عمیق ہل چلانے کی وجہ سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ کیل وغیرہ کی تیاری سے بیل گاڑی چلانے میں سہولت ہوئی، حمل ونقل میں آسانی سے تجارت پروان چڑھی، لوہے کی دریافت اور اس کے استعمال سے عام آدمی کو بہت فائدہ ہوا۔

فونیشیا کے لوگوں نے رسم الخط کی ایجاد کی۔ اس کی وجہ سے عبرانی، عربی اور فارسی زبانوں کو ترقی حاصل ہوئی۔ خرید و فروخت میں سہولت کی خاطر لوہے کے سکے تیار کیے گئے جو ابتداء میں بہت بڑے اور وزنی تھے جس کو لے جانے میں دقت ہونے لگی تو چاندی اور سونے کے سکے وجود میں آئے۔ اس طرح انسان کی زندگی پر معاشی تبدیلیوں کے اثرات مرتب ہونے لگے۔ ان معاشی تبدیلیوں کے نتیجہ میں سیاسی تبدیلیاں بھی واقع ہوئیں۔

3.2 قدیم ہندوستانی تہذیب

دریائے سندھ کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں شمار کی جاتی ہے۔ دریائے سندھ کی تہذیب یعنی قدیم ہندوستانی تہذیب کا زوال عین بوقت عروج ہوا۔

اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

(ا) سندھ کے صحرا کے پھیلاؤ نے دریائے سندھ کی وادی کے زرخیز علاقے کو اپنی زد میں لے لیا۔ جس کی وجہ سے زرعی پیداوار متاثر ہو گئی۔

(ب) دریائے سندھ میں وقفہ وقفہ سے آنے والے سیلاب اور طغیانیوں نے کنارے پر آباد شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

(ج) آفات سماوی مثلاً زلزلے اور متعدی وباؤں نے قدیم ہندوستانی تہذیب کی تباہی و بربادی میں اہم کردار ادا کیا۔

(د) وسطی ایشیاء سے آئے بیرونی حملہ آوروں نے مقامی عوام پر حملہ کر کے جانی و مالی نقصان پہنچایا اور قدیم تہذیب کو تباہ و تاراج کر دیا۔

ہڑپہ کے لوگ نہایت امن پسند واقع ہوئے تھے لہٰذا ان کے پاس دوسروں پر حملہ آور ہونا تو درکنار اپنی مدافعت کرنے کے لیے بھی کوئی ہتھیار نہ تھا۔ وہ لوگ صرف شکار کی غرض سے چند ہتھیار تیار کر رکھے تھے چنانچہ بیرونی حملہ آوروں کے مقابلے سے قاصر رہے۔ آریاؤں نے جو دریائے سندھ کی قدیم تہذیب و تمدن کی تباہی کی وہ ہر لحاظ سے قابل مذمت ہے آریائی شہری تمدن سے قطعی ناواقف تھے وہ لوگ دیہاتوں میں قیام کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ شہری زندگی سے واقفیت کے لیے صدیاں بیت گئیں۔ حالاں کہ اُنھوں نے دریائے سندھ کی وادی میں موجود قدیم شہروں کا مشاہدہ کیا تھا لیکن اپنی عادت سے مجبور تھے۔

دریائے سندھ کی قدیم ہندوستانی تہذیب نے دنیا کو اولین شہر، منصوبہ بندی (ٹاؤن پلاننگ) منفرد فن تعمیر، پتھر اور مٹی کا تعمیری اغراض میں استعمال، عوامی حفظان صحت کا خیال، سائنٹفک ڈرینج سسٹم، مسطح سڑکیں وغیرہ سے روشناس کروایا۔

قدیم ہندوستان تہذیب کے مطالعے سے اس بات کا گمان ہوتا ہے کہ ہندومت کا ماخذ بھی دریائے سندھ کی وادی کا تمدن اور ان کا مذہبی عقیدہ تھا۔ محققین کی بھی یہی رائے ہے۔

ہندوستان میں آریاؤں کی آمد اور ان کے دریائے گنگا کی وادی میں قیام سے ایک نئے عہد کا آغاز ہوتا ہے۔ دریائے گنگا کی وادی نہایت زرخیز اور زراعت کے لیے بے حد موزوں تھی۔ آریاؤں کی آمد کے بعد لوہے کا استعمال عام ہوا۔ لوہے کے دور کا ارتقاء دو مرحلوں میں ہوا جس کے پہلے مرحلہ میں لوہے سے ہل و دیگر زراعت میں مدد بہم پہنچانے والے اوزار وغیرہ تیار کیے گئے جس کی وجہ سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ زراعت اور مویشیوں کی پرورش پر اولین ترجیح دی گئی جس سے معاشی ترقی ہوئی۔ اس زمانے میں زرعی اراضیات کی ملکیت مشترکہ ہوتی تھی۔ لوہے کے دور میں لوہار کا کردار سب سے اہم رہا۔ اس نے لوہے کو پگھلا کر ہل، ہتھیار، اوزار، ظروف ہی نہیں بلکہ سکہ بھی بنائے جو ابتداء میں بڑے بڑے اور وزنی ہوا کرتے تھے بعد میں لوہے کے چھوٹے چھوٹے سکے تیار کیے گئے جن پر سرکاری مہر ہوا کرتی تھی، ان سکوں سے اشیاء ضروریہ اور اجناس کی خریدی میں بڑی سہولت ہوگئی، ورنہ جنس کے بدلے جنس سے کافی دشواریاں پیدا ہو رہی تھیں۔

دوسرے مرحلہ میں شمالی ہندوستان میں لوہے کے استعمال میں وسعت کے باعث زرعی پیداوار میں زبردست اضافہ کے علاوہ خام مال کی تجارت و دیگر اوزاروں کی فروخت وغیرہ سے زندگی کے ہر شعبے میں ترقی ہوئی اور نئی نئی صنعتیں قائم ہوئیں، صنعتی اور تجارتی ترقی کی وجہ سے ویشالی، کوسی اور بنارس (وارانسی) کو تجارتی مرکزی حیثیت حاصل ہوئی ساتھ ہی ساتھ ان شہروں کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ لوہے کی دریافت اور اس مضبوط دھات کے استعمال سے کئی ایجاد ہوئیں۔ اس کی مدد سے بڑی تجارتی کشتیاں بنائی گئیں اور ہندوستان میں تیار کردہ مال و دیگر اشیاء بحیرۂ روم کے ساحل تک فروخت کی جانے لگیں۔

آریاؤں میں طبقہ واریت کی وباء عام تھی۔ برہمن اعلیٰ ذات تصور کرتے، کھتری اپنی جنگجو صلاحیتوں اور ہمت و بہادری کے

باعث حکمران تھے۔ ویش طبقہ زراعت اور تجارت کیا کرتا تھا جب کہ شودر طبقہ مذکورہ تینوں طبقات کی خدمت انجام دیا کرتا تھا۔ اس طرح ہندوستان میں ذات پات کے نظام کی ابتداء ہوئی۔

3.3 قدیم سلاطین اور نظم و نسق

آریاؤں میں کھتری طبقہ اپنی بہادری اور جنگجو آنہ خصوصیات کی بنا پر حکمرانی کرنے لگا۔ شمالی ہندوستان میں چھٹویں صدی قبل مسیح میں گنگا کے میدانوں میں کئی سلطنتیں قائم ہوگئی تھیں۔ ان میں سے بعض شاہی طرز کی تھیں جب کہ پہاڑی علاقوں میں جمہوری حکومتیں تھیں۔ کچھ ایسی حکومتیں بھی تھیں جن پر چند امراء برسر اقتدار تھے۔ لیکن اکثریت شاہی سلطنتوں کی تھی (جن کے حکمران مہاجن پد یا جنا پد کہلاتے تھے) جین مت اور بدھ مت کی کتابوں میں ان سلاطین کی تعداد سولہ بتائی گئی ہے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

انگا، کاسی، وریجی، مالا، چھیڈی، کورو، پنچالہ، متسیا، سوراسینا، اسماکہ، گندھارہ، کمبوجا، آونتی، وتسا، کوسالہ اور مگدھ۔

اُوپر بتائے گئے سارے سلاطین گنگا کی وادی اور پہاڑی علاقوں پر واقع تھیں۔ ان میں سے آونتی، وتسا، کوسالہ اور مگدھ سب سے زیادہ پائیدار تھیں۔ خاص کر مگدھ کی سلطنت سب سے زیادہ طاقتور تھی۔ مگدھ کی بادشاہت سے مضبوط اور طاقتور سلاطین کی تاریخ کی ابتداء ہوتی ہے۔ مگدھ کے حکمرانوں نے جن میں بمبی سارا (1495 - 1544 قبل مسیح) سب زیادہ طاقتور اور گوتم بدھ کا ہم عصر تھا اس نے کاشی، کوسالہ اور وتسا جیسی ریاستوں کو اپنی سلطنت میں ملالیا تھا کچھ عرصہ بعد وریجی کی جمہوری حکومت کو بھی شکست دے کر مگدھ میں شامل کرلیا۔ اس مگدھ کی سلطنت ہی شمالی ہندوستان کی سب سے بڑی طاقت تھی۔ مگدھ سلطنت کے حدود میں لوہے اور تانبے جیسی دھات کے معدنی ذخائر موجود تھے۔ ان معدنیات پر تسلط برقرار رکھنے کی خاطر دیگر سلطنتوں پر فوج کشی کر کے انھیں اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اس طرح مگدھ ہندوستان میں سیاسی طاقت کا مرکز بن گیا۔ مگدھ کے موریا خاندان سے اشوک اعظم کا تعلق تھا۔

اس زمانے میں حکمرانوں کا اصل کام اپنی عوام کی حفاظت کرنا اور انھیں اشیائے ضروریہ مہیا کرنا ہوتا تھا۔ حکمران یعنی بادشاہ کی آمدنی کے ذرائع میں بالیں، بھاگا، کارا وغیرہ شامل تھے۔ مگدھ کی حکومت کا ایک منظم نظام قائم کیا گیا۔ بادشاہ کی مدد کے لیے مختلف عہدہ داروں جیسے بھاگا، دوگا، سینا پتی، پروہیت کا تقرر کیا گیا۔ ایک طاقتور سرکاری انتظامیہ کے ذریعہ عوام کو بہتر نظم و نسق فراہم کیا۔

3.4 سماجی و معاشی حالات

قدیم ہندوستانی تہذیب و تمدن میں مساوات کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی تھی ذات پات کی کوئی تفریق نہ تھی۔ سب مل جل کر رہتے تھے حالاں کہ پیشہ وارانہ گروہ بندی تھی لیکن باہمی اتحاد و اتفاق میں کبھی فرق نہیں آتا تھا۔ آریائی باشندوں کے حملوں کے بعد ہند۔یورپی قبائلی خصوصیات کا خاتمہ ہوگیا۔ آریائی باشندوں کی آمد اور گنگا کے میدان میں سکونت پذیر ہونے کے بعد طبقہ واری تقسیم کا وجود ہوا۔ اراضیات پر مالکانہ حقوق رکھنے والے برتر طبقہ اور سخت محنت و مزدوری کرنے والے مزدور طبقہ کی تشکیل عمل میں آئی۔ جس کے باعث کمیونٹی کی زندگی میں عدم مساوات کی ابتداء ہوئی اور یہی ہندوستان میں ذات پات کے نظام کا آغاز ہے۔ دریائے سندھ کی وادی

کی تہذیب میں طبقہ واریت نہیں تھی مرد شکار اور مویشیوں کی پرورش کیا کرتے اور عورتیں کھیتوں میں کام کرتی تھیں۔اس کے برخلاف آریاؤں نے کھیت میں کام کرنے والوں کو مزدور کی حیثیت دی جب کہ مالک اراضی صرف کام کی نگرانی کیا کرتا تھا۔زمین مالک زمیندار بن گیا۔اس طرح زمینداری سسٹم کی ابتداء ہوئی۔زرعی علاقوں میں کھیت مزدوروں اور محنت مزدوری کے لیے مزدور طبقے کی ضرورت پڑنے لگی تو مزدور پیشہ لوگ زرعی اراضیات کے قرب وجوار میں رہائش اختیار کرنے لگے۔اس طرح دیہاتوں میں آبادی ہوئی۔

تاجر پیشہ وارانہ گروہ، دست کار، نجار، ملازمین سرکار وغیرہ شہروں میں رہنے لگے اور معیشت کو فروغ دینے میں مصروف ہو گئے۔زمینداری سسٹم میں مزدوروں سے زیادہ کام لیا جانے لگا جس کی وجہ سے پیداوار میں وسعت ہوئی۔ہر کام میں مزدوروں کو لگایا جانے لگا تو عام آدمی کی فرصت کے اوقات میں اضافہ ہو گیا اس سے لوگ ادب اور فنون لطیفہ میں دلچسپی لینے لگے۔یوں فرصت ملنے لگی تو انسان نے نت نئے تجربات کیے اور ریاضیات، نجوم اور فلکیات کے علوم سے واقفیت حاصل کی۔علم فلکیات اور جغرافیہ پر بہت کچھ لکھا گیا جس کی بدولت سائنٹفک نقطہ نظر میں وسعت پیدا ہوئی۔

3.5 قدیم مذہبی فلسفہ

آریاؤں کے مذہبی فلسفہ کا علم ہمیں ویدوں سے ہوتا ہے۔

> رگ وید سب سے قدیم مذہبی کتاب ہے جس کے ذریعہ ابتدائی ویدک زمانے کے معلومات حاصل ہوتے ہیں۔

آریا ایک خدا کو مانتے تھے۔ان کے بھجنوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا خدا ایک تھا جس کو وہ مختلف ناموں سے یاد کرتے تھے۔ابتداء میں آریاؤں نے فطرت کے مظاہر کی پرستش کی۔جو ایک طرح سے دریائے سندھ کی وادی کے قدیم بسنے والوں کے مذہبی عقیدے کی تقلید تھی۔"اندر" طاقت، بارش اور بجلی کا دیوتا تھا۔یہ جنگ کا بھی دیوتا تھا جو ہمیشہ دشمن کو تباہ کرنے کے لیے تیار رہتا تھا۔

"اگنی" آگ کا دیوتا جو کہ انسان اور خدا کے درمیان رابطہ کا کام انجام دیتا ہے۔جب قربانی دی جاتی تو آگ کا ہونا لازمی امر ہوتا۔شادی بیاہ اور آخری رسومات بغیر آگ کے انجام نہیں پاتے تھے۔

"خدا" سب سے زیادہ طاقتور اور افضل سمجھا جاتا تھا، جو اپنے عبادت گزاروں کا ہمیشہ بھلا چاہتا۔رگ وید میں کسی بھی تصویر، مورتی یا شکل کی پرستش کا اشارہ نہیں ملتا خدا کی عبادت یا پرستش کی جاتی جو کھلے میدان میں انجام دی جاتی تھی۔پرستش کے ساتھ قربانی کی بھی بہت اہمیت تھی۔ان کے ہاں مندروں یا مورتیوں کا وجود نہیں تھا۔وہ لوگ بھجن گا کر اور قربانی دے کر عبادت کیا کرتے تھے جس میں ہر خاندان کے سارے افراد شریک ہوا کرتے تھے۔

"قربانی" (یگنہ) کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ قربانی کے لیے دودھ، شربت سوما، اناج، گھی اور گوشت کا استعمال عام تھا۔ یہ عمل کھلے میدانوں میں اور گھروں میں انجام دیا جاتا تھا۔ اس کے لیے برہموں کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ جو مذہبی دستورالعمل پر زیادہ زور دیتے تھے بہ نسبت بھجن کے۔ برہموں نے بڑے ہی پیچیدہ منتر پڑھنے شروع کیے تاکہ قربانی زیادہ پر اثر ہو۔ پوجا پاٹ کی انجام دہی کے سبب برہموں کا رتبہ بہت بلند ہو گیا۔ کوئی بھی کام ان کی موجودگی اور پوجا پاٹ کے بغیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پیچیدہ مذہبی دستورالعمل کے علاوہ برہموں نے توہم پرستی کے ذریعہ بھی عام ہندوؤں کو اپنا محتاج بنالیا کہ ہر کام کے کرنے سے پہلے برہموں سے مشورہ ایک لازمی امر بن گیا۔ یگنہ (قربانی) کے دوران ایک معمولی سی غلطی بھی ان کی نظر میں خدا کے غیض و غضب کا باعث بن سکتی تھی۔ رفتہ رفتہ پرستش اور یگنہ کی انجام دہی اتنی مہنگی ہوگئی کہ وہ عام آدمی کی گنجائش سے باہر ہوگئی اور یہی عام آدمی کا مذہب سے بے زاری کا سبب بنا۔

آریائی دور میں برہموں اور پجاریوں کو سماج میں باعزت مقام حاصل تھا۔ پجاری طبقہ حکمرانوں کی برتری کے اظہار کے لیے مختلف قسم کی رسومات مثلاً یگنہ وغیرہ کرنے لگا۔ اس طرح سماج میں اس طبقہ نے فوقیت حاصل کر لی۔ حکمران وقت کی خوشنودی تو بہت بڑا اعزاز تھا۔ فرد اور سماج کے رشتہ کا لحاظ کرتے ہوئے مذہبی نقطۂ نظر میں تبدیلی لازمی تھی کیوں کہ لوگ پیچیدہ اور مہنگی مذہبی رسومات کو سخت ناپسند کرنے لگے تھے اور مذہبی معاملات سے غیر مطمئن تھے۔ ان نازک حالات میں عالمی سطح کی مذہبی تحریکیں جیسے ہندوستان میں جین مت اور بدھ مت۔ چین میں کنفیوشس ازم اور تاؤازم، ایران میں زرتشت فروغ پائے۔ ان سب تحریکوں میں انسان کی اخلاقی زندگی کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے نچلے طبقہ کے افراد سے ہمدردی کا اظہار کیا اور سماجی مساوات کا درس دیا ساتھ ہی ساتھ عدم تشدد کے تصور کی وکالت کی۔ انقلاب آفریں تصورات کی تبلیغ کے علاوہ نجات کے لیے سیدھی سادھی، پاک و صاف اخلاقی زندگی کی اہمیت پر زور دیا۔ مذکورہ تحریکیں نچلے طبقات کو اپنی طرف راغب کرنے میں کامیاب ہوئیں۔

3.6 جین مت

آریاؤں کے دور میں برہمن کو بلند و برتر مرتبہ حاصل ہوا اور سماج میں اعلیٰ مقام بھی جس سے یہ طبقہ مغرور اور گھمنڈی ہو گیا۔ حرص کی وجہ سے بے ایمانی پر بھی اُتر آئے۔ ان حرکات کے باوجود یہ اُمید کرتے تھے کہ لوگ ان کی عزت و احترام کریں جب کہ عوام میں ان کے خلاف عام بے چینی اور برہمی بڑھتی جارہی تھی۔ کھتری حکمرانوں کو بھی یہ احساس ہو چلا تھا کہ اگر برہموں کے غلبہ کو نہ روکا گیا تو ان کے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔ برہموں کا رویہ نچلے طبقہ سے اچھا نہیں تھا۔ انھیں مندروں میں آنا تو کجا اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے قریب آنے کی بھی ممانعت تھی۔ ان کے کنویں بھی الگ تھے۔

ان حالات میں مہاویر جی نے تقریباً تیس برس تک مختلف مقامات کا سفر کیا جن میں 'انگہ' 'ودیھا' اور مگدھ بھی شامل ہے اور جین مت کا پرچار کیا۔ اُنھوں نے جین مت کے پرچار کے لیے عوامی زبان کا استعمال کیا۔ انھیں "انگہ" "ودیھا" اور مگدھ کے حکمرانوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اُنھوں نے ایک بہت منظم مذہبی تنظیم "سانگھا" قائم کی تھی۔ مہاویر جی کا انتقال 72 سال کی عمر میں

بمقام راج گیر ریاست بہار میں ہوا۔ اُس وقت ان کے پیروؤں کی تعداد تقریباً چودہ ہزار تھی۔ ان میں سے بعض پیروؤں نے ترک دنیا کے انتہائی اقدام کے زیر اثر ترک لباس بھی کر کے بالکل برہنگی اختیار کر لی۔ اس طرح کے لوگوں کو "ڈگمبر ا" کہا جانے لگا۔ یہ لوگ راسخ الاعتقاد اور سچے پیرو تصور کیے جاتے ہیں۔ یہ لوگ طویل مدتی روزے رکھتے اور بہت ہی سخت تکلیف دہ زندگی بسر کرتے ہیں جو کہ جسمانی اذیت پہنچانے کا ایک طریقہ ہے۔ جین مت کے وہ پیرو جو سفید لباس زیب تن کرتے ہیں وہ سماج کے تقاضوں کو پورا کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو "سوئمبرا" کہا جاتا ہے، یہ لوگ بھی روزے رکھتے ہیں لیکن گذشتہ گناہوں کے کفارہ کے لیے نفس کشی اور جسمانی اذیت پر یقین نہیں رکھتے ہیں۔

3.7 جین مت کا مذہبی فلسفہ

مہاویر نے ویدوں کی تعلیمات سے نہ صرف انکار کیا بلکہ ایشور کے وجود کو بھی یکسر مسترد کر دیا۔ ان کا فلسفہ تھا کہ جسم اور روح دونوں لا زوال عنصر ہیں۔ روح، جسم کے ٹکراؤ سے تکلیف اُٹھاتی ہے لیکن بار بار جنم لیتی ہے حتیٰ کہ اُسے جسم کی بندشوں سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارہ مل جائے۔ مہاویر آریاؤں کے فرسودہ طریق قربانی اور مذہبی دستور العمل مثلاً تشدد، جانی نقصان اور بے کار رسومات کے سخت خلاف تھے۔

حصول نجات یعنی "موکشہ" جین مت کے فلسفہ کے مطابق بار بار جنم لینے اور فنا ہونے سے نجات کے حصول کے لیے لازم ہے کہ آدمی بہت ہی سخت زندگی گزارے۔ جس کی بنیاد عدم تشدد اور خودی سے انکار پر منحصر ہو۔ حصول نجات کے تین جواہر یعنی تین رتن حسب ذیل ہیں۔

(۱) صحیح اعتقاد (۲) صحیح علم اور (۳) صحیح عمل

جین مت میں عدم تشدد پر زور دیتے ہوئے ہر جاندار کی زندگی کی اہمیت اُجاگر کیا گیا ہے۔

مہاویر ذات پات کی تفریق پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ ان کی نظر میں سب انسان برابر تھے چاہے وہ کسی بھی ذات یا مرتبہ کا ہو۔ آدمی کے مرتبہ کو نہیں بلکہ اس کے نیک اعمال کو دیکھنا چاہیے، مہاویر کا یقین تھا کہ پارسائی اور نیک نیتی کے ذریعہ صحیح اعتقاد، علم اور عمل سے نچلے طبقہ کے لوگ بھی دور رس نجات یا نروان پا سکتے ہیں۔ ایک جین مت کے ماننے والے شخص کے لیے حسب ذیل عہد کرنا لازمی امر ہوتا ہے:

(ا) تشدد سے پرہیز (ب) دروغ گوئی سے پرہیز

(ج) چوری سے پرہیز (د) جائیداد کے حصول سے پرہیز

حکمران طبقہ کی سرپرستی سے مہاویر جی کو جین مت کے پرچار میں بہت آسانی ہوئی اور جلد ہی کوسالہ، ویشالیہ، مگدھ، چمپا و دیگر ریاستوں کے عوام کی کثیر تعداد جین مت کی طرف راغب ہو گئی۔ انھوں نے کئی خانقاہیں بنوائیں۔ جہاں پر بہت ہی قابل رشی مُنی اپنے عمل اور پارسائی و نیک نیتی و سخت زندگی کے ذریعہ یہ دکھاتے تھے کہ جین مت میں جین یا جنہ اپنی نفسی خواہشات پر کس طرح قابو پا کر

جین بن جاتے ہیں۔ برہموں و پجاریوں کی عدم مساوات اور پیچیدہ مذہبی رسومات نے سب سے پہلے نچلے طبقہ کو مذہب سے دور کر دیا وہ لوگ مہاویر جی کی تحریک سے بہت متاثر ہوئے اور اسے قبول کر لیا۔ شمالی ہندوستان میں حکمرانوں کی سرپرستی میں جین مت خوب پھیلا جب کہ مغربی ہندوستان میں تاجر پیشہ لوگ اس میں دلچسپی لینے لگے۔ اس طرح گجرات میں بھی اس کے ماننے والوں کی بڑی تعداد تھی۔ پھر اُڑیسہ (کالنگہ) میں بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ یوں تو جین مت ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گیا لیکن بدھ مت جیسی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس مقصد کے لیے ان کے پاس کوئی سرگرم مشنری نہیں تھی۔ ماسواء اس کے جین مت کی بعض بندشیں جیسے گذشتہ گناہوں کے کفارہ کے لیے نفس کشی، جسمانی اذیت رسانی، سخت زندگی، کڑے پن کے روزے وغیرہ جن کو برداشت کرنا عام آدمی کے بس کی بات نہ تھی۔ مذکورہ وجوہات کی وجہ سے عام آدمی اس تحریک سے منحرف ہو کر بدھ مت کی طرف راغب ہونے لگا۔

3.8 بدھ مت

گوتم بدھ نے بدھ مت کی بنیاد ڈالی۔ ان کا تعلق ساکیہ کھتری سے تھا۔ ان کے والد "شدھودھنا" ریاست کپل وستو کے حکمران تھے یہ ریاست نیپال کے دامن میں واقع ہے۔ راجہ شدھودھنا کے ہاں 567 قبل مسیح میں لمبنی (LUMBINI) نزد کپل وستو میں ایک لڑکا تولد ہوا، جس کا نام "گوتم" رکھا گیا۔ ان کا بچپن شاہی گھرانے میں بہت ہی عیش و آرام میں گزرا۔ جیسے جیسے سن شعور کو پہنچنے لگے، ان کا رجحان روحانیت کی طرف مائل ہونے لگا۔ گوتم کے ذہن میں انسان کی پیدائش، موت و دیگر تکالیف کے اسباب کے بارے میں مختلف فلسفیانہ سوالات اُبھرنے لگے۔ یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔ وہ ہمیشہ متفکر رہا کرتے تھے۔ ان کی توجہ ہٹانے کے لیے ماں باپ نے ایک حسین و جمیل راج کماری "یشودھرا" سے ان کی شادی کر دی۔ جس کے بطن سے ایک لڑکا ہوا۔ جس کا نام "راہول" رکھا گیا۔ "راہول" سے مراد "رسی" ہے، مگر یہ محبت کی رسی بھی گوتم کو محبت کے رشتے میں مضبوطی سے باندھے رکھنے میں ناکام رہی۔

ایک مرتبہ جب کہ گوتم رتھ میں سوار شہر میں سے گزر رہے تھے کہ ان کی نظر ایک ضعیف آدمی پر پڑی جو بڑھاپے کے باعث خمیدہ ہو گیا تھا۔ ذرا آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک آدمی کسی مرض میں مبتلا شدت درد سے تڑپتے ہوئے آہ و زاری کر رہا تھا۔ پھر اُنھوں نے دیکھا کہ چند لوگ روتے دھوتے اپنے ایک رشتہ دار کی میت لیے جا رہے ہیں۔ جسے دیکھ کر گوتم بہت متاثر ہوئے۔ ابھی اس سے سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ ان کے سامنے سے ایک تپسوی گزرا جو نجات کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ مذکورہ "چار عظیم نظاروں" نے گوتم کو انسانی زندگی کی ان تکالیف کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا اور وہ اکثر غور و فکر میں مگن رہنے لگے۔ آخر کار ایک دن رات کے وقت جب کہ سب آرام کر رہے تھے۔ وہ اپنی بیوی، بچے اور گھر کو خیر باد کر کے سچائی کی تلاش میں نکل پڑے۔ تاریخ میں یہ واقعہ "ترکِ دنیا کی عظیم مثال" ہے۔ اُنھوں نے محل کے عیش و آرام اور دوسری نعمتوں کو ٹھکرا کر ترکِ دنیا کا ارادہ کیا اور اسے عملی جامہ پہناتے ہوئے حقیقی سچائی کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔

گوتم کچھ عرصہ تک "راج گری ہا" کے نامور عالموں کے زیرِ تعلیم و تربیت رہنے کے بعد جنگلوں میں نکل پڑے اور "گیا" کے

مقام پر جنگلوں میں دھیان کے دوران گذشتہ گناہوں کے کفارہ کے لیے سخت نفس کشی، جسمانی اذیت رسانی اور نجات کے لے تپسیا شروع کی۔ اُنھیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ صرف نفس کشی اور جسمانی اذیت کے ذریعہ وہ اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتے تھے، اسی لیے وہ چھ دن تک ''گیا'' کے مقام پر مسلسل ایک برگد کے درخت کے زیر سایہ دھیان لگا کر بیٹھ گئے۔ آخر کار 537 قبل مسیح کو رات کے وقت اُنھیں گیان ہوا اور صحیح روشنی دکھائی دی۔ اسی مناسبت سے وہ ''بدھا'' یعنی جس پر روشنی کا ظہور ہوا ہو، بن گئے۔

''گیا'' میں اس برگد کے پیڑ کے پاس ایک بڑا پگوڈہ (بدھ مندر) بنوا دیا گیا ہے، جس کو ''مہابدھی مندر'' اور اس برگد کے درخت کو ''مہابدھی پیڑ'' کہا جاتا ہے۔ ان خصوصیات کی وجہ سے یہ مقام ''بدھ گیا'' کے نام سے موسوم ہو گیا۔ گیان ملنے کے بعد گوتم بدھ نے اپنا درس ''سرناتھ'' کے ہرن باغ میں دیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں ''دھرم چکرا پریورتن'' یا ''گھومتا مقدس قانون کے پہیے کا بدھ مت میں'' (TURNING OF THE WHEEL OF SACRED LAW IN BUDDHISM) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے پانچ قابل مذہبی رہنما گوتم بدھ کے پیرو بنے، جو کہ مختصری ابتداء تھی اس عظیم بدھ مت سانگھا یا تحریک کی۔ گوتم بدھ اپنے مذہب کا پرچار آخری وقت تک کرتے رہے۔ ان کا انتقال اسی برس کی عمر میں 487 قبل مسیح کو کوشی نگر نیپال میں ہوا۔ ان کے انتقال کے وقت تک جوگیوں کا ایک بڑا حلقہ ان کے اطراف جمع ہو گیا تھا۔ ان کے شاگرد بھی بے شمار تھے۔ ان کے باقیات کو آٹھ مختلف مقامات پر دفن کیا گیا، جہاں پر ان کے مریدوں اور شاگردوں نے ''بڑے بڑے استوپا'' تعمیر کروائے۔ ان ''استوپاؤں'' (STUPAS) کو بہت ہی مقدس تصور کیا جاتا ہے۔ بدھ مت کے ماننے والوں کے لیے یہ متبرک مقام ہے۔

3.9 بدھ مت کا فلسفہ

بدھ مت کا مذہبی فلسفہ گوتم بدھ کے سرناتھ نزد وارناسی میں دیے گئے اولین درس میں شامل تھا۔ ان کی تعلیمات بہت ہی آسان و سہل تھیں۔ تعلیمات کے پرچار کے لیے پراکرت زبان استعمال کی گئی جو کہ مقامی بولی ''پالی'' کہلاتی تھی۔ عام آدمی تک اپنے پیغام کی رسائی کی خاطر سنسکرت کے بجائے مقامی عام بول چال کی زبان کے استعمال سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔ ان کی تعلیمات حسب ذیل چار عمدہ سچائیوں پر مشتمل ہیں:

(ا) دنیا تکالیف کا مجموعہ ہے۔

(ب) تکالیف کی اصل وجہ انسانی خواہشات ہیں۔

(ج) ترک خواہشات ہی نجات کا واحد راستہ ہے۔

(د) نجات کے حصول کے لیے آٹھ پرتوں کا راستہ ہے۔

آٹھ پرت مندرجہ ذیل ہیں:

i) صحیح یقین ii) صحیح خیالات iii) صحیح گفتگو iv) صحیح عمل v) صحیح طریقے سے زندگی گزارنا

vi) صحیح دھیان vii) صحیح کوشش viii) صحیح حافظہ

متذکرہ آٹھ پرتوں کا راستہ درمیانی راستے کی حیثیت رکھتا ہے، جو نہایت آرام و آسائش اور سخت نفس وکفارہ جیسے دشوار گذار راستوں کے درمیان سے گزرتا ہے۔ یہ درمیانی راستہ اختیار کرنے والا زندگی کی حرص وہوس اور خواہشات سے چھٹکارہ پاتا ہے۔ یہی نروان ہے یعنی ابدی سکون، خوشیوں و مسرتوں، دنیاوی برائیوں، خواہشات، پیدائش اور اموات سے آزادی۔ نروان یا نجات سے مراد ابدی سکون، جس میں ساری خواہشات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کو ابدی سکون حاصل ہو جائے تو سارے رنج وغم چاہے وہ موت ہی کیوں نہ ہو اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

بدھ مت میں اچھے کرموں کی بڑی اہمیت ہے۔ اس مذہب کے عقیدے کے مطابق انسان کے کرم اگر اچھے ہوں گے تو اس کا ہر جنم اعلیٰ مرتبہ کا ہوگا حتیٰ کہ وہ اس جنم کے گناہوں سے نجات پا جائے۔ اس کے برخلاف برے کرموں کی سزا آدمی کو یقیناً ملے گی۔ انہی وجوہات کی بناء پر بدھ مت میں درمیانی راستے کے اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ عدم تشدد بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ خلوص، محبت کی تلقین کے ساتھ ساتھ ہر جاندار سے بے رحمی کے برتاؤ سے منع کیا گیا ہے۔

بدھ مت کی تعلیمات کے بموجب سارے عالم پر "دھرما" کا کنٹرول ہے۔ جب کہ خدا کے وجود کے بارے میں بدھ مت خاموش ہے۔ ذات پات کی تفریق کی سختی سے مخالفت کی گئی ہے اور مساوات اور بھائی چارگی پر زور دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے پسماندہ طبقات جو اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے برتاؤ سے سخت نالاں تھے، بدھ مت کی طرف راغب ہوئے۔

گوتم بدھ کو آریاؤں کی مذہبی رسومات اور قربانی پر ایقان نہیں تھا، اس لیے اُنھوں نے جانوروں کی قربانی سے منع کیا تھا۔ بدھ مت میں اچھے عمل اور نظم وضبط کی زندگی بسر کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ ان خصوصیات نے سب کو بدھ مت کی طرف راغب کیا اور یہ مذہب بہت تیزی سے ہندوستان، نیپال، تبت، چین، جاپان، برما، ویتنام، سری لنکا وغیرہ میں پھیل گیا۔

گوتم بدھ نے پیار محبت اور بھائی چارگی کا پیغام دیا جس کی وجہ سے لوگ بدھ مت کی طرف راغب ہوئے۔ ان کی شخصیت کی جاذبیت، حکمت، رحم دلی اور کشش نے پسماندہ طبقات اور پریشان حال لوگوں کو اپنی طرف خاص طور سے متوجہ کیا۔ گوتم بدھ بلا کسی تفریق کے پسماندہ طبقات کے افراد کے ساتھ گھومتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے۔ جس کے باعث عوام کے دلوں میں ان کی عزت واحترام میں اضافہ ہوا

بدھ مت میں خانقاہوں کے ذریعہ پرچار کیا گیا۔ ہر خانقاہ میں ایک راہب اور راہبہ نگران کاری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ یہاں بلاناغہ مذہب کے پرچار کے مختلف طریقوں پر غور کیا جاتا تھا۔ یہ خانقاہیں درس وتدریس کی آماجگاہیں تھیں۔ اس کے علاوہ بدھ مذہب میں سنگھ یا سانگھا کی اہمیت تھی۔ بدھ مت کے ماننے والے آج بھی تین عقیدوں پر کاربند ہیں۔ "میں بدھ مت میں پناہ لیتا ہوں"، "میں دھرما میں پناہ لیتا ہوں" اور "میں سانگھا میں پناہ لیتا ہوں"۔

اشوک اعظم کو جنگ کالنگہ میں بہت خون خرابے کا سامنا کرنا پڑا، جس کا اس کے دل پر بہت اثر ہوا، اور اس نے جنگوں سے

توبہ کرلی اور بدھ مت کی طرف راغب ہوا۔ جب اُس کو بدھ مت میں سکون نصیب ہوا تو اُس نے اس کو ریاستی مذہب قرار دیا۔ اشوک اعظم کی کوشش سے یہ مذہب نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیاء کے کئی ممالک مثلاً چین، جاپان، نیپال، برما، تبت، ویتنام میں بھی پھیل گیا۔ اُس نے اپنے لڑکے مہندرا اور لڑکی سنگھا مترا کو پرچار کی خاطر سری لنکا روانہ کیا۔

شاہی سرپرستی میں نالندہ، ٹکشیلہ اور بدھ گیا میں یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں آیا۔ جہاں تعلیم کے حصول کے لیے براعظم ایشیاء کے مختلف ممالک سے طلباء آنے لگے۔ جب یہ طلباء زیورِ علم سے آراستہ ہوکر اپنے اپنے ملک واپس جاتے تو اپنے ملنے جلنے والوں اور رشتہ داروں میں بدھ مت کا پرچار کرتے تھے۔ اس طرح یہ مذہب بہت تیزی سے براعظم ایشیاء کے دیگر ممالک میں پھیل گیا۔ اس کے علاوہ اشوک اعظم اور ہرش نے بہت بڑی جائیدادان بدھ مت کے راہبوں کے حوالے کیں ماسواءاس کے نالندہ کے تقریباً سو دیہاتوں سے مال گزاری وغیرہ بھی وصول کی جانے لگی۔ جس کے باعث راہبوں کی آمدنی میں بے حساب اضافہ ہوگیا۔ ابتداء سے راہب و راہبائیں بہت ہی پاکیزہ اور معمولی زندگی بسر کرتے چلے آرہے تھے لیکن شاہی سرپرستی اور دیگر آمدنیوں نے اُنھیں دولت مند بنادیا اور وہ سب آرام وآسائش کے عادی ہوگئے۔ بے شمار دولت نے انھیں دھوکہ دہی اور بدکرداری پر مجبور کردیا۔ جب یہ واقعات عوام کی نظروں کے سامنے ظہور پذیر ہونے لگے تو اُنھوں نے بدھ مت سے کنارہ کشی اختیار کرنی شروع کردی۔ اسی دوران شنکر آچاریہ اور کرم ریلا بھاٹیہ جیسے عالموں نے ہندومت میں اصلاحات کی طرف توجہ دی اور غیر ضروری رسومات کے خاتمہ کے لیے مہم چلائی۔ اُنھوں نے ویدوں میں بتائے ہوئے طریقوں پر عمل آوری پر زور دیا۔ اس طرح عام آدمی پھر سے ہندومت کی طرف مائل ہوا۔

3.10 ہندومت

موریہ حکومت کے زوال کے بعد بیرونی حملہ آور "ساکہ" اور "کوشنا" کی حکومت شالی ہند میں قائم ہوگئی۔ جس کو گپتا حکمرانوں نے ان کے چنگل سے آزاد کروایا اور چوتھی صدی عیسوی میں اپنی حکومت قائم کی۔ گپتا دورِ حکومت تاریخ میں "سنہری دور" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ دور سنہ 480ق۔م تا 320ق۔م عیسوی کے عرصہ پر محیط ہے۔

اس دور کو "ہندومت کے نشاطِ ثانیہ" یا "برہمن ازم کا احیاء" بھی کہا جاتا ہے چوں کہ حکمران برہمن تھے اُنھوں نے برہمن طور طریقوں کی سرپرستی کی، اس سے برہمنوں کا زور بڑھ گیا۔ برہمنوں نے ویدوں کے مذہب کو نئے سانچے میں ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا۔ حکمران جماعت کی سرپرستی نے ان کے حوصلے بلند کیے اور اُنھوں نے برہمن مذہب کے احیاء کے دوران آریاؤں کے قدیم بھگوانوں "موریہ" "ورونا" اور "اندرا" کو پس پشت ڈال کران کی جگہ برہما۔ وشنو اور مہیش کو دی۔ لارڈ وشنو کی پرستش کئی ناموں سے کی جاتی ہے۔ جیسے "واسودیوا" "جناردھن" اور "گووند" گپتا حکمرانوں نے بعد میں شیوا کی پرستش کرنی شروع کی۔ "شیوا" کو بھی بے شمار ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً "پشوپتی" "رودرا" "مہادیوا" اور "شمبھو"۔ شیوا کے ماننے والوں کی بڑی تعداد جنوبی ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے جب کہ لارڈ وشنو کے پرستش کرنے والے شالی ہندوستان میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ لارڈ برہما کی شخصیت پدری ہے۔ وہ سب کے پیدا کرنے والے ہیں۔ ان کی پرستش وشنو اور شیوا دونوں کے ماننے والے کرتے ہیں، لیکن برہماجی کے لیے علاحدہ مندر کم ہی بنائے جاتے ہیں۔

بتدریج بدھ مت کا زوال اور ہندو مت کا عروج ہوا۔ اس دور میں بھگوت گیتا ہی الہامی کا ذریعہ تھی۔ اس زمانے میں بھگتی طریق یا ایک بھگوان سے عقیدت، محبت اور اس کی پرستش کرنے کی خاص اہمیت تھی۔ بھگتی طریق کی گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں بڑی منزلت تھی۔ گپتا حکمران برہموں کی سرپرستی کرتے لیکن بدھ مت کے پیروں کو بھی پوری مذہبی آزادی تھی۔ گپتا حکمران لارڈ وشنو اور دیگر ہندو بھگوانوں کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان بھگوانوں کے بے شمار منادر بھی تعمیر کروادیے۔ ویدوں کے محققین کو حکومت کی طرف سے وظائف بھی دیے جاتے تھے۔ اس دور میں سائنس، فن تعمیر اور ادب کے میدان میں بہت ترقی ہوئی۔

بدھ مت کے عروج کے زمانے میں سنسکرت زبان سے جو ناانصافی کی گئی تھی گپتا حکمرانوں نے اس کی تلافی کردی اور سنسکرت کو درباری زبان کا درجہ دے دیا۔ سرکاری سرپرستی نے سنسکرت زبان کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ اس زبان نے عظیم شاعر، ڈرامہ نگار، قواعددان اور ادیب پیدا کیے ہیں، جن کے نام و کارنامے ذیل میں درج ہیں:

کالی داس: سنسکرت زبان کا مایہ ناز شاعر اور ڈرامہ نویس تھا۔ "میگھدت" اور "ریتوسمہار" اس کی تحریر کردہ مشہور نظمیں ہیں۔ "کماراسامبھار" اور "رگھوداس" معروف رزمیہ نظمیں ہیں۔ کالی داس کا شہرت یافتہ ڈرامہ "شکنتلا" ہے۔ اس ڈرامہ کی کردار نگاری، تصویر کشی اور الفاظ کی بندش کا جواب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کالی داس نے حسب ذیل تحریریں بھی چھوڑی ہیں:

(ا) ابھجنا شکنتلا (ب) وکرموراشی (ج) مالویکگنی پتر

وشاکھادت: عظیم شاعر اور ڈرامہ نویس گزرا ہے۔ اس کے تحریر کردہ تاریخی ڈرامے "مدرارکشاسا" اور "دیوی چندرگپت" بہت مشہور ہیں۔ "مدرارکشاسا" سے مراد ہے "رکشاسا کی مہر"۔ اس ڈرامے میں یہ دیکھایا گیا ہے کہ کس طرح چندرگپت موریہ نے مگدھ کی سلطنت حاصل کی۔

سدراک: نے مشہور ڈرامہ "مرچ چاکاٹیک" تحریر کیا جس میں چندرگپت کے عہد کی سماجی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔

ہری سین: ہری سین، سُمدراگپت کا درباری شاعر تھا۔ اس نے سُمدرگپت کی دلیری اور بہادری کی تعریف میں ایک مشہور نظم کہی تھی۔ اس نظم کو الہ آباد میں ایک ستون پر کندہ کروایا گیا ہے۔

بھاروی: اس نے ایک رزمیہ نظم "کراتر جونیہ" لکھی۔ اس میں ارجن اور کراتا کے درمیان ہوئی جنگ کا حال بیان کیا گیا۔ لارڈ شیوجی "کراتا" کے بھیس میں آکر جنگ میں حصہ لیتے ہیں۔

سولبندھو: یہ ایک ہرفن مولا فنکار تھا۔ اپنی مشہور تصنیف "وساوادت" میں ہیروئین "وساوادت" اور راج کمار "کندار پاکت" کی کہانی بیان کی گئی ہے۔

داندن: اس کی تحریر "داس کا کماراچرتر" یعنی "دس راج کماروں کی مہمات" بڑی شہرت کی حامل ہے۔ "داس کماراچرتر" کے مطالعہ سے اُس زمانے کی سماجی زندگی کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے۔

موریہ دور میں ہی مشہور زمانہ "پنچ تنتر" کی حکایات تحریر کی گئیں۔ جن میں چرندوں اور پرندوں کو وزراء اور عام آدمی کے کردار

میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ حکایات نونہالوں کی کردار سازی میں بے حد مفید ثابت ہوئیں۔

ہرش چرتر: بان بھاٹیہ نے بدھ مت کو اختیار کرنے والے آخری حکمران ہرش وردھن کی سرپرستی میں "ہرش چرتر" تصنیف کی۔ اس کتاب میں راجہ ہرش وردھن اور اُس کے افراد خاندان کے تفصیلی حالات، راجہ ہرش کی بہن راجیشری کو آگ لگا کر خودکشی کرنے سے محفوظ رکھنے تک بیان کیے گئے ہیں۔ اس تصنیف کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں راجہ ہرش وردھن کے زمانے کے سماجی حالات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

دو عظیم رزمیہ نظمیں

رزمیہ نظم ایسی نظم کو کہتے ہیں، جس میں سورماؤں کی بہادری کے کارنامے بیان کیے گئے ہوں۔ یہ مثنوی کی طرح ایک طویل نظم ہوتی ہے، ہندوستان میں رزمیہ نظمیں "رامائن" اور "مہابھارت" نہایت مشہور اور مذہبی حیثیت رکھتی ہیں۔ رامائن کا تعلق آریاؤں کے بعد کے زمانے سے ہے جب کہ "مہابھارت" اُس کے کافی عرصہ بعد نظم کی گئی۔ یہ دونوں رزمیہ نظمیں جدید ہندومت کی دین ہیں جن کے مطابق رام چندر جی اور کرشن جی دونوں بھگوان وشنو کے اوتار ہیں۔

3.11 رامائن

رامائن کے بارے میں تمام مورخین متفق ہیں کہ اسے رشی والمیکی نے سنسکرت زبان میں تصنیف کیا تھا۔ یہ رزمیہ نظم چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں ایودھیا کے راجہ دسرتھ کے بڑے لڑکے رام چندر جی کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

راجہ دسرتھ کی تین مہارانیاں اور چار لڑکے تھے۔ راجہ ضعیف ہو چکے تھے اور اپنے بڑے لڑکے رام چندر جی کو تخت نشین کرنا چاہتے تھے، لیکن ان کی چہیتی رانی کیکئی اس کے سخت خلاف تھی۔ وہ اپنے لڑکے بھرت کو تخت پر بٹھانا چاہتی تھی۔ رانی کیکئی نے راجہ دسرتھ سے اپنی دو خواہشات کے پورا کرنے کا وعدہ لے رکھا تھا، جس دن رات میں تخت نشینی کی رسم ادا کی جانے والی تھی رانی کیکئی نے سرِ شام راجہ کو یاد دلایا کہ اُنھوں نے دو خواہشات کو پورا کرنے کا وعدہ کیا تھا لہٰذا اس وعدہ کو پورا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ رانی کیکئی کی دو خواہشات مندرجہ ذیل تھیں:

(ا) رام چندر جی کو چودہ برس کے بن باس پر جانا ہوگا۔

(ب) بھرت کو تخت پر بٹھانا ہوگا۔

بوڑھا راجہ اپنی چہیتی رانی کی خواہش سن کر دم بخود رہ گیا۔ اسے اپنی زبان کا پاس رکھنا بھی لازمی تھا۔ کرے تو کیا کرے وہ اسی کشمکش و پیچ میں مبتلا تھا کہ رام چندر جی جیسے فرماں بردار بیٹے نے اپنے والد بزرگوار کے وعدے کی لاج رکھ لی اور سوتیلی ماں کی مرضی کے مطابق بن باس کے لیے نکل پڑے۔ لکشمن جی اور سیتا جی نے لاکھ منع کرنے کے باوجود رام چندر جی کے ہمراہ جنگل کی راہ لی۔ وہ لوگ کوہ چترکوٹ (موجودہ الٰہ آباد سے تقریباً 65 میل کے فاصلے پر واقع ہے) کے دامن میں قیام پذیر ہوئے۔ دریں اثنا بیٹے کی جدائی کے صدمہ نے راجہ دسرتھ کی جان لے لی۔ باپ کے انتقال کے وقت بھرت اپنے ماموں کے پاس تھے انھیں فوراً تخت نشین کرنے کے

لیے بلوایا گیا۔ جب بھرت کو اپنی والدہ کی شرط پر رام چندر جی کے بن باس جانے کا علم ہوا تو وہ بہت افسردہ ہوا اور حتی الامکان اپنے بڑے بھائی کو سمجھا کر واپس لانے کی کوشش کی لیکن رام چندر جی ایک بہت ہی فرض شناس اور فرماں بردار بیٹے تھے اور اپنے والد کے وعدہ کا احترام کرتے ہوئے اس کو پورا کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے چنانچہ انھوں نے ایودھیا واپس لوٹنے سے انکار کر دیا۔ بڑے بھائی کے انکار سے دلبرداشتہ بھرت نے بھی گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ایودھیا کے تخت پر رام چندر جی کے پاپوش رکھ کر خود ایک نائب راجہ کی حیثیت سے کام انجام دیتے رہے۔ چتر کوٹ سے رام چندر جی معہ اپنی بیوی اور بھائی ڈنڈاکا (موجودہ ناسک کے قریب) پہنچے اور گوداوری ندی کے کنارے قیام کیا۔ اسی دوران راون نے سیتا جی کا اغواء کر لیا اور انھیں لے کر سری لنکا چلا گیا۔ رام چندر جی نے سگریو اور ہنومان جی کی مدد سے راون کو شکست فاش دے کر سیتا جی کو واپس لے آئے۔ اس دوران وقت گزرتا گیا اور جنگل میں گھومتے ہوئے چودہ برس گزر چکے اور رام چندر جی اپنی اہلیہ سیتا جی اور برادر لکشمن کے ہمراہ ایودھیا واپس لوٹ آئے۔

3.12 مہابھارت

مہابھارت کی کہانی کئی کرداروں کا مرکب ہے۔ اس کی اہمیت داستان، اخلاقی گفتگو، مذہب، سماج اور سیاسی مباحث میں پنہاں ہے۔ یہ سارے مضامین اصل کہانی سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس رزمیہ نظم کو رشی ''ویاس'' نے لکھا تھا، جو ایک لاکھ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کی اٹھارہ جلدیں ہیں۔ یہ دراصل کوروں اور پانڈوں کے مابین ہوئی جنگ کا قصہ ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ ہستنا پور میں شانتانو نامی راجہ راج کیا کرتا تھا۔ جس کے دولڑکے بھشم اور وچتر ویر تھے۔ بھشم ساری زندگی کنوارے رہے شادی نہیں کی۔ جب کہ وچتر ویر نے شادی کی اور اسے دو لڑکے پانڈو اور دھرتراشٹر ہوئے۔ باپ کے انتقال کے بعد وچتر ویر تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا پانڈو راجہ بنا۔ پانڈو کے پانچ لڑکے تھے، جنھیں پانڈوں اور دھرتراشٹر کے ایک سو لڑکے تھے جن کو کوروں کہا جاتا تھا۔ پانڈو کے انتقال کے بعد اس کا بھائی دھرتراشٹر جو نابینا تھا تخت نشین ہوا۔ یہ بہت ہی رحمدل اور رعایا پرور حکمران تھا۔ اس نے اپنے بھتیجوں کو اچھی تعلیم و تربیت دی۔ دھرتراشٹر کے لڑکے پانڈوں کے سخت خلاف تھے۔ بطور خاص دریودھن جو اپنی چالوں کے ذریعہ انھیں جلاوطنی پر مجبور کر دیا۔ جلاوطنی کے دوران اتفاقاً ان کا گزر سلطنت پنچلہ میں ہوا جہاں پر راج کماری دروپدی کی رسم سوئمبر ادا کی جارہی تھی۔ پانچ بھائیوں میں سے ارجن نے سوئمبر میں حصہ لیا اور ساری شرطیں پوری کرتے ہوئے راجکماری ''دروپدی'' کو حاصل کر لیا۔ اس طرح پانڈوں اور پنچلہ ریاست کے تعلقات مستحکم ہو گئے تو پانڈوں نے کوروں سے مطالبہ کیا کہ ہستنا پور کی نصف ریاست ان کے حوالے کی جائے۔ کوروں نے ایک بنجر زمین پانڈوں کو دے دی، جس پر انھوں نے اپنا دارالخلافہ ''اندرا پرستھ'' تعمیر کروایا۔ یہ مقام موجودہ دہلی سے قریب تھا۔ دریودھن پانڈوں سے ہمیشہ حسد کیا کرتا اور نیچا دکھانے کے لیے موقع کی تلاش میں رہتا تھا۔ چنانچہ جوے کے ایک خاص کھیل میں شرکت کے لیے انھیں مدعو کیا۔ پانڈوں کے بڑے بھائی یودھشٹر نے کھیل میں رہنمائی کی اور جوے میں اپنی سلطنت، خزانہ، حتیٰ کہ دروپدی کو بھی داؤ پر لگا کر سب ہار گیا۔ اس موقع پر دروپدی کی بے عزتی کی گئی، جس کو پانڈوں نے برداشت کر لیا۔ اس جوے کے کھیل کے بعد پانڈوں کو دوبارہ تیرہ برس کے لیے جلاوطن ہونا پڑتا ہے۔ اسی

دوران وہ پانچ بھائی یادو راجہ کرشن جی کے ہاں جا کر انہیں اپنے حالات سے واقف کرواتے ہوئے اپنی ریاست کی واپسی کے لیے کوروں سے کہنے کی درخواست کی۔ کرشن جی نے ان سے مل کر کہا لیکن کوروں نے ایک نہ مانی اور سلطنت کی واپسی سے صاف انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں دونوں خاندانوں کے مابین کروکشیتر کے مقام پر ایک خوفناک جنگ ہوئی۔ یہ جنگ ''مہا بھارت'' کہلائی۔ اس میں کرشن جی پانڈوں کے ساتھ رہے۔

3.13 بھگوت گیتا

ارجن ابتداء میں اپنے رشتہ داروں سے لڑنے میں پس و پیش کرتا رہا۔ ایسے وقت کرشن جی نے اس کو اپنا فرض یاد دلاتے ہوئے ''کرم'' کے اُصولوں پر روحانی انداز میں نصیحتیں کیں۔ کرشن جی کی جنگ مہابھارت کے دوران ارجن کو کی گئی یہ نصیحتیں اور گفتگو کو مقدس کتابی شکل دی گئی ہے، جو ''بھگوت گیتا'' کے نام سے موسوم ہوئی۔ مقدس ''بھگوت گیتا'' دراصل بھگوان کی ہدایتیں اور نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ اس لیے ہندؤں کے لیے بہت ہی مقدس تصور کی جاتی ہے۔

4 سبق کا خلاصہ

ایک ہزار برس قبل مسیح لوہے کی دریافت ہوئی اور اس مضبوط دھات سے اوزار، ہتھیار وغیرہ بنائے جانے لگے۔ جن کا استعمال زراعت، شکار، دست کاری وغیرہ میں ہونے لگا۔ دریائے سندھ کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں شمار کی جاتی ہے۔ ہڑپہ موہنجوداڑو کے باشندے صرف شکار کی غرض سے ہتھیار بناتے تھے۔ جب آریاؤں کا حملہ ہوا تو یہ لوگ ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ دریائے سندھ کی تہذیب نے دنیا کو اولین شہر، منصوبہ بندی، پتھر، مٹی و اینٹ کا تعمیری اغراض میں استعمال، عوامی حفظان صحت کا خیال، ڈرینج سسٹم، مسطح سڑکیں وغیرہ سے روشناس کروایا۔ آریاؤں کی آمد اور دریائے گنگا کی وادی میں قیام کو ترجیح سے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔

آریاؤں کے دور میں لوہے کا استعمال عام ہوا۔ لوہے سے ہتھیار، اوزار، زراعت میں سہولت کے لیے ہل بنائے گئے۔ جس سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ جنس کے بدلے جنس سے دشواریاں پیدا ہونے لگیں تو لوہے کے سکے بنائے گئے۔ جس پر سرکاری مہر لگائی جاتی تھی۔ لوہے کی دریافت کے بعد کئی ایجادات ہوئیں۔ اس کی مدد سے بڑی تجارتی کشتیاں تیار کی گئیں، جس کے ذریعہ یورپی ممالک سے تجارت کی جانے لگی، معاشی خوش حالی تھی۔

آریاؤں میں طبقہ واریت کی وبا عام تھی۔ برہمنوں کا سماج میں بلند مرتبہ تھا۔ کھتری طبقہ اپنی بہادری کی وجہ سے حکمرانی کرتا تھا۔ آریائی ایک خدا کو مانتے تھے۔ ابتداء میں سورج، پہاڑ وغیرہ کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ان کے ہاں قربانی کی اہمیت زیادہ تھی۔ ذات پات کی تفریق عام تھی، شدر کو کمتر تصور کیا جاتا تھا۔

آریاؤں کے دور میں برہمنوں کی زیادتیوں کی وجہ سے عوام میں بے چینی پھیل گئی۔ برہمنوں کا رویہ پچھڑے طبقات کے ساتھ اچھا نہ تھا۔ انھیں عبادت گاہوں میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایسے نازک موقع پر مہاویر جی نے عوام کے سامنے ایک بالکل آسان،

ذات پات کی تفریق سے پاک مذہب پیش کیا۔ جس کو عوام نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ جین مت نے روح اور جسم کو لازوال بتایا ہے، روح جسم کے ٹکراؤ سے تکلیف اُٹھاتی ہے لیکن بار بار جنم لیتی ہے حتیٰ کہ اسے جسم کی بندشوں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے۔ انسان سخت زندگی گزارے، صحیح اعتقاد، صحیح علم، صحیح عمل رکھتے ہوئے عدم تشدد کی راہ چلے اور آدمی کے مرتبہ کو نہیں بلکہ اس کے نیک کاموں کو دیکھے۔

گوتم بدھ نے بدھ مت کی بنیاد ڈالی۔ ان کی تعلیمات آٹھ پرتوں پر مشتمل ہے۔ صحیح یقین، صحیح خیالات، صحیح گفتگو، صحیح عمل، صحیح طریقہ سے زندگی گزارنا، صحیح دھیان، صحیح کوشش اور صحیح حافظہ۔ یہ دنیا تکالیف کا مجموعہ ہے۔ اس کی اصل وجہ انسانی خواہشات ہیں، ترک خواہشات نجات کا واحد راستہ ہے۔ نجات کے حصول کے لیے متذکرہ بالا آٹھ پرت لازمی ہیں۔ موریہ سلطنت نے بدھ مت کو اختیار کرلیا تھا۔

موریہ سلطنت کے زوال کے بعد کوشنا اور ساکہ سلاطین کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ جن کو چوتھی صدی عیسوی میں شکست دے کر گپتا حکمرانوں نے اپنی حکومت قائم کی۔ اس دور کو "برہمن ازم کا احیاء" بھی کہا جاتا ہے۔ گپتا حکمران برہمن تھے۔ برہموں نے ویدوں کو مذہب کے نئے سانچے میں ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا۔ یوں بتدریج ہندومت کو شاہی سرپرستی کی وجہ سے عروج حاصل ہوا۔ رامائن اور مہابھارت ہندومت کی مشہور اور مقدس رزمیہ نظمیں ہیں۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) لوہے کی دریافت، کب ہوئی تھی؟
2) لوہے سے کون کونسی چیزیں بنائی جاتی تھیں؟
3) موہنجوداڑو اور ہڑپہ کے باشندے کس غرض سے ہتھیار بناتے تھے؟
4) جین مت کے بانی کون تھے؟
5) بدھ مت کے بانی کون تھے؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) لوہے کی دریافت سے کیا کیا فائدے ہوئے بیان کیجیے؟
2) قدیم ہندوستانی تہذیب کے زوال کے اسباب بیان کیجیے؟
3) شمالی ہندوستان میں لوہے کے استعمال کے دوسرے مرحلے پر روشنی ڈالیے؟
4) قدیم ہندوستان کے سماجی و معاشی حالات بیان کیجیے؟

5) جین مت کے فلسفہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں لکھیے؟

6) گوتم بدھ کون تھے اور ان کے حالات زندگی بیان کیجیے؟

7) ہندو مت کی نشاۃ ثانیہ سے کیا مراد ہے لکھیے؟

8) سنسکرت زبان کے عظیم شاعر، ادیب، ڈرامہ نگار اور قواعد دان کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں تفصیل سے لکھیے؟

9) رامائن کی کیا اہمیت ہے اور اس میں کس کا قصہ بیان کیا گیا ہے لکھیے؟

10) مہابھارت کی جنگ کن کے مابین ہوئی تھی؟ جنگ کے واقعات مختصراً بیان کیجیے۔

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) لوہے کو .... کی بھٹی میں .... آگ سے پگھلا کر .... کے پہیئے کے لیے .... اور .... کے لیے بھی بنایا۔

2) فونیشیا کے لوگوں نے .... کی ایجاد کی۔ جس کی وجہ سے .... عربی اور .... زبانوں کو .... حاصل ہوئی۔

3) ہڑپہ کے لوگ نہایت.........واقع ہوئے تھے۔ان کے پاس اپنی......... کے لیے بھی کوئی.........نہ تھے۔

4) قدیم ہندوستانی .... کے مطالعے سے اس بات کا .... ہوتا ہے کہ .... کا ماخذ بھی .... کی وادی کا تمدن اور ان کا مذہبی......... تھا۔

5) آریاؤں میں.........واریت کی.........عام تھی۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) آریاؤں میں مذہبی طبقات کتنے تھے؟ (تین-پانچ-چار)

2) کس صدی میں گنگا کے میدانوں میں کئی سلطنتیں قائم ہوئیں۔ (پانچویں-چھٹویں-ساتویں)

3) مگدھ میں کونسے ذخائر موجود تھے؟ (آبی-آمدنی-معدنی)

4) طاقت، بارش اور بجلی کا دیوتا کسے کہا جاتا تھا؟ (اگنی-اندرا-ببتا)

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) حمل و نقل میں آسانی کی بدولت	لوہے کی دریافت و استعمال کا پتہ چلتا ہے۔
2) آریاؤں کی آمد کے بعد سے	تجارت پروان چڑھی تھی۔
3) پوجا، پاٹ کی انجام دہی کے سبب	کے ذریعہ عام ہندو کو اپنا محتاج بنالیا تھا۔
4) پیچیدہ مذہبی دستور العمل اور اوہام پرستی	برہمنوں کا مرتبہ بہت بلند ہو گیا۔
5) نچلے طبقات کو مندروں میں تو کجا	سرناتھ کے ہرن باغ میں دیا تھا۔
6) گیان ملنے کے بعد گوتم بدھ نے اپنا درس	اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے قریب آنے کی ممانعت تھی۔

سبق 4 دیگر عالمی تہذیبیں

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 چینی تہذیب

3.1.1 سیاسی ارتقاء

3.1.2 سماج اور نظم ونسق

3.1.3 معاشی زندگی

3.1.4 چینی مذہب اور فلسفہ

3.1.5 فنون لطیفہ

3.1.6 زبان، ادب، سائنس اور ٹکنالوجی میں چینیوں کے کارنامے

3.2 قدیم ایرانی تہذیب

3.2.1 ابتدائی تاریخ

3.2.2 اکامنیڈ (AKAMENED)

3.2.3 سائنس اور سماجی حالات

3.2.4 فنون لطیفہ

3.2.5 مذہب زرتشت

3.3 یونانی تہذیب

3.3.1 شہری ریاستوں کا عروج

3.3.2 اسپارٹا اور ایتھنز کی ریاستیں

3.3.3 جنگیں اور یونانی جمہوریت کا خاتمہ

3.3.4 سکندر اعظم کی سلطنت

3.3.5 قدیم یونانیوں کا مذہب

3.3.6 یونانی ادب، فلسفہ، آرٹ، آرکیٹکچر اور کارنامے

3.4 رومن تہذیب

3.4.1 ابتدائی تاریخ

3.4.2 آرٹ اور تمدن

3.4.3 رومن سلطنت

3.4.4 رومنوں کے کارنامے

3.4.5 زبان، ادب اور فلسفہ

3.4.6 فنون لطیفہ اور سائنس

3.4.7 رومن تہذیب کا زوال

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں حسب ذیل عالمی تہذیبوں پر روشنی ڈالی جائے گی:

1) قدیم چینی تہذیب، سیاسی ارتقاء، سماج اور نظم ونسق، معاشی زندگی، فنون لطیفہ، زبان، ادب، سائنس اور ٹکنالوجی میں چینیوں کے کارنامے۔
2) قدیم ایرانی تہذیب، ابتدائی تاریخ، اکامنیڈ، سائنس اور سماجی حالات، فنون لطیفہ، مذہب زرتشت۔
3) یونانی تہذیب، شہری ریاستوں کا عروج، اسپارٹا اور ایتھنز کی ریاستیں، جنگیں اور یونانی جمہوریت کا خاتمہ، سکندر اعظم کی سلطنت، قدیم یونانیوں کا مذہب، ادب، فلسفہ، آرٹ، آرکیٹکچر اور کارنامے۔
4) رومن تہذیب، ابتدائی تاریخ، آرٹ اور تمدن، رومن سلطنت، رومنوں کے کارنامے، زبان، ادب اور فلسفہ، فنون لطیفہ اور سائنس، رومن تہذیب کا زوال۔

2 تمہید

سابقہ باب میں ہم لوہے کے دور کی تہذیب، قدیم ہندوستانی تہذیب و مذاہب کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ اس سبق میں دیگر عالمی تہذیبوں کے متعلق معلومات حاصل کی جائیں گی۔ چینی تہذیب کا آغاز 1850 قبل مسیح میں ہوا۔ تب سے کئی حکمرانوں نے ملک پر حکومت کی اور تہذیب کو پروان چڑھایا۔ عوام زراعت پیشہ تھے۔ ہند۔ یوروپی زبانیں بولنے والے قبائیلوں نے 1400 قبل مسیح میں ایران میں ایک نئی تہذیب کی بنیاد رکھی تھی اور چھٹی صدی تک مقامی باشندوں کے ساتھ مل کر ایک نئے دور کا آغاز کیا اور ایرانی تہذیب کو وسعت دی تھی۔ وہ لوگ زرتشت مذہب کے ماننے والے تھے۔ اسی طرح ہند۔ یورپی باشندوں نے ایجیئن سمندر کے کنارے سکونت اختیار کر کے یونانی تہذیب کی بنیاد ڈالی۔ یہ تہذیب دیومالا کی کہانیوں پر مشتمل تھی بعد میں وقت کے ساتھ اس تہذیب نے ارتقائی منازل طے کیے۔ یونانی تہذیب میں ریاستوں کا عروج ہوا۔ ان ریاستوں کی آپسی جنگوں نے یونان کو کمزور کر دیا، آخر کار سکندر اعظم کے باپ فلپ نے یونان پر قبضہ کر لیا۔

جنوبی یورپ میں دریائے ٹائبر کے کنارے شہر روم میں رومن تہذیب کا آغاز ہوا۔ اس تہذیب میں مشرقی تہذیب کی جھلک نظر آتی ہے۔ رومن تہذیب کا تعلق کانسے کے دور سے ہے۔ اس میں عورت اور مرد کو برابر کا درجہ حاصل تھا۔ یہاں کے باشندے فنون لطیفہ میں جواب نہیں رکھتے تھے۔ ان کا فن تعمیر سارے عالم میں شہرت کا حامل ہے۔ یہاں جمہوری طرز کی حکومت تھی۔ فرانسیسی اور جرمنی قبائیلوں کے مسلسل حملوں سے رومن تہذیب کو زوال آیا۔

3 سبق کا متن

3.1 چینی تہذیب

چینی تہذیب کا آغاز کانسے کے دور یعنی کم و بیش 1850 قبل مسیح میں ہوتا ہے۔ اس وقت چین پر شانگ حکمرانوں کی حکومت

تھی۔شانگ حکمرانوں نے چینی تہذیب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔اسی لیے یہ "شانگ تہذیب" کہلائی۔اس دوران کانسے اور تانبے کو پگھلا کر اوزار، ہتھیار، برتن وغیرہ بنائے جانے لگے۔چین کے باشندے زراعت کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔چینی تہذیب کی نشوونما دریائے ہوانگ ہو کے کنارے ہوئی۔دریائے کے پانی سے زراعت میں بڑی مدد ملتی تھی، لیکن اس دریائے میں آنے والی طغیانیوں نے کنارے پر بسنے والوں کو تباہ و برباد کردیا، جس کی وجہ سے یہاں کے باشندے ہزاروں کی تعداد میں نقل مقام کرنے پر مجبور ہوگئے۔یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا اور شانگ تہذیب زوال پذیر ہوگئی۔

شانگ حکومت کے زوال کے بعد کرون (CRON) حکمرانوں نے تخت و تاج سنبھالا اور ایک نئی تہذیب کی بنیاد ڈالی۔ اُنھوں نے نئی سلطنت کا پائے تخت "ہان" (HAN) کو بنایا۔یہ ایک طاقتور حکومت تھی۔رعایا خوش حال، معاشی ذرائع بے شمار تھے، لیکن یہ طاقتور حکمت امراء، جاگیرداروں اور وزراء کی نااہلی، کاہلی، بدکرداری، عیاشی، عدم دلچسپی کے باعث کمزور اور ناکارہ ہوگئی۔ ایسے نازک وقت پر سانگ سیو (TSANG TSUE) نامی ایک عالم و فاضل کی تعلیمات نے چینی تہذیب کو تباہی سے بچالیا۔اس نے چینی عوام میں پھیلی ہوئی افراتفری و نفاق کو دور کرتے ہوئے سب کو پھر سے متحد کیا اور ایک طاقتور سلطنت کے قیام کی راہ ہموار کی۔ اس دور میں چینی تہذیب مشرق میں بحرالکاہل اور جنوب میں دریائے یانگ ذی (YANGZE) تک پھیل گئی۔

3.1.1 سیاسی ارتقاء

کرون حکمرانوں کے عہد میں چین میں ایک مستحکم حکومت قائم تھی۔ان کے زوال پر چین کے سیاسی اُفق پر کئی کمزور سلطنتیں وجود میں آئیں اور چلی گئیں۔آخرکار چاؤ (CHAO) حکمرانوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اور کافی طویل عرصہ تک حکمرانی کرنے میں کامیاب رہے۔چاؤ نہ صرف تعلیم یافتہ تھے بلکہ پختہ سیاسی شعور بھی رکھتے تھے۔اُنھوں نے رعایا کی بھلائی کے لیے بہت کام کیے۔لیکن اس سلطنت کے آخری دور کے حکمران نااہل ثابت ہوئے جس کے باعث حکومت کمزور ہوگئی اور بدامنی پھیل گئی۔چاؤ کے زوال کے بعد چنگ سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔چین پر سب سے زیادہ مستحکم و طاقتور حکومت چنگوں کی تھی۔اس دور میں مختلف اصلاحات ہوئیں، جس سے معاشی زندگی میں سدھار آیا۔مشہور شہنشاہ شی ہونگ جی (SHI HWHUNG JI) نے اپنی سلطنت کو بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رکھنے کی خاطر "عظیم دیوارِ چین" تعمیر کروائی۔

چنگ سلاطین کی حکومت کے زوال کے بعد یانگ (YANG) سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔یہ بھی ایک مستحکم حکومت تھی جو کافی طویل عرصہ تک قائم رہی۔اس دوران چینی سلطنت کے حدود مغرب میں روس کی سرحد تک پھیل گئے تھے، جنوب میں یانگ ذی دریا کو پار کر گئے تھے۔سلطنت کے حدود میں وسعت سے چینی تہذیب کا ہندوستانی اور مغربی ممالک کی تہذیبوں سے بھی رابطہ قائم ہوا۔ ینگ حکمرانوں نے چین کے سیاسی ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

3.1.2 سماج اور نظم و نسق

چین میں کانسے کے دور سے ہی سماج کا وجود ہو چکا تھا۔مختلف گروہوں کے باہمی ملاپ سے سماج کی تشکیل عمل میں آئی اور

پرسکون زندگی گزارنے کے لیے اُصول بنائے گئے، جس پر عمل آوری کے لیے شانگ کے دور میں انتظامیہ کی بنیاد پڑی۔ شانگ حکمرانوں کے بعد چنگ سلاطین نے رعایا کی بھلائی کے لیے سماجی زندگی میں سہولتیں بہم پہنچائی گئیں، جس میں سب سے اہم نظم ونسق میں بہتری اور قوانین پر سختی سے عمل پیرا ہونے انتظامیہ کے اختیارات میں مزید اضافہ ہے۔ دیوار چین کی تعمیر سے چینی عوام کو شمالی سرحدوں سے حملہ آور ہونے والوں سے نجات ملی اور چینیوں کو اپنا فاضل وقت سائنس اور ٹکنالوجی کے تجربات ومشاہدات میں صرف کرنے کا موقع ملا۔

بادشاہ کی سماجی ڈھانچے میں اعلیٰ حیثیت تھی اس کے بعد امراء، جاگیرداروں اور سماج کے دیگر گروہوں کا درجہ تھا۔ عوام کی اکثریت زراعت پیشہ تھی۔ دست کار، کمہار وغیرہ کے گروہ بھی خوش حال تھے۔ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا عام رواج تھا۔ سپاہیوں کو سماج میں باعزت مقام تھا۔ نجومیوں کی سماج میں بڑی قدر تھی۔

3.1.3 معاشی زندگی

چینی عوام کا قدیم ترین پیشہ زراعت تھا۔ مکئی اور گیہوں کی کاشت کی جاتی تھی۔ مویشیوں کی پرورش پر بھی توجہ دی جاتی۔ کتوں کے علاوہ خنزیر (سور) کی بھی پالتو جانوروں کی طرح پرورش کی جاتی تھی۔ ریشم کے کیڑوں کی پرورش کر کے ریشم نکالا جاتا تھا۔ چینیوں کا تیار کردہ ریشمی کپڑا بہت عمدہ ہوتا ہے۔ ہاتھی اور گھوڑے جنگوں میں استعمال کیے جاتے تھے۔ وہ لوگ مٹی سے خوش نما اور خوش وضع برتن تیار کیا کرتے چینی برتنوں کی بہت مانگ تھی۔ کانچ کے ٹکڑوں کو جوڑ کر متناسب چوکھٹوں میں لگاتے یہ فن وسطی ایشیاء میں بہت عام ہے۔ چینی باشندوں کا یونانیوں اور بکٹویا کے لوگوں سے تجارت اور میل ملاپ بڑھا تو چینیوں نے بھی شراب کی تیاری میں دلچسپی لی۔ اس طرح معاشی زندگی میں ترقی ہوئی اور آمدنی کے ذرائع میں فروغ ہوا۔ چینی کے برتن کا استعمال سجاوٹ کے لیے بھی ہونے لگا تو فروخت میں اضافہ ہوا۔ چینی باشندوں کی موسیقی میں دلچسپی نے آلات موسیقی کی تیاری کی راہ ہموار کی جس سے ان کی معاشی زندگی میں سدھار آیا۔

3.1.4 چینی مذہب اور فلسفہ

آثار قدیمہ کی کھدوائیوں میں برآمد شدہ اشیاء کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی تہذیب کی ابتداء سے ہی انسان قدرت کے مظاہر یعنی سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ اور اپنے مرحوم آباواجداد کی پرستش کرنے لگا تھا۔ وہ روحوں پر ایقان رکھتے تھے۔ مرنے کے بعد قبر میں روح کے لیے مرنے والے کی تمام ضروری اشیاء ساتھ دفن کردی جاتی تھیں۔ قدیم چین میں "کنفیوشیس" اور "لاؤسے" دونوں نے اپنی اپنی تعلیمات کا پرچار کیا، جس کو کنفیوشیس ازم اور تاؤ ازم کے نام سے موسوم کیا۔ تاؤ ازم میں سیدھی سادھی زندگی گزارنے اور بے لوث رویہ کی تلقین کی گئی ہے۔

"لاؤسے" 604 قبل مسیح میں پیدا ہوا اور اپنے خیالات کو "تاؤچی کنگ" (TANOCHI KING) میں پیش کیا، جب کہ کنفیوشیس کی پیدائش 551 قبل مسیح کی ہے۔ وہ 479 قبل مسیح تک بقید حیات رہے۔ کنفیوشیس، مہاویر اور گوتم بدھ کے ہم عصر تھے۔

اُنھوں نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ انسانوں کو مل جل کر رہنے کی ہدایت دی اور اتحاد و اتفاق، بزرگوں کا احترام، آباو اجداد سے عقیدت پر زور دیا۔ ان کی کتاب "پنچ جنگ" (PUNCH JING) کے ذریعہ سماجی ترقی کی تلقین کی گئی جب کہ "لاؤسے" نے فرد کی ترقی کی وکالت کی، لیکن بعد میں وہ چین کے بدھ مت کے حلقے میں داخل ہو گیا۔ کنفیوشیس کو چینی باشندے عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

3.1.5 فنونِ لطیفہ

چین کے باشندے فنونِ لطیفہ میں مہارت رکھتے تھے۔ فن سنگ تراشی اور مصوری میں چینیوں کو ملکہ حاصل تھا۔ یہاں باتصویر تحریر کا رواج عام تھا۔ وہ لوگ قیمتی پتھروں یشب سے حیرت انگیز آوازیں اور موسیقی پیدا کیا کرتے تھے۔ چین کے آرٹ کی ساری دنیا میں شہرت ہے۔ چینی مٹی کے تیار کردہ برتنوں کی سجاوٹ وغیرہ کے لیے بڑی مانگ ہے۔ یہاں کے باشندے بڑے ہی خوبصورت برتن بناتے تھے۔ چین کا فن تعمیر بھی بہت ہی متاثر کن ہے۔ ان کی مثال شاہی محلات و منادر کی شکل میں آج بھی موجود ہے۔ عظیم دیوار چین فن تعمیر کے ارتقاء کی اعلیٰ ترین یادگار ہے۔ اس کی تعمیر میں مٹی اور پتھر کا استعمال کیا گیا۔ مسالہ جات کی آمیزش (ملاوٹ) سے اس کی مضبوطی اور پائیداری میں اضافہ ہوا اور یہ آج تک بھی موجود ہے۔ اس دیوار کی لانبائی دو ہزار چار سو کیلومیٹر ہے اور چوڑائی اتنی کہ بیک وقت دو بیل گاڑیاں بہ آسانی گزر سکتی ہیں۔ باقاعدہ فاصلوں پر کئی مینار تیار کیے گئے ہیں تاکہ نگران کار عملہ ان میناروں سے باہر کا نظارہ و مشاہدہ کر سکے۔

3.1.6 زبان، ادب، سائنس اور ٹکنالوجی میں چینیوں کے کارنامے

چینی زبان میں حروف تہجی کی تعداد زیادہ تھی، جس سے دشواریاں ہو رہی تھیں۔ چینی حکمرانوں نے رسم الخط کی اصلاح کی اور حروف تہجی کی تعداد میں کمی کر دی۔ ابتداء میں لکھنے کے لیے ہڈیوں کا استعمال کیا جاتا تھا بعد میں برش سے لکھنے لگے۔ لکھنے کا آغاز ریشمی کپڑے پر کیا گیا۔ فرمان شاہی ریشمی کپڑوں پر ہی لکھے جاتے تھے۔ پھر چین میں کاغذ کی ایجاد ہوئی تو تحریر کے لیے کاغذ کا استعمال عام ہوا۔ کاغذ کی ایجاد نے چینی زبان کی ترویج میں اہم حصہ ادا کیا۔

قدیم چینی باشندوں نے دنیا کی سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ اجسام فلکی اور ستاروں کی گردش کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ سورج گرہن اور چاند گرہن کو جغرافیائی مظاہر سے تعبیر کیا۔ ریاضی میں اشاریہ کے طریقے کو رائج کیا۔ جغرافیائی معلومات کو عالمی سطح پر روشناس کروایا۔ چینیوں نے ریاستوں اور ممالک کے نقشہ جات تیار کر کے سارے عالم کو حیرت میں مبتلا کر دیا۔ زمین میں ہونے والے زلزلوں کو معلوم کرنے کے لیے علم زلزلہ (SIESMO GRAPH) کی ایجاد کی اور اس علم کو نقطۂ عروج تک پہنچایا۔ چینی ہر فن مولا تھے۔ اُنھوں نے آبی گھڑی ایجاد کی، اس کے علاوہ مقناطیس کی کشش، پتنگوں کی فضاء میں اُڑان وغیرہ پر بھی معلومات مہیا کیں۔ بارش سے بچنے کے لیے چھتریوں کی تیاری سب سے پہلے چین میں ہوئی۔ ان کا ایک اور اہم کارنامہ قطب نما کی تیاری ہے۔

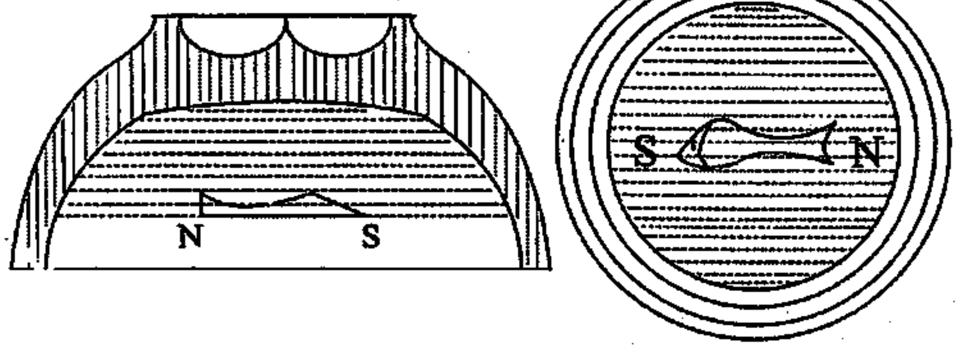

شکل نمبر 3.1 قدیم چینی قطب نما (کمپاس)

چینیوں کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ اُنھوں نے دنیا میں سب سے پہلے مسابقتی امتحانات کے ذریعہ سرکاری ملازمین کے تقرر کے طریقے کو روشناس کروایا اور اس کو مینڈامنس (MANDAMINS) کے نام سے موسوم کیا۔

اس طرح چینی تہذیب کو انسانی تہذیب کے ارتقاء میں ایک سنگ میل کا درجہ حاصل ہے۔

3.2 قدیم ایرانی تہذیب

3.2.1 ابتدائی تاریخ

ہند۔یورپی زبانیں بولنے والے قبائل 1400 قبل مسیح میں ایران میں داخل ہوئے اور یہاں پر ایرانی تہذیب کی بنیاد رکھی۔ ایران ایک وسیع وعریض ملک ہے، جس میں بلند پہاڑ اور لق ودق ریگستان بھی ہیں۔ ان ناقابل عبور پہاڑیوں اور لامتناہی صحراؤں کی وجہ سے ایرانی تہذیب وتمدن کی وسعت کا عمل بہت سست رفتاری سے جاری رہا۔ یہ لوگ کانسے، تانبے اور جست کے استعمال سے بخوبی واقف تھے۔ ان دھاتوں سے ہتھیار، اوزار، برتن تیار کرتے تھے۔ لوہے کی دریافت سے اوزاروں کے علاوہ ہتھیاروں مثلاً نیزہ (برچھا) کلہاڑی، چاقو اور ہل بھی تیار کیے جانے لگے۔ لوہے کی دریافت سے جنگی سازوسامان میں انقلاب رونما ہوا۔ جنگی فتوحات کے ذریعہ بھی ایرانی تہذیب کے پھیلنے میں مدد ملی۔ ان قبائیلوں نے چھٹی صدی قبل مسیح تک مقامی باشندوں کے ساتھ مل کر ایک نئے دور کا آغاز کیا اور اس طرح ایرانی تہذیب کو ایران میں وسعت نصیب ہوئی۔ جب عوامی طاقت میں اضافہ ہوا تو اُنھوں نے ''اکانیڈ'' (AKANEID) سلطنت قائم کی۔ اس سلطنت کا سب سے طاقتور حکمراں ڈریس (DARIUS) اول تھا۔ اس نے ایک دارالحکومت کی تعمیر کروا کر اس کا نام پرسو پولس (PER SO POLIS) رکھا۔ اس بادشاہ کے عہد میں ایرانی آرٹ اور فن تعمیر میں زندگی کی روح پھونکی گئی۔ ڈریس سوم کے عہد میں سکندر اعظم نے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور یونان کی فوجی برتری کا لوہا منوالیا۔ تیسری صدی قبل مسیح میں ساسانی حکومت قائم ہوئی، جو پانچویں صدی عیسوی تک برقرار رہی، لیکن روم بزنطینی کی جنگوں اور ہنوں کے حملوں کی وجہ سے اس سلطنت کا بھی زوال ہو گیا اور عربوں نے 651 عیسوی میں ایران پر حملہ کر کے فتح کر لیا اور اپنی حکومت قائم کر لی۔

3.2.2 اکامنیڈ (AKAMENED)

اکامنیڈ سلطنت بہت طاقتور اور مستحکم تھی۔ ملک کے بیشتر علاقوں پر بادشاہ کے عزیز و اقارب، اُمراء اور مذہبی رہنماؤں کا قبضہ تھا۔ اس سلطنت کے قیام کے بعد ایران میں غلاموں کا رواج عام ہو گیا۔ غلاموں سے سخت محنت لی جاتی تھی۔ ساسانیوں کے عہد میں کئی ہندوستانی اور یونانی کتب کا ایرانی زبان میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ اکامنیڈ دورِ حکومت میں ان کی اشاعت عمل میں آئی۔ علم و ہنر اور صنعت و حرفت کو ترقی ہوئی۔ اس دور میں بیرون ملک تجارت کی راہیں کھلیں۔ دولت مند سوداگر بیرون ملک کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اسی دورِ حکومت میں ایک مشہور ملاح نے دریائے سندھ کے دہانے سے مصر تک سفر کیا، اس ملاح کو شاہی سرپرستی حاصل تھی۔ اکامنیڈ سلطنت میں زراعت اور آب پاشی کی سہولتیں حکومت نے پہنچائیں۔ ریشم کے کپڑوں کی تیاری میں ایرانی بکثر شہرت رکھتے تھے۔

3.2.3 سائنس اور سماجی حالات

ایرانی باشندوں کا یہ کارنامہ ہے کہ انھوں نے ہوا کے دباؤ سے چلنے والی مشینوں کی ایجاد کی۔ ان مشینوں کے ذریعہ پانی حاصل کرنے اور دیگر زرعی مقاصد میں بڑی سہولت ہوئی۔ یہاں کے باشندے علم کیمیاء پر بھی عبور رکھتے تھے۔ اکامنیڈ حکمرانوں کے دور میں "آرامیک" کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل تھی لیکن مقامی زبانوں کا چلن بھی جاری رہا۔ آرامیک رسم الخط نے ایشیائی زبانوں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ساسانیوں کے عہد میں پہلوی رسم الخط کو فروغ حاصل ہوا۔ ایران براعظم ایشیاء میں واقع ہونے کے ساتھ ساتھ یورپ سے قریب بھی ہے۔ اس لیے ایرانی تہذیب مشرقی و مغربی تہذیبوں کا حسین امتزاج بن گئی ہے۔ عربوں کے ایران فتح کر لینے کے بعد شہنشاہ خسرو کے دور میں ایرانی تہذیب ساری دنیا میں پھیل گئی اور عرب اس کے تہذیبی سفیر بن گئے۔

3.2.4 فنونِ لطیفہ

زمانہ قدیم سے ہی ایرانی آرٹ اور فن تعمیر شاندار، پرشکوہ، دلکش، جاذب نظر ہونے کے علاوہ اپنی انفرادیت برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اس کی مثالیں "پرسی پولس" شہر میں تعمیر کردہ حسین، خوشنما، خوش وضع، عالیشان عمارتیں ہیں، جو اکامنین آرٹ اور فن تعمیر کا بہت ہی نایاب نمونہ ہیں۔ ایران میں ساسانیوں کے دور میں فن مصوری میں ہمہ جہتی ترقی ہوئی۔ شکار اور میدان جنگ کے مناظر کی خوبصورت عکاسی کی گئی۔ کانچ اور ہیروں کو تراشنے، برتنوں اور کپڑا تیار کرنے کے فن کی زبردست حوصلہ افزائی ہوئی۔ یہ فن ایران سے نکل کر چین اور یورپ کے کئی ممالک تک پھیل گیا۔ ایران میں قالین کی تیاری زمانہ قدیم سے کی جارہی ہے اور ایرانی قالین کی ساری دنیا میں مانگ ہے۔ فن قالین سازی میں ایرانیوں کا جواب نہیں، ہر قسم کے قالین کی تیاری میں مہارت رکھتے ہیں۔

3.2.5 مذہب زرتشت

زرتشت ایران کا قدیم ترین مذہب ہے۔ ابتداء میں ایران میں ایک سے زیادہ دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی تھی جو ان کی نجات کا ذریعہ تصور کیا جاتا تھا۔ زرتشت نے اوہام پرستانہ عقیدوں کی مذمت کی۔ زرتشت کی تعلیمات کو ساتویں قبل مسیح میں ایک کتابی شکل دی گئی، جو "ژند پاژند" کے نام سے موسوم ہوئی۔ ہرمس ٹس (HERMISTUS) نے زرتشت کی تعلیمات کو بیس لاکھ سطور میں قلم بند

کیا۔اس کتاب میں "یزدان" (نیکی کا خدا) اور اہرمن (بدی کا خدا) کے درمیان ہونے والی کشمکش کو بیان کیا گیا ہے۔نیکی اور بدی کے درمیان ہونے والی کشمکش میں آخر کار نیکی کی فتح ہوتی ہے۔زرتشت کی تعلیمات کے مطابق انسانوں کو بدی کے خلاف لڑ کر فتح حاصل کرنی چاہیے۔وہ دیوتا جو یزدان سے مشابہت رکھتے ہیں آگ، سورج اور ہوا کے دیوتا ہیں۔یہ مذہب نہایت قدیم ہے۔اس میں ویدوں کے دور کے دیوتا "مترا" (MITRA) کی بھی پرستش کی جاتی تھی۔زرتشت کی بعض تعلیمات یہودی اور عیسائی مذاہب سے مماثلت رکھتی ہیں۔یہودیت میں پیش کیا گیا "ابلیس" کا تصور، انجیل میں مذکورہ دانش مند لوگوں کا دوبارہ زندہ ہونا اور آخری فیصلے کے تصورات زرتشت مذہب میں پہلے سے ہی موجود ہیں۔ہندوستان میں بسنے والے پارسی لوگ زرتشت مذہب کے ماننے والے ہیں۔

3.3 یونانی تہذیب

ڈانل بے (DANL BE) منطقہ کے ہند۔یورپی باشندے ایجین اون (AEGEON) سمندر کے ساحل پر سکونت پذیر ہوگئے تھے۔صدیوں سے رہنے بسنے کے بعد یہ یونانی نژاد تھے۔یونان کی قدیم تہذیب دیو مالا کی کہانیوں پر مشتمل ہے۔یونانی باشندے ابتداء سے ہی سورج دیوتا کی پرستش کرتے آ رہے ہیں۔ان لوگوں کا محبوب مشغلہ جسمانی ورزش ہے۔یونان ایک عرصہ دراز تک ریاستوں کی آپسی عداوت و برتری کی جنگوں میں مصروف رہا۔تاہم ان ریاستوں کی زبان، تہذیب، تمدن اور ثقافت میں ہمیشہ یکسانیت برقرار رہی، اس لیے ان کو "ہلینی تمدن" کہا جاتا ہے۔

3.3.1 شہری ریاستوں کا عروج

یونان کی شہری ریاستوں میں ایتھنز، اسپارٹا، کورنتھ اور تھیبس بہت اہم ریاستیں تھیں۔ریاست ایتھنز کی قیادت میں یونانی ریاستوں نے ڈلاس (DELLAS) انجمن تشکیل دی۔ڈلاس انجمن کے قیام کا مقصد ایرانی حملہ آوروں کا مل کر مقابلہ کر کے اپنے ملک کی آزادی و سالمیت کو برقرار رکھنا ہے۔اکامینیڈ کے حکمران ڈیریس اور اکامینیڈ کے بادشاہ خسرو کے دور حکومت میں یونان پر کئی حملے ہوئے، جن کو یونانی شہری ریاستوں کی انجمن نے ناکام بنادیا۔اس طرح آپسی اتحاد نے بیرونی حملہ آوروں کو مار بھگایا۔

3.3.2 اسپارٹا اور ایتھنز کی ریاستیں

یونان کی تمام ریاستوں میں حکومت کا نظام یکساں نہیں تھا۔یونان کی بعض ریاستوں میں ایران کی طرح اُمراء اور دولت مند لوگوں کی حکومت تھی جس کو "اشرافیہ" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ان میں سے اسپارٹا ایک فوجی ریاست میں تبدیل ہوگئی تھی جب کہ ایتھنز میں جو حکومت قائم تھی وہ جمہوری طرز کی تھی۔سلیمان بادشاہ عدل و انصاف کا علمبردار ہونے کے ساتھ ساتھ جمہوریت پر ایقان رکھتا تھا۔اس نے جمہوری اُصولوں پر عدلیہ کے نظام کو فروغ دیا۔وہ عوام میں بہت مقبول تھا۔سلیمان نے منتخبہ کونسلوں کے ذریعہ حکومت چلائی حتیٰ کہ عدلیہ کے عہدہ داروں کا تقرر بھی بذریعہ انتخابات کیا جاتا تھا۔پیری کلس (PERICLES) کی رہنمائی میں ایتھنز نے زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی کی۔اس کو تاریخ میں "پیری کلس" کے زرین دور سے موسوم کیا جاتا ہے۔جن ریاستوں نے ایتھنز کی برتری کو تسلیم نہیں کیا وہ اکثر آپس میں لڑتی رہیں اور نتیجتاً کمزور ہوگئیں۔دولت مند لوگوں کے تحت غلامی کا رواج عام تھا۔غلاموں کو

سماجی اور سیاسی آزادی حاصل نہیں تھی۔ اکثر یونانی شہری غلاموں کے حصول کے لیے دوسرے ممالک کو جاتے اور غریب لوگوں کو خرید کر لاتے تھے۔ یہی خریدے ہوئے لوگ غلامی کے فرائض انجام دیتے تھے۔

3.3.3 جنگیں اور یونانی جمہوریت کا خاتمہ

یونانی شہری ریاستیں اکثر و بیشتر آپس میں جنگوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ ان جنگوں کو "پیلی پونی سین" (BATTLE OF PELI PONECION) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان جنگوں نے ایتھنز کی ریاست کو کمزور کر دیا تھا۔ رفتہ رفتہ سلاطین ایتھنز کی عظمت، شان و شوکت کا خاتمہ ہو گیا۔

3.3.4 سکندر اعظم کی سلطنت

یونان کی اکثر ریاستوں کی آپسی جنگوں نے ان ساری ریاستوں کو کمزور کر دیا۔ یہ ریاستیں ایتھنز کی برتری کو تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنے لگیں۔ ایسے میں کوئی بھی بیرونی حملہ آور ان ریاستوں پر بہ آسانی قبضہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ مقدونیہ کے بادشاہ فلپ نے سنہ 338 قبل مسیح میں ان پر حملہ کر کے انھیں فتح کر لیا اور اپنے زیر اقتدار لے کر انھیں پھر سے متحد کیا۔ فلپ کے انتقال کے بعد اس کا لائق بیٹا فاتح عالم کا خواب دیکھنے والا سکندر اعظم تخت نشین ہوا۔ وہ ساری دنیا کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں سکندر اعظم نے ایشیاء کوچک، شام، عراق، اُردن، ایران، مصر، بیکٹریا، سارڈینا اور ہندوستان کے مغربی علاقوں کو فتح کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ ہندوستان میں جہلم کے علاقہ کے حکمران راجہ پورس کو ایک گھمسان جنگ میں شکست دی، لیکن پورس کی سخت مدافعت نے سکندر کی فوج کو تھکا دیا تھا۔ اس کے علاوہ سکندر اعظم کے لیے ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس کے سپاہی عرصہ دراز تک اپنے گھروں سے دور فتوحات میں مصروف رہے اب وہ مزید آگے بڑھ کر مگدھ کی طاقتور فوج سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہیں تھے اور وطن واپس لوٹنے کا اصرار کرنے لگے، سکندر اعظم کے لاکھ سمجھانے کے باوجود جب سپاہیوں نے واپسی کے لیے اصرار میں شدت پیدا کر دی تو مجبوراً سکندر نے یونانی افواج کو وطن واپسی کا حکم دے دیا۔ واپسی کے سفر کے دوران عراق بابل کے مقام پر سکندر اعظم کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح فتوحات کے ایک عظیم دور کا خاتمہ ہو گیا۔

3.3.5 قدیم یونانیوں کا مذہب

قدیم یونانی باشندے سورج دیوتا، پالو، ڈیوشین (درمیانی کرۂ ارض کا حکمران) زیوس (ZEUS) (آسمان کا دیوتا) کی پرستش کیا کرتے تھے۔ "ایتھنا" آرٹ اور فتوحات کی دیوی تھی۔ یونانی قدیم مذہبی عقیدے کے مطابق لمپایہ پہاڑی کی چوٹی ان دیوتاؤں کا مسکن تھی۔ ہر صدر خاندان پجاری کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ یہ لوگ تہواروں اور تقاریب کو بڑی دھوم دھام سے منایا کرتے۔ زیوس دیوتا کی پرستش کے دوران جسمانی ورزش، کھیل کود، دوڑ کے مقابلے منعقد کیے جاتے تھے، انھی مقابلوں نے آگے چل کر اولمپک کھیلوں کی شکل اختیار کر لی۔

3.3.6 یونانی ادب، فلسفہ، آرٹ، آرکیٹکچر اور کارنامے

قدیم یونان میں تعلیم کے شعبے میں فن تقریر، ادب، جسمانی ورزش اور موسیقی کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ ادب، فلسفہ اور جمالیات یونانیوں کے پسندیدہ مضامین تھے۔ اُنھوں نے شاعری، تاریخ، ڈرامہ اور ادب میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ ایلیڈ (ILLIAD) اور اوڈیسی (ODYSSE) ادب کی دنیا کے شاہ کار تصور کیے جاتے ہیں۔ ان رزمیہ داستانوں کا رامائن اور مہابھارت سے تقابل کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح ہندوستان میں آلہ موسیقی "وینا" کا استعمال کیا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح یونانی باشندے موسیقی میں لائر (LYRE) کا استعمال کرتے ہیں۔ یونان کی مایہ ناز شاعرہ ناسپو (NASPO) نے انتہائی والہانہ انداز میں فطرت کی خوب صورتی کے گیت گائے ہیں۔ ممتاز شاعر پینڈر (PINDER) نے کھیل کود اور کھلاڑیوں پر بے شمار اشعار لکھے تھے۔ ایتھنز ساحل کے قرب کی گئی کھدوائیوں میں برآمد اشیاء کے مطالعے سے قدیم یونانیوں کی اداکارانہ صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ "سوفوکلس" (SOPHOCLES) اس زمانے کا عظیم ڈرامہ نگار تھا، جو المیہ ڈرامہ نگاری میں شہرت رکھتا تھا۔ "یوروفیڈس" (EUROPHEDES) نے سماجی ڈرامے تحریر کیے جب کہ "آرس فوبس" (ARISPHOBES) نے مزاحیہ ڈرامے لکھ کر عوام کی تفریح کا سامان مہیا کیا، لیکن ان مزاحیہ ڈراموں کا اختتام بڑا ہی سنجیدہ ہوا کرتا تھا ہندوستان میں تھیٹر آرٹ یونانیوں کا مرہون منت ہے۔ ہندوستانی ڈراموں میں یاوانیکا (YAVANIKA) کے لفظ کا استعمال یونانیوں کے اثرات کا نتیجہ ہے، کیوں کہ قدیم ہندوستان میں یونانیوں کو یاوانا (YAVANA) کہا جاتا تھا۔

ہیروڈوٹس (HERODOTUS) یونان کا مشہور و ممتاز تاریخ داں گزرا ہے، اس کو تاریخ نویسی کا باوا آدم تصور کیا جاتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یونانیوں اور ایرانیوں کے درمیان ہوئی جنگوں کے تفصیلی حالات اور واقعات کو قلم بند کرنا ہے، جس کے ذریعہ ہم کو اس زمانے کے حالات کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح اس کے ایک ہم عصر مؤرخ "تھوسی ڈائی ٹس" (THOSI DIETUS) نے ایتھنز اور اسپارٹا کی جنگوں کے بارے میں لکھا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور نامور تاریخ دان "پلوٹارچ" (PLUTARCH) نے یونان کی نامور شخصیتوں کے حالات زندگی اور کارناموں کے بارے میں اپنی کتاب "پلوٹارچ کی زندگی" میں لکھا ہے۔

فلسفہ کے شعبے میں یونانیوں نے بہت ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ممتاز عالمی شہرت یافتہ فلسفی سقراط، افلاطون، ارسطو وغیرہ یونانی کی سرزمین کی دین ہیں، جو دنیا کے فلسفیوں میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ سقراط نے سچائی کو جاننے کے لیے تعقل (جاننا سمجھنا) پسندی کی تبلیغ کی ہے۔ افلاطون نے فلسفہ کی مستند کتاب "جمہوریہ" لکھی، جس کو سیاسی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے جب کہ ارسطو نے علم طب اور فلکیات کے متعلق نایاب کتاب لکھی ہے۔ قدیم یونانیوں نے سائنس اور ریاضی پر کئی کتابیں لکھیں۔ اقلیدس اور فیثا غورث نے جیومیٹری کے میدان میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کیں اور نئی اصلاحات کے ذریعہ دنیا کو حیرت زدہ کردیا۔ بقراط کو جدید طب کا باوا آدم مانا جاتا ہے۔ اس نے طب پر بے شمار کتابیں لکھیں اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہر بیماری کا کچھ نہ کچھ سبب ہوتا ہے، اس کو میدان طب میں "تعلق وجوہاتی" سے یاد کیا جاتا ہے۔

یونانیوں نے علم فلکیات اور علم نجوم میں نئی نئی دریافتیں کیں اور قابل لحاظ اضافہ کیا۔ بطلیموس (BATLIMOSE) یونان کا معروف ماہر فلکیات تھا۔ اس نے اپنے مشاہدات سے یہ ثابت کر دیا کہ زمین کائنات کا مرکز ہے۔ ہپارکس (HEPAREX) نے زمین اور چاند کے درمیانی فاصلے کی کامیابی کے ساتھ پیائش کی۔ اسکندریہ کے اطباء نے انسانی جسم اور اس کے اندرونی اعضاء کے بارے میں تحقیقات کیں۔

یونانیوں نے آرٹ اور سنگتراشی میں لازوال نقوش چھوڑے ہیں اور ان کا فن تعمیر یا آرکیٹکچر بھی لاجواب ہے۔ یونان کے شاہی محلات، عبادت گاہیں نہایت پرشکوہ اور عالیشان ہیں۔ اُنھوں نے اپنے فن تعمیر کے منفرد انداز سے دنیا کو حیران کر دیا، ان کا فن تعمیرات خوبصورت و دیدہ زیب ہے۔ یونانی فن سنگتراشی کو سارے عالم میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یونانی سنگتراشوں نے اپنے دیوی اور دیوتاؤں کو پتھروں پر بڑی خوبصورتی کے ساتھ تراشا ہے۔ سنگتراشی کے ان نادر نمونوں میں قدرتی حسن اور حقیقت کی اچھے انداز میں عکاسی کی گئی۔ یہاں کے نامور سنگتراشوں میں میڈاس، فیڈاس اور سین کے نام قابل ذکر ہیں۔ انسانی تہذیب کی تاریخ میں یونانی فلسفہ اور ثقافت بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

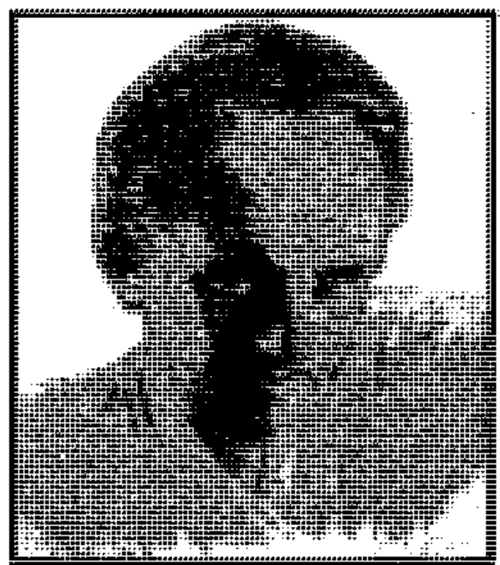

شکل نمبر 3.3 ارسطو

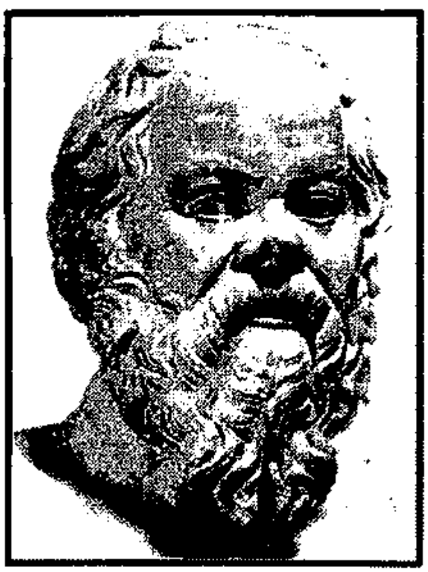

شکل نمبر 3.2 سقراط

3.4 رومن تہذیب

3.4.1 ابتدائی تاریخ

''اطالیہ'' بحیرہ روم میں ایک جزیرہ نما ہے۔ جس کے درمیان سے ملک کا اہم دریا ''ٹائبر'' (TIBER) گزرتا ہے۔ اسی دریا کے کنارے پر شہر روم بسایا گیا ہے، جو آگے چل کر رومن تہذیب کا نہ صرف اہم مرکز بن گیا بلکہ مشرقی اور مغربی تہذیبوں کے حسین سنگم

میں تبدیل ہو گیا۔ رومن تہذیب کو خالص یورپی یا مغربی نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ اس میں مشرقی تہذیب کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ رومی تہذیب بہت ہی قدیم ہے۔ اس کا تعلق بھی کانسے، تانبے اور جست کے دور سے ہے۔

قدیم روم کے باشندے نہایت محنتی اور جفاکش تھے۔ ان کا بنیادی پیشہ زراعت اور بھیڑ، بکریوں کی پرورش تھا۔ عورتیں کھیتوں میں کام کرتی تھیں۔ روم کی ابتدائی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ مٹی اور لکڑی سے برتن بنایا کرتے تھے۔ کانسے، تانبے کی دریافت کے بعد ان دھاتوں سے بھی برتن بنائے جانے لگے۔ برتنوں کے علاوہ اوزاروں، پرزوں اور ہتھیاروں کی تیاری بھی عمل میں آنے لگی، جس کے ذریعہ معاشی ترقی ہوئی۔ روم ایک سرد ملک ہے، اس لیے یہاں کے باشندے بھیڑوں کے بالوں سے اُون تیار کر کے اُونی گرم کپڑے بنتے ہیں اور سردی سے محفوظ رہنے کے لیے گرم کپڑے پہنتے ہیں۔

رومیوں میں والدین اور خاندان کی بہت عزت، احترام وتکریم کی جاتی تھی۔ باپ صدر خاندان ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد بڑا لڑکا باپ کی جگہ صدر خاندان بن جاتا تھا۔ رومی سماج میں خواتین کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ خواتین کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ چاہیں تو سیاسی اور تجارتی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی تھیں۔ اس حق کا استعمال کرتے ہوئے بعض خواتین سیاست وتجارت میں مردوں کے شانہ بہ شانہ حصہ لینے لگیں۔ خواتین کو سماج میں مردوں کے برابر مرتبہ حاصل تھا۔

3.4.2 آرٹ اور تمدن

رومن آرٹ کا فروغ یونانی آرٹ کے خطوط پر ہوا، لیکن یونانیوں کے برعکس رومن آرٹ میں قدرتی حسن اور حقیقت کی بہترین عکاسی کی گئی ہے۔ یہ لوگ مکانوں کی دیواروں پر رنگ برنگی تصاویر بنا کر آرائش کیا کرتے تھے۔ رومن مصور مناظر فطرت کو بڑے ہی دلکش وفطری انداز میں پیش کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ روم میں فن سنگتراشی بھی یونانیوں سے متاثر ہو کر شروع کی گئی۔ یہاں کے سنگتراش بھی دیوی دیوتاؤں کے علاوہ دیگر جانداروں کو پتھروں میں اتنی نفاست، باریکی اور خوبصورتی سے تراشتے تھے کہ ان مجسموں پر حقیقت کا گمان ہوتا تھا۔ رومن مجسمے سارے عالم میں شہرت کے حامل ہیں۔ یہ سنگتراشی کے انمول نمونے روم میں اکثر مقامات پر آج بھی پائے جاتے ہیں۔ رومن تہذیب وتمدن کا فروغ چوتھی صدی قبل مسیح میں یونانی تہذیب کے کم وبیش ساتھ ہی ہوا۔ رومی تہذیب کا گہوارہ یورپ ہے، لیکن یہ تمدن یورپ کے دیگر تہذیبوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس کی اپنی انفرادیت ہے۔

3.4.3 رومن سلطنت

رومن سلطنت بہت ہی طاقتور اور بے حد وسیع وعریض تھی۔ دنیا کے مختلف ممالک اس میں شامل کر لیے گئے تھے۔ روم میں دولت مند افراد، زمیندار اور شہر میں رہنے والوں کی زیادہ اہمیت تھی۔ سخت محنت کرنے والوں کو مزدور سمجھا جاتا تھا، جن کا تعلق سماج کے پچھڑے ہوئے طبقے سے ہوتا تھا۔ یہ طبقہ غلاموں کا درجہ رکھتا تھا۔ معاشرے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ رومیوں نے ایک بہترین طرز حکومت اور ایک باضابطہ قانونی نظام قائم کیا تھا، جس کی وجہ سے سلطنت میں استحکام پیدا ہوسکا۔ دنیا کے بیشتر ممالک نے رومن نظام قانون کی تقلید کی اس کے علاوہ نظام آمد ورفت کے تحت اور تجارت میں سہولت کی خاطر کئی نئی سڑکیں تعمیر کی گئیں، جو روم کو چین سے

ملانے میں مددگار ہوئیں، جس کے ذریعہ چین اور ہندوستان سے تجارتی تعلقات قائم ہوئے۔ اریکا میڈ اور چناپٹنم ہندوستان کے اہم سمندری تجارتی مرکز تھے۔

رومن سلطنت جمہوری طرز کی تھی۔ سرکاری معاملات میں عوام کے منتخب نمائندے سنیٹ (SENATE) اور اسمبلی کا اہم حصہ ہوتے تھے۔ ان کی ہر معاملے میں منظوری لازمی ہوا کرتی تھی۔ موجودہ دور کے جمہوری نظام کا ماخذ رومن جمہوریہ ہی ہے۔ جمہوریت سے پہلے جب آمرانہ حکومت تھی تب دولت مند طبقہ شہروں میں عیش وآرام کی زندگی بسر کرتا تھا اور حکومت کی جانب سے ان کی کفالت کی جاتی تھی۔ جولیس سیزر یہاں کا ایک عظیم حکمران تھا، جس کے زمانے میں شہروں میں زندگی بسر کرنے والے طبقے کی تعداد تقریباً تین لاکھ کے قریب تھی۔ اُونچے افراد کی تفریح کے اہم مشغلوں میں بھاگ دوڑ اور کشتیاں تھیں۔ وہ لوگ پہلوانوں کے مقابلوں میں شامل ہوتے تھے۔ ان مقابلوں میں فتح یاب ہونے والے کو ہارنے والے شخص کو قتل کردینے کا حق حاصل تھا۔

3.4.4 رومنوں کے کارنامے

رومن باشندے عظیم معمار تھے، ان میں فن تعمیر کا اعلیٰ ذوق بھی تھا۔ اُنھوں نے دنیا میں پہلی مرتبہ عمارتوں کی تعمیر میں کنکروں کا استعمال کیا اور اپنی ایک علاحدہ طرز تعمیر کی بنیاد ڈالی، جس کی ابتداء اُونچے ستونوں پر مشتمل ایک بڑی گول عبادت گاہ سے ہوئی۔ پیش دالان میں ستونوں پر عمارت کی تعمیر رومنوں کا مخصوص انداز بن گیا، جس کی بعد میں ساری دنیا میں نقل کی گئی۔ بڑی عبادت گاہ میں سب دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی تھی۔ یہاں زراعت پر ابتداء سے ہی زیادہ توجہ دی گئی اور کاشت کاری میں سہولت کی خاطر دریا سے نہریں نکالی گئیں، نہروں کا روم میں جال بچھا ہوا ہے۔ رومنوں کا سب سے زبردست کارنامہ پائپ کے ذریعہ دور دراز مقامات تک پانی کی سربراہی ہے۔

3.4.5 زبان، ادب اور فلسفہ

رومنوں نے ایک علاحدہ رسم الخط ایجاد کیا اور لاطینی زبان کی سرپرستی کی۔ اس زبان کی ترویج وترقی میں ہر ممکنہ مدد فراہم کی، جس کی بدولت لاطینی زبان تمام مغربی یورپ میں پھیل گئی۔ آج کے دور کی بہت سی سائنسی اصطلاحات اور دیگر علوم میں رائج اصطلاحیں سب لاطینی زبان سے لی گئی ہیں۔ دنیا کے ہر ادب میں لاطینی الفاظ نظر آئیں گے۔ سرزمین روم نے نامور مفکر، مصور، سائنسدان، شاعر، معمار، ادیب، تاریخ داں وغیرہ پیدا کی ہے۔ "میورمیس" ایک مشہور شاعر تھا۔ "ورجل" نے یونانی کلاسیکی تصنیف ای لیڈ (ILLIAD) کے انداز میں ایک تاریخی کتاب "انی میڈ" (ANIMID) تحریر کی۔ ٹاسی ٹن (TASITON) ایک معروف رومن مؤرخ گزرا ہے، جس نے روم کے بارے میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ میسرو (MESRO) ایک عظیم مفکر تھا۔ رومی فلسفہ میں جذبات اور راحت، رنج وغم کے احساس سے آزاد ہونے کی تلقین کی جاتی تھی۔

3.4.6 فنون لطیفہ اور سائنس

رومیوں نے مصوری، فن تعمیر، مجسمہ سازی، سنگتراشی، موسیقی وغیرہ میں آرٹ کے نادر نمونے چھوڑے ہیں۔ رومن مصوری میں

قدرتی حسن اور مناظر قدرت کی صحیح عکاسی کی گئی ہے۔ رومن طرز تعمیر کی سارے عالم میں دھوم ہے۔ اس کی تقلید آج بھی کی جاتی ہے۔ فن سنگتراشی اور مجسمہ سازی میں رومنوں نے اپنے اصول نقوش چھوڑے ہیں۔ دیوتاؤں کے نفاست سے تراشے ہوئے مجسمے آج بھی موجود ہیں

بولین اور سینکا سائنسدانوں نے "مخزن علوم" کو مرتب کیا۔ بیلیس (BALIUS) نے سرجری پر نایاب کتاب تحریر کی۔ جالینوس نے علم طب کی ایک مخصوص مخزن تیار کی۔ اس نے پہلی مرتبہ انسانی جسم کے اندر خون کی گردش کے اُصول کو عام کیا۔ رومیوں نے کیلنڈر ایجاد کیا اور مہینوں کے نام رومن شہنشاہوں کے نام پر رکھے۔

3.4.7 رومن تہذیب کا زوال

رومن تہذیب یورپ کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں پھیل گئی تھی، لیکن فرانسیسی اور جرمنی قبائلیوں کے روم پر لگاتار حملوں کے باعث رومن سلطنت معاشی طور پر بدحال ہوگئی اور کمزور بھی ہوگئی تھی۔ جس سے فرانس اور جرمن پڑوسیوں نے بہت فائدہ اُٹھایا۔ قبائلیوں کے حملوں کے بعد چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہوئیں۔ اس طرح رومن تہذیب کا خاتمہ ہوگیا۔

4 سبق کا خلاصہ

چینی تہذیب کا آغاز کم وبیش 1850 قبل مسیح میں ہوا۔ اس زمانے میں چین پر "شانگ" حکمرانوں کی حکومت تھی، جن کی خصوصی دلچسپی اور جستجو سے چینی تہذیب کو فروغ حاصل ہوا اور یہ "شانگ تہذیب" کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس کا مخزن دریائے ھوانگ ہوتھا۔ یہ لوگ کانسے، تانبے وغیرہ کے استعمال سے بخوبی واقف تھے۔ کرون حکمران کے عہد میں "سانگ سیو" نامی عالم وفاضل شخص کی رہنمائی میں چینی تہذیب ایک بڑے علاقہ میں پھیل گئی۔ چنگ سلطنت کے ایک بادشاہ "شی ہوونگ ڈی" نے بیرونی حملہ آوروں سے حفاظت کی خاطر مضبوط "دیوارِ چین" تعمیر کروائی جو آج بھی موجود ہے۔

چینی تہذیب کے ساتھ ساتھ ایشیاء میں "ایرانی تہذیب" کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ ایرانی تہذیب کی ابتداء 1400 قبل مسیح میں ہوئی اور جنگی فتوحات کے ذریعہ یہ تہذیب کو بہت فروغ نصیب ہوا۔ قدیم ایرانیوں کا مذہب "زرتشت" تھا۔ "زرتشت" کی تعلیمات کی اشاعت ساتویں صدی قبل مسیح میں "ژند پاژند" کے نام سے ہوئی۔

ایران کے مغرب میں یوروپ کے جنوبی ساحل میں یونانی تہذیب رونما ہوئی تھی۔ یہ تہذیب "دیومالا" کہانیوں پر مشتمل ہے۔ یونانی ریاستوں میں ہمیشہ لڑائیاں ہوتی تھیں، اس کے باوجود ان کی تہذیب وتمدن میں ہمیشہ یکسانیت قائم رہی، اس کو "ہلینی تمدن" کہا جاتا ہے۔

"پیری کلس" کی رہنمائی میں یونان نے بہت ترقی کی، جس کو تاریخ میں "پیری کلس کے زرین دور" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مقدونیہ کے بادشاہ فلپ نے سنہ 338 قبل مسیح میں یونان پر فتح حاصل کر کے اپنی حکومت قائم کی۔ دنیا کے مشہور فلسفی یونان میں پیدا ہوئے۔ یہاں کے فن تعمیر کی ساری دنیا میں شہرت ہے۔

رومن تہذیب کی نشوونما یورپ کے جنوب میں واقع دریائے ٹائبر کے کنارے روم میں ہوئی۔ یہ خالص یورپی نہیں بلکہ مشرقی اور مغربی تہذیبوں کا سنگم ہے۔ رومن تہذیب میں خاندان اور والدین کی بہت عزت کی جاتی تھی۔ باپ صدر خاندان ہوا کرتا تھا۔ خواتین مردوں کے شانہ بہ شانہ تجارت وسیاست میں حصہ لیا کرتی تھیں۔ روم میں دولت مند افراد، زمینداروں کی زیادہ اہمیت تھی۔ مزدوروں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا۔ رومی حکومت ایک باقاعدہ قانونی نظام پر قائم تھی۔ یہ حکومت عوام کے منتخب نمائندوں کے مشوروں پر چلائی جاتی تھی۔ رومن فن تعمیر کی ابتداء اُونچے ستونوں پر مشتمل ایک بڑی گول عبادت گاہ سے ہوئی۔ رومن طرز تعمیر پیش والانوں میں ستونوں پر عمارت کا لکاڈان کا علاحدہ انداز بن گیا، جس کی بعد میں ساری دنیا نے تقلید کی ہے۔ اس بے مثال تہذیب کو دولت مند افراد کی فضول خرچیوں اور فرانسیسی اور جرمنی قبائیلیوں کے مسلسل حملوں نے تباہ کردیا۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) چینی تہذیب کا آغاز کب ہوا؟

2) چینی تہذیب کس نام سے موسوم ہوئی؟

3) ایرانی تہذیب کی ابتداء کب ہوئی؟

4) سکندر اعظم کے باپ کا نام کیا تھا؟

5) رومن سلطنت میں کس طرز کی حکومت قائم تھی؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) چینی تہذیب کی ابتداء اور فروغ کے بارے میں لکھیے؟

2) چین کے سیاسی ارتقاء پر روشنی ڈالیے؟

3) چینی مذہب کے بارے میں تفصیل سے لکھیے؟

4) چینیوں کے سائنس اور ٹکنالوجی کے کارنامے بیان کیجیے؟

5) ایرانی تہذیب کی ابتدائی تاریخ بیان کیجیے؟

6) مذہب زرتشت کیا ہے تفصیل سے لکھیے؟

7) اسپارٹا اور ایتھنز کی ریاستوں کے حالات بیان کیجیے؟

8) سکندر اعظم کی فتوحات و سلطنت پر روشنی ڈالیے؟

9) رومن تہذیب کو کیسے فروغ حاصل ہوا؟

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) شانگ.......... کا آغاز.......... 1850 قبل مسیح میں ہوا۔

2) اس تہذیب کی.......... دریائے.......... کے کنارے ہوئی۔

3) چین پر سب سے.......... و.......... حکومت چنگوں کی تھی۔

4) شہنشاہ.......... نے عظیم.......... تعمیر کروائی۔

5) زمین میں ہونے والے.......... کو معلوم کرنے کے لیے.......... کی ایجاد کی۔

6) ایران ایک.......... و.......... ملک ہے۔ جس میں.......... اور.......... ریگستان بھی ہیں۔

7) ایرانی باشندوں کا یہ.......... ہے کہ انھوں نے ہوا.......... سے چلنے والی.......... کی ایجاد کی۔

8) یونانی.......... ابتداء سے ہی.......... کی پرستش کرتے چلے آرہے ہیں۔

9) .... جنگوں نے ایتھنز کی.......... کو کمزور کر دیا۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) ایتھنز میں حکومت قائم تھی۔ (شاہی۔ جمہوری۔ قبائلی)

2) فلپ کا لائق بیٹا تخت نشین ہوا۔ (ہیروڈوٹس۔ سکندر۔ پورس)

3) قدیم ہندوستان میں یونانیوں کو کہا جاتا تھا۔ (راماتا۔ یاوانا۔ باوانا)

4) بحیرہ روم میں ایک جزیرہ نما ہے۔ (ہمالیہ۔ اطالیہ۔ عالیہ)

5) رومنوں نے اس زبان کی سرپرستی کی۔ (انگریزی۔ فرانسیسی۔ لاطینی)

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) رومنوں کی بڑی عبادت گاہوں میں	تعمیر رومنوں کا مخصوص انداز بن گیا۔
2) پیش دالان میں ستونوں پر عمارت کی	سب دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی تھی۔
3) دنیا کے ہر زبان کے ادب میں	ایک مخصوص مخزن تیار کی ہے۔
4) ٹاسی ٹن ایک مؤرخ گزرا ہے جس نے	لاطینی الفاظ نظر آئیں گے۔
5) جالینوس نے علم طب پر	مہینوں کے نام رومن شہنشاہوں کے نام پر رکھے۔
6) رومیوں نے کیلنڈر ایجاد کیا اور	روم کے بارے میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔

سبق 5 یہودی اور عیسائی تہذیبیں

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 یہودی تہذیب

3.2 یہودیت کی اہم تعلیمات

3.2.1 عیسائی تہذیب

3.2.2 عیسائیت کی تعلیمات

3.2.3 ابتدائی امریکی تہذیب

3.2.4 مایا تہذیب

3.2.5 ایزٹیک یا ایجاٹکس تہذیب

3.2.6 انکس تہذیب

3.2.7 ابتدائی افریقی تہذیب

3.2.8 مصری تہذیب

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم حسب ذیل تہذیبوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے:

☆ یہودی تہذیب اور یہودیت

☆ یہودیت کی تعلیمات

☆ عیسائی تہذیب اور عیسائیت

☆ عیسائیت کی تعلیمات

☆ ابتدائی امریکی تہذیب

☆ مایا تہذیب

☆ ایزٹکس تہذیب

☆ انکس تہذیب

☆ ابتدائی افریقی تہذیب

☆ مصری تہذیب

2 تمہید

پچھلے باب میں ہم چینی، ایرانی، یونانی اور رومن تہذیبوں کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ اس سبق میں یہودیت ،عیسائیت، امریکی اور افریقی تہذیبوں کے اہم نکتوں پر بحث کریں گے۔ یہودیت بہت قدیم تہذیب ہے۔ اس کو ماننے والے یہودی اور عبرانی ہیں۔ یہ لوگ ابتداء میں مختلف دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات سے متاثر ہوکر ایک خدا کی عبادت کرنے لگے۔ ان کی مقدس کتاب توریت ہے، جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ وحدانیت، عدل وانصاف، توبہ اہم اصول ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے عیسائیت سے سارے عالم کو روشناس کروایا۔ حضرت عیسیٰؑ پر انجیل مقدس نازل ہوئی۔ حضرت عیسیٰؑ کے اسم مبارک کی مناسبت سے لفظ ''عیسائی'' کا وجود ہوا۔ عیسائیت کی تعلیمات میں توبہ، رحم، محبت، سیدھی سادھی زندگی، نیک اطوار، امن وامان وغیرہ کو زیادہ اہمیت دی گئی۔ اس سے خدا کا کرم حاصل ہوتا ہے۔ امریکی تہذیب کی دریافت امریکو ویسپوچی نے کی تھی۔ اسی کے نام پر وہ براعظم ''امریکا'' کہلایا۔ آج سے تقریباً بیس ہزار سال قبل سائبیریا سے ہزاروں باشندے نقل مقام کرکے امریکا چلے آئے تھے۔ افریقی تہذیب سے پرتگالیوں نے سب کو واقف کروایا۔ ہوموساپینس، جس نے دنیا میں سب سے پہلے دماغ کا استعمال کیا افریقہ ہی میں رہتا تھا۔

3 سبق کا متن

3.1 یہودی تہذیب

دنیا کے سارے مذاہب نے انسانیت کی بھلائی کی تعلیم دیتے ہوئے نیکی کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ یہودیت اور عیسائیت کا قدیم مذاہب میں شمار ہوتا ہے۔ ان مذاہب کا آغاز اور نشونما فلسطین کی سرزمین پر ہوا۔ یہودیت کے ماننے والے یہودی اور عبرانی باشندے تھے جن کو بنی اسرائیل بھی کہا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کو عبرانی زبان میں اسرائیل یعنی "خدا کا بندہ" کہا جاتا تھا۔ اس طرح ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ یہ سب یہودی تھے۔ سنہ 1700 قبل مسیح میں فلسطین میں بھیانک قحط پڑا جس کے سبب لوگ فاقوں سے مرنے لگے۔ جو زندہ بچ رہے وہ اپنی جان بچانے کے لیے نقل مقام کر کے براعظم افریقہ کے شمال میں واقع ملک مصر پہنچے۔ یہاں آنے کے بعد وہ مزید تکالیف میں مبتلا ہو گئے۔ مصر کے حکمرانوں نے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ جس سے ان کے مصائب میں اور اضافہ ہو گیا۔ باوجود ان مظالم کے یہودیوں نے کافی عرصہ مصر میں گزارا اور تقریباً سنہ 1400 قبل مسیح میں فلسطین واپس لوٹ آئے۔ جہاں حضرت موسٰی علیہ السلام نے ان کی رہبری فرمائی۔

یہودی ابتداء میں کئی قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور مختلف دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ وہ لوگ کئی اوہام پرستانہ رسومات بھی انجام دیا کرتے تھے۔ جن سے باز رکھنے کی حضرت موسٰیؑ انھیں تاکید کیا کرتے۔ پیغمبر حضرت موسٰی علیہ السلام پر یہودیوں کی مقدس کتاب "توریت" نازل ہوئی تھی۔ حضرت موسٰیؑ نے اپنے دس اصولوں (فرمان الٰہی) کے ذریعہ اس قوم میں مذہبی شعور پیدا کرتے ہوئے ایک خدا کے تصور کو پیش کیا۔ جس کو "یہوا" یا "جہوا" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان کی پیغمبرانہ رہنمائی اور تعلیمات کے زیر اثر یہودیوں نے اپنے قدیم اعتقادات کو ترک کر دیا اور ایک خدا کی عبادت کرنے لگے۔ حضرت موسٰیؑ کی تعلیمات کو قبول کرتے ہوئے یہودی پاک وصاف زندگی بسر کرنے اور زیادہ وقت عبادت میں گزارنے لگے۔ وحدانیت پر ان کا یقین پکا ہو گیا۔

3.2 یہودیت کی اہم تعلیمات

یہودیت کی اہم تعلیمات حسب ذیل ہیں:

(i) وحدانیت یعنی صرف ایک خدا کا تصور۔ خدا جو رحیم وکریم یہوا (YAHOVA) ہے اور نہایت شفیق ومہربان ہے۔ جو بے پناہ خیر ومحبت کا حامل ہے۔ خدا اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والوں سے خوش ہوتا ہے اور ان لوگوں کو سخت سزائیں دیتا ہے جو اس کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ جاتے ہیں۔

(ii) "توبہ" انسانوں کو گناہوں سے محفوظ رکھتے ہوئے گناہ گاروں کو خدا کے قہر سے بچاتی ہے۔

(iii) ایک مسیحا دنیا میں آئے گا اور خدا کے بندوں کو گناہوں سے بچائے گا۔

(iv) عدل، انصاف، مہربانی اور اطاعت خداوندی اہم مذہبی اصول ہیں۔

عیسائیت کے مطابق وہ متوقع مسیحا حضرت عیسیٰؑ ہی ہیں جو دنیا میں خدا کے بندوں کو گناہوں سے بچانے کے لیے تشریف لائے ہیں لیکن یہودی، عیسائیت کی اس دلیل سے قطعی اتفاق نہیں کرتے بلکہ وہ ایک مسیحا کی آمد کے منتظر ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ وہ مسیحا ابھی آنے والا ہے۔ مذہب اسلام کی تعلیمات بھی یہی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ اس دنیا میں آنے والے ہیں۔ یہودی وحدانیت پر یقین رکھتے ہیں۔ وحدانیت کا تصور اسلام میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ وحدانیت پر عیسائیوں کا بھی عقیدہ ہے۔ فلسطین میں واقع یروشلم یہودی، عیسائی اور مسلمان تینوں کا مقدس شہر ہے۔ یہودیوں کی مقدس کتاب "توریت" ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی۔ "توریت" میں یہودیوں کے مذہبی اعتقادات، رہنمایانہ اصول کے ساتھ ساتھ نیک اور صالح زندگی بسر کرنے کی ہدایتیں، خدا کی وحدانیت کے ذکر کے علاوہ طب، حکایتیں، حیرت انگیز و عبرتناک واقعات، شاعرانہ خصوصیات، علم نجوم اور تاریخی واقعات بھی پائے جاتے ہیں۔

3.2.1 عیسائی تہذیب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عیسائی تہذیب کو سارے عالم سے روشناس کروایا۔ ان کی والدہ حضرت بی بی مریم تھیں۔ جو بنی اسرائیل کے مقدس ترین گھرانے بنی ہارون میں پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت بی بی مریم کے بطن مبارک سے حضرت عیسیٰؑ بیت الحم میں پیدا ہوئے وہ پیدائشی نبی تھے۔ ان پر انجیل مقدس نازل ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کے اسم مبارک کی مناسبت سے لفظ "عیسائی" کا وجود ہوا اور ان کے ماننے والے عیسائی کہلائے۔

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ سیدھی سادھی، پاک صاف زندگی گزارنے کی تلقین کی ہے۔ انھوں نے مصیبت زدہ لوگوں سے بے پناہ محبت کا سلوک کیا اور تمام بنی نوع انسان سے خلوص محبت کے برتاؤ پر زور دیا۔ ان کی نیکی، پرکشش شخصیت اور جاذب نظر دلکش خدوخال نے یہودیوں کو بے انتہا متاثر کیا اور وہ انھیں اپنا مسیحا سمجھنے لگے، جس کا انھیں ایک مدت سے انتظار تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کی صداقت اور شجاعت کے سارے یہودی قائل تھے وہ ان کے معتقد ہو گئے۔ اس طرح عیسائی تہذیب کو فروغ حاصل ہوا۔

3.2.2 عیسائیت کی تعلیمات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں رحم، محبت، سیدھی سادھی زندگی، پاک صاف، نیک عادات واطوار اور امن وامان کے تصورات کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے تبلیغ کی کہ محبت اور خدا کی ذات پر کامل یقین رکھنے سے لوگ خدا کی سلطنت میں بآسانی داخل ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ خدا ہر چیز کو ہمیشہ دیکھتا ہے۔ اس کا وجود ساری کائنات پر محیط ہے۔ عیسائی انھیں خدا کا بیٹا سمجھنے لگے۔ حضرت کی تعلیمات کا محور محبت ہے۔ ان کے ہاں توبہ کی بھی بڑی اہمیت تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کے مطابق توبہ انسان کو گناہوں سے بچاتی ہے اور گناہوں سے توبہ ہی خدا کے کرم کو حاصل کرنے کا ایک بہترین راستہ ہے۔ سادگی، محبت، صداقت، نیکی، شفقت اور مہربانی کی تعلیمات کی وجہ سے عیسائیت عوام میں جلد مقبولیت حاصل کر لی۔

عیسائیوں کی مقدس کتاب "انجیل" دو حصوں پر مشتمل ہے۔ قدیم انجیل کا حصہ عبرانی زبان میں ہے۔ اس میں مذہبی اصولوں

اور متوقع مسیحا کی آمد کا ذکر بھی ہے جب کہ جدید انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی اور تعلیمات کو بیان کیا گیا ہے۔ عیسائیت کی تبلیغ سے فلسطین کے چند با اثر دولت مند لوگ حضرت عیسیٰؑ سے ناخوش ہو گئے اور غداری کا الزام لگا کر فلسطین کے رومی گورنر سے شکایت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام خود کو فلسطین کا بادشاہ بتلا رہے ہیں۔ رومی گورنر نے بلا تحقیق وحشیانہ اقدام کرتے ہوئے انھیں سزائے موت دی اور صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے انسانیت کے لیے اپنی زندگی قربان کر دی اور ایثار و قربانی کی علامت بن گئے۔ حضرت عیسیٰ تین دن کے بعد اپنی قبر سے برآمد ہوئے اور اپنے ماننے والوں کے سامنے جلوہ افروز ہوئے۔ اس کو عیسائی دوبارہ زندہ ہونے سے موسوم کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو جس دن صلیب پر چڑھایا گیا اسے مبارک جمعہ (گڈ فرائی ڈے) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جب کہ حضرت عیسیٰؑ کے یوم پیدائش کو عیسائی "کرسمس" کے نام سے موسوم کرتے ہوئے جشن مناتے ہیں۔ کرسمس عیسائیوں کی بڑی عید ہے۔

ابتداء میں رومیوں نے عیسائیت کو سخت ناپسند کیا لیکن عیسائیوں نے اپنے صبر و تحمل، خدا کی ذات پر کامل ایقان اور محبت کے جذبے سے رومیوں کو متاثر کیا حتیٰ کہ انھوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا اور روم کا شہر عیسائیت کا مرکز بن گیا۔ سینٹ پیٹر چرچ کے بشپ کو پوپ کی حیثیت حاصل ہو گئی اور اس کا عیسائی کلیسا کے سربراہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نمائندہ کی حیثیت سے عزت و احترام کیا جانے لگا۔ روم کے عظیم شہنشاہ "کانسٹن ٹائن" نے عیسائیت کو قبول کرتے ہوئے عیسائیت کا علمبردار بھی بن گیا اور عیسائیت کو رومن سلطنت کا سرکاری مذہب قرار دیا۔

عیسائیت کے معروف و ممتاز مبلغ سینٹ پال کے خطوط کے مجموعے کو کتابی شکل میں شائع کر کے "مکتوب" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات اور اصولوں کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

عیسائیت میں کئی دیوتاؤں کے پرستش کے تصور کو یکسر مسترد کرتے ہوئے وحدانیت کا سبق دیا۔ اس میں توبہ، عدم تشدد، محبت، بھائی چارگی اور صداقت پر زور دیا گیا ہے۔ خدا کی ذات پر کامل ایقان اور صبر و تحمل کو بھی زیادہ اہمیت دی گئی۔ عیسائیت میں انسانی قدروں کو فروغ دیا گیا۔ عیسائیت کا دنیا کی تاریخ میں اہم مقام ہے۔ ساری مغربی دنیا عیسائی مذہب کو ماننے والی ہے۔

3.2.3 ابتدائی امریکی تہذیب

مغربی نصف کرۂ ارض پر مشتمل شمالی اور جنوبی امریکہ براعظم امریکہ ہے۔ اس کی دریافت بہت دیر سے ہوئی۔ پندرھویں صدی عیسوی تک کسی کو اس براعظم سے واقفیت نہیں تھی۔ ایک پرتگالی جہاز راں کرسٹوفر کولمبس ہندوستان کی تلاش میں بحر اوقیانوس کے مغربی خطہ میں سفر کرتے ہوئے ایک ساحل پر پہنچ کر سمجھا کہ وہ ہندوستان پہونچ گیا ہے حالاں کہ وہ امریکہ کے مشرقی جزائر تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں کے باشندوں کا رنگ سرخ تھا۔ اسی مناسبت سے انھیں سرخ ہندوستانی کہا گیا۔

پندرھویں صدی کے اواخر میں اطالوی ملاح امریگو ویسپوچی نے اس براعظم کے متعلق مزید معلومات فراہم کیں۔ اسی ملاح امریگو کے نام پر اس کو "امریکہ" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یورپی باشندوں کی تحقیق سے وہاں کے قدیم باشندوں کی تہذیب اور ثقافت

کا پتہ چلا۔ان یورپی محققین نے یہ بھی معلوم کیا کہ آج سے تقریباً بیس ہزار برس قبل سائبیریا سے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے نقل مقام کر کے اس براعظم کو وطن بنالیا اور یہ کہ قدیم امریکہ میں تین اہم تہذیبیں تھیں۔

قدیم امریکی تین تہذیبوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(i) مایا تہذیب (ii) ازٹیکن تہذیب (iii) انکس تہذیب

اب ہم ان تہذیبوں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

3.2.4 مایا تہذیب

مایا تہذیب کی ابتداء پندرہویں صدی قبل مسیح میں ہوئی اور تیرہویں صدی قبل مسیح میں اپنے عروج پر پہنچی۔اس کا فروغ گوئی مالا اور ہونڈراس میں ہوا۔یہاں کی زمین بڑی زرخیز اور چاول کی کاشت کے لیے بے حد موزوں تھی لہٰذا چاول کی فصل نہایت اچھی ہوتی تھی دیگر اجناس کی بھی کاشت کی جاتی تھی۔شکار اور مویشیوں کی پرورش کی جاتی تھی۔دنیا کے دوسرے براعظموں سے دوری کی وجہ سے مایا تہذیب پتھر کے دور تک ہی محدود رہی۔کانسے،تانبے اور جست جیسی دھاتوں کے استعمال سے بہت بعد میں واقف ہوئے۔کمہار کے پیشے سے بھی یہ لوگ لاعلم تھے۔یہاں ہوئی کھدوائیوں میں برآمد شدہ اشیاء کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کپڑے بننے کے فن میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔بلکہ کپڑا بننے کے بعد اس پر خوشنما نقش ونگار بناتے تھے۔

کوہم کے مقام پر کھدوائیوں کے دوران پتھر سے بنا ہوا قلعہ اور ایک ایسی عمارت برآمد ہوئی جہاں سے نظام فلکی یعنی سیاروں وغیرہ کا مشاہدہ کیا جاتا تھا۔اس سے ظاہر ہے کہ ساری دنیا سے بے تعلق رہنے کے باوجود یہ لوگ سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں کسی سے پیچھے نہیں تھے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ انھوں نے سال کے 365 دن کو اٹھارہ مہینوں اور بیس دن میں تقسیم کیا تھا۔اس طرح جو پانچ دن یا ایام باقی بچ رہ گئے انھیں منحوس تصور کیا جاتا تھا۔ان ایام میں کوئی کام نہیں کیا جاتا تھا۔

مایا تہذیب کی خصوصیت یہاں کے باشندوں کی ماہرانہ سنگ تراشی تھی یہ سنگتراش دیوتاؤں کو پتھروں میں بڑی نفاست کے ساتھ تراشتے تھے۔اس کے علاوہ مذہبی تصاویر کی بھی خوبصورتی سے پتھروں میں منظر کشی کی جاتی تھی۔انھوں نے علم نجوم کے عوامل کو پتھروں پر کندہ کیا تھا۔دیوتاؤں کے بڑے بڑے مجسموں کو تراش کر اس کی پرستش کیا کرتے تھے جو ایک پجاری کے ذریعہ انجام پاتی تھی۔پجاری کا معاشرے میں اونچا مقام اور بلند مرتبہ تھا۔مذہبی سارے رسومات کی انجام دہی پجاریوں کے ذریعہ ہوا کرتی تھی۔آگ اور بارش کے دیوتا کی بھی پوجا کی جاتی تھی۔اس وقت کے مذہبی عقیدوں کے مطابق جانوروں اور انسانوں کی بھی قربانی دی جاتی تھی۔ مایا باشندے ایک گیند کے کھیل کو بڑی اہمیت دیا کرتے تھے جو ایک طرح سے عبادت تصور کیا جاتا تھا۔

مایا ماہرین ادب نے رسم الخط کی ایجاد کی۔ان کی تحریر باتصویر ہوا کرتی تھی۔تحریر کے لیے ایک خاص قسم کا کاغذ استعمال کیا جاتا تھا۔جس کی ایجاد بھی انہی کا کارنامہ ہے۔وہ لوگ فن کاغذ سازی میں مہارت رکھتے تھے۔ان میں اچھے مصور بھی ہوئے ہیں۔زمینی وسائل جیسے دھات وغیرہ کے حصول سے قطعی ناواقف تھے۔البتہ زراعت پر خاص توجہ دیا کرتے تھے۔انھوں نے کیلنڈر بھی تیار کر لیا

تھا۔ آثار قدیمہ کی کھدوائیوں میں برآمد شدہ کھنڈرات وغیرہ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فن تعمیر میں ماہرانہ تجربہ اور ذوق رکھتے تھے اور پتھر و مٹی سے تیار کردہ مکانوں میں رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ پتھر سے تعمیر قلعہ کی بلند فصیلیں ان پر سپاہیوں کی پناہ گاہیں، شاہی محلات وغیرہ کی تعمیر بڑے خوبصورت انداز میں کی گئی تھی۔ جس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جنگوں میں اپنی حفاظت کی تدابیر بھی کی جاتی تھیں۔

مایا تہذیب آٹھویں صدی عیسوی تک بھی اپنے پورے عروج پر تھی اور نویں صدی عیسوی کے شروع میں مختلف قبائل کے مسلسل حملوں کے نتیجہ میں کمزور ہوتی چلی گئی حتیٰ کے اس کو زوال آگیا۔

3.2.5 آنکٹیکن یا ایجاٹکس تہذیب

آنکٹیکن باشندے چھٹی صدی قبل مسیح میں لنکا (LANKA) سے نقل مقام کر کے شمالی امریکہ کے جنوبی علاقے میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں ان لوگوں نے زراعت، شکار اور مویشیوں کی پرورش کی طرف توجہ دی کیوں کہ چراگاہوں کی بہتات تھی۔ آب پاشی کے ذرائع بھی بہت تھے جس سے کاشت کاری میں بڑی سہولت ہوئی۔ لکڑی سے برتن بنائے جاتے تھے۔ ابتداء میں پتھر اور مٹی سے مکانات تعمیر کیے گئے بعد میں صرف پتھر کا استعمال ہونے لگا۔ ان کے پیشے مختلف تھے لہٰذا پیشوں کے اعتبار سے یہ لوگ گروہوں میں بٹ گئے۔ گروہوں کے باہمی ملاپ سے معاشرہ یا سماج کی بنیاد پڑی۔ سماج بنا تو اس میں رہنے کے قوانین بنے اور قوانین کی عمل آوری کے لیے انتظامیہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بتدریج دیگر امور کی انجام دہی کے لیے دوسرے محکمہ جات کا قیام عمل میں آیا۔ محکموں وغیرہ کی سرکردگی وغیرہ کے لیے حکومت کی بنیاد پڑی۔ ان لنکا سے نقل مقام کرنے والوں نے چودھویں صدی عیسوی میں میکسیکو (MEXICO) کے علاقہ پر حکومت کی۔ ان کا لقب "ٹلنکو" تھا۔ حکومت کا دارالخلافہ ٹیلٹیلکو (TELTELCO) تھا۔ یہ لوگ بہت ہی نڈر، دلیر، بہادر اور جنگجو تھے۔ ایجاٹکس دور میں زراعت اور کاشت کاری کی وجہ سے زمینداروں کی بڑی اہمیت تھی۔ پجاریوں کا بھی اعلیٰ مقام تھا۔ زمیندار، پجاری اور جنگجو سپاہی مل کر اپنے حکمران کا انتخاب کیا کرتے تھے۔ اس طرز حکومت کو جمہوریت کا درجہ دے رکھا تھا۔ ان کا حاکم پجاری کے بھی فرائض انجام دیتا تھا۔ یہ لوگ کئی دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ سورج ان کا سب سے بڑا دیوتا تھا۔ بادشاہ کی قیادت میں سورج دیوتا کی پوجا کی جاتی تھی۔ فصلوں کی دیوی سب سے زیادہ طاقتور سمجھی جاتی تھی۔ اس دیوی کو دوسرے دیوتاؤں کی ماں تصور کیا جاتا تھا۔

ایجاٹکس سلطنت میں چھوٹی چھوٹی اڑتیس (38) ریاستیں تھیں ہر ریاست پر ایک عہدیدار کا تقرر کیا جاتا تھا جس کا مرتبہ گورنر کا ہوتا۔ ریاستی انتظامیہ کا وہ صدر ہوتا۔ نظم و نسق کی بہتری اور ٹیکسوں کی وصولی کے لیے بادشاہ کی مدد کرنے کے لیے سرکاری عہدیدار مامور ہوتے تھے۔ رعایا کی سہولت کے لیے ہر ریاست میں اناج کا گودام ہوتا۔ جہاں سے وقت ضرورت عوام کو اناج سربراہ کیا جاتا تھا۔ ہر ریاست کا فاضل اناج اس گودام میں جمع کیا جاتا تھا پھر جنس کے بدلے جنس کا تبادلہ عمل میں آتا۔

ایجاٹکس باشندے سوہلٹ (SOVHELT) زبان بولتے تھے اور اپنی زبان کے لیے ایک علیحدہ رسم الخط بھی ایجاد کرلیا

تھا۔ان کی تحریر باتصویر ہوتی تھی۔ وہ لوگ درختوں کی چھال سے کاغذ تیار کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔فنِ مصوری میں بھی ماہرانہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ایک سال کو انھوں نے 265 ایام میں تقسیم کرکے کیلنڈر ایجاد کیا۔امریکہ کی دریافت کے بعد یورپی ممالک کے باشندوں نے ادھر آنا شروع کیا وہ بحری بیڑوں کے ذریعہ ایجاٹکس پر حملہ آور ہونے لگے۔سنہ 1512 عیسوی میں اسپین کے بحری جنگی بیڑے نے ایجاٹکس پر حملہ کیا اور سنہ 1521 عیسوی تک ان حملوں کا سلسلہ جاری رہا جس سے ایجاٹکس حکومت مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔اس طرح ایجاٹکس تہذیب کا خاتمہ ہوگیا۔

3.2.6 اینکس تہذیب

جنوبی امریکہ میں یوڈی پہاڑوں کے قریب خطِ استوا کے علاقہ پیرو چیلی (PERUCHILE) میں چودھویں صدی اور پندرھویں صدی عیسوی میں ایک عظیم تہذیب درخشاں تھی۔ جو اینکس (INKES) تہذیب کے نام سے موسوم تھی۔ یہ تہذیب بہت ہی قدیم تھی لیکن اس کی دریافت پندرھویں صدی عیسوی میں ہی یورپی ممالک نے کی۔اس قدیم اینکس تہذیب کا تعلق جنوبی امریکہ کے مغربی ساحلی علاقہ سے تھا۔پیرو اور چلی آج دو مختلف ممالک ہیں۔اسی پیرو چیلی علاقے پر اینکس کی وسیع وعریض سلطنت قائم تھی۔ جس کا پائے تخت کایو (KAYO) نامی شہر تھا۔جو ''پینو'' (PENU) ریاست میں واقع تھا۔چار مختلف خاندانوں نے اینکس سلطنت پر حکومت کی۔اس دوران عوام کی سہولت کی خاطر بڑی اور کشادہ سڑکیں تعمیر کروائیں اور انھیں ریاستوں کے تمام اہم شہروں اور بالخصوص دارالحکومت سے ملایا گیا۔بڑے بڑے محلات،منادر،مکانات اور قلعے بھی تعمیر کروائے۔تمام تعمیراتی کاموں میں صرف پتھر ہی کا استعمال کیا جاتا تھا۔عام آدمی اپنے مکانوں کی تعمیر میں سورج کی شعاعوں سے سینکی ہوئی اینٹوں کا استعمال کرتے تھے۔خواتین چرخہ کی مدد سے کپڑا بنا کرتی تھیں۔کپڑا بنے جانے کے بعد اس سے خوشنما اور رنگین ملبوسات تیار کیے جاتے تھے۔اگرچہ کہ اس دور کے لوگ کمہار کے پہیے کی ایجاد سے ناواقف تھے، پھر بھی ان کے روزمرہ کے استعمال کے برتنوں کا معیار بہت اچھا تھا۔اس کی بناوٹ میں نفاست تھی۔خواتین سونے چاندی کے زیورات کا استعمال کیا کرتی تھیں۔اینکس تہذیب میں سائنس اور ٹکنالوجی کو اہمیت دی گئی۔ اینکس کے باشندے طب اور سرجری سے بھی واقف تھے۔

یہاں کے حکمرانوں کا تعلق شمسی خاندان سے تھا۔زمین کو افرادِ خاندان کی تعداد کی اساس پر تقسیم کیا جاتا تھا۔حکومت کے گوداموں میں اناج کو محفوظ کیا جاتا تھا۔اس اناج کو جہاں کہیں بھی قحط پڑتا یا بھوک مری ہوتی عوام میں تقسیم کیا جاتا۔

اسپین کی فوج نے ''فرانسسکو شوزار'' (FRANCISCO SUZAR) کی قیادت میں سنہ 1532 عیسوی میں اینکس سلطنت پر حملہ کردیا۔حکمران کو مار ڈالا۔کروڑوں روپے مالیت کا سونا لوٹ کر اسپین لے گئے۔اس طرح ایک تہذیب کا خاتمہ ہوگیا۔

3.2.7 ابتدائی افریقی تہذیب

براعظم افریقہ سے ساری دنیا عرصہ دراز تک ناواقف تھی۔اسی لیے اسے تاریک براعظم کہا جاتا تھا۔یہاں سب سے پہلے پرتگالیوں نے قدم رکھا تھا انہی کے ذریعہ یہاں کی تہذیب دنیا کے سامنے آئی۔اس کے بعد سے یورپی باشندے افریقہ میں سکونت

اختیار کرنے لگے اور قدیم افریقی تہذیب کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔

انیسویں صدی عیسوی سے افریقہ میں یورپی باشندوں کے نوآبادی نظام کا آغاز ہوا۔ آثار قدیمہ کے سلسلے میں کی گئی کھدوائیوں میں برآمد شدہ اشیاء کے مطالعے سے پتھر کے دور سے لے کر موجودہ دور تک افریقی تہذیب کی تاریخ سے سارا عالم روشناس ہوا۔ مختلف ممالک کے سیاحوں کے سفرناموں سے بھی اس براعظم کی تاریخ مرتب کرنے میں بڑی مدد ملی۔ ساتویں صدی عیسوی میں عرب جہاں گرد و تاجروں نے عوام کی ثقافتی زندگی پر روشنی ڈالی۔ دیگر تہذیبوں کی طرح پندرھویں صدی عیسوی میں اس تہذیب سے دنیا واقف ہوئی۔ افریقہ میں ابتداء سے ہی عوام عیسائیت مذہب سے متاثر تھے لیکن آٹھویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی تک مذہب اسلام اس براعظم میں بہت تیزی سے پھیل گیا اور بڑھتے بڑھتے سوڈان تک پہنچ گیا۔ اسی دوران ان علاقوں میں غیر ملکی تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ یہاں پر تین اہم زبانیں بولی جاتی تھیں جن کے نام ہیں (1) سوڈانی (2) بانتی (3) سامی۔

ماہرین آثار قدیمہ کی تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

> پہلا ہوموساپین (یعنی پہلی دفعہ جس انسان نے اپنے دماغ کو استعمال کیا) افریقہ ہی میں رہتا تھا۔

3.2.8 مصری تہذیب

مصر براعظم افریقہ کا سب سے اہم ملک تھا۔ یہاں دس ہزار سال قبل مسیح میں ایک کش سلطنت قائم تھی۔ شہر میرو اس کا پائے تخت تھا۔ بعد میں ایرانیوں، یونانیوں، رومیوں وغیرہ نے اس علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس زمانے میں بھی کش سلطنت ایک آزاد و خود مختار ریاست تھی۔ لوہے کی کئی کانیں میرو شہر کے قریب واقع تھیں۔ لوہے سے مختلف اشیاء تیار کی جاتی تھیں۔ کش سلطنت کے زوال کے بعد شمال میں نوچیرا (NUCHIRA) اور جنوب میں اکسم (AXIM) سلطنتیں قائم کی گئیں۔ اگرچہ کہ کش سلطنت روبہ زوال تھی لیکن میرو شہر کی تہذیبی روایتیں باقی رہیں۔

مصری تہذیب دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں شمار کی جاتی ہے۔ آج سے تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح میں دریائے نیل کے کنارے اس تہذیب کا آغاز ہوا تھا۔ اس زمانے میں مصر پر فرعون حکمرانوں کی حکومت تھی۔ اس سلطنت کے سب حکمران فرعون کہلاتے تھے۔ مصری تہذیب، ہڑپہ، موہنجوداڑو وغیرہ کی تہذیب کی ہمعصر تھی۔ یہ بھی کانسے کے دور کی تہذیب ہے۔ اس تہذیب میں اوہام پرستی اور اندھے عقیدے عروج پر تھے۔ باوجود اس کے تعلیم و دیگر فنون جیسے فن تعمیرات، موسیقی، مصوری، سنگ تراشی، مجسمہ سازی، سائنس و ٹکنالوجی، علوم نجوم، علم ریاضی و جیومیٹری وغیرہ میں ماہرانہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ فرعون مصر خاندان کے تعمیر کردہ مقابرہ "اہرام مصر" کو دیکھنے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے کے مصری باشندے نہ صرف فن تعمیرات میں مہارت رکھتے تھے بلکہ علم

جیومیٹری پر بھی انھیں عبور حاصل تھا۔ "اہرام مصر" کی ساری عمارتیں مثلث نما ہیں۔ جو کہ موجودہ دور میں عجائبات عالم کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بعض مقابر کی کھدوائیوں سے برآمد شدہ اشیاء کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ماقبل تاریخ کے مصری باشندے مرنے کے بعد زندگی پر یقین رکھتے تھے چنانچہ اسی عقیدے کی بنیاد پر ہر مرنے والے کے ساتھ اس کا سارا سامان آسائش، عورتیں، کنیزیں، خادمین، ہتھیار وغیرہ سب مقبرے میں دفن کر دیا جاتا تھا۔

4 سبق کا خلاصہ

یہودی اور عیسائی تہذیبوں کی ابتدائی ملک فلسطین میں ہوئی، یہودی قوم پر حضرت موسیٰؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ جن پر مقدس کتاب "توریت" نازل ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے یہودی ایک خدا کو ماننے لگے اور سیدھی سادھی زندگی بسر کرنے لگے۔

حضرت عیسیٰؑ نے عیسائی تہذیب سے سارے عالم کو روشناس کروایا۔ حضرت عیسیٰؑ پر مقدس "انجیل" نازل ہوئی تھی۔ آپؑ کے اسم مبارک کی مناسبت سے لفظ "عیسائی" وجود میں آیا اور ان کے ماننے والے "عیسائی" کہلائے۔ ان کی تعلیمات نیکی، صداقت، محبت، شفقت، رحم دلی، سادگی، مہربانی، خلوص ومحبت، بھائی چارگی پر مشتمل تھیں۔ عیسائیت کی تعلیمات نے دولت مند طبقہ کو ناخوش کر دیا تھا لہٰذا ان لوگوں نے گورنر سے شکایت کر کے انھیں سزائے موت دلوائی۔ جس دن یہ سزا دی گئی وہ "مبارک جمعہ" کہلاتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کو کرسمس کی عید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ روم میں اس مذہب کو شاہی سرپرستی ملی اور عیسائیت سرکاری مذہب بنا دیا گیا۔ اس طرح روم عیسائیت کا مرکز بن گیا۔ سینٹ پیٹر کے چرچ کے بشپ کو پوپ کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ پوپ سارے عالم کے چرچ کے سربراہ اور عیسیٰ کے نمائندے مانے جاتے ہیں۔

پندرھویں صدی عیسوی میں اطالوی ملاح "امریگو وسپوچی" نے براعظم امریکہ دریافت کیا جو "امریگو" کے نام پر "امریکہ" سے موسوم ہوا۔ اس براعظم پر بیس ہزار سال قبل لوگ سائبریا سے آکر سکونت اختیار کر لیے تھے۔ یہاں پر تین قدیم تہذیبیں تھیں۔ مایا تہذیب کا عروج پندرھویں صدی قبل مسیح میں گوٹی مالا اور ہنڈوراس میں ہوا لیکن یہ پتھر کے دور سے آگے نہ بڑھ سکی۔ پھر بھی اس کا اپنا رسم الخط تھا۔

ایزٹیک تہذیب کی بنیاد چھٹی صدی قبل مسیح میں اس وقت پڑی جب لنکا کے باشندے نقل مقام کر کے شمالی امریکہ کے جنوبی علاقہ میں یہاں آ کر بس گئے تھے۔ یہ علاقہ میکسیکو کا ہے جہاں ان لوگوں نے اپنی حکومت قائم کی تھی۔ یہ سوہلٹ زبان بولا کرتے تھے۔ ان کا بھی اپنا رسم الخط تھا۔ انھوں نے کیلنڈر بھی ایجاد کر لیا تھا۔

انکس تہذیب کا فروغ جنوبی امریکہ کے مغربی ساحلی علاقے پیرو اور چلی میں ہوا۔ فن تعمیر میں یہ لوگ مہارت رکھتے تھے۔ تعمیر میں اینٹوں کا استعمال عام تھا۔ طب اور سرجری سے یہ لوگ واقف تھے۔

ساتویں صدی عیسوی میں عرب سیاحوں اور تاجروں نے افریقہ کی تہذیب پر روشنی ڈالی۔ ماہرین کی رائے میں پہلا

''ہوموسارپین'' یعنی دماغ کا استعمال کرنے والا انسان افریقہ میں رہتا تھا۔ مصر افریقہ کا سب سے اہم شہر تھا جہاں دس ہزار سال قبل مسیح میں کش سلطنت قائم تھی جب کہ مصری تہذیب کا آغاز تین ہزار سال قبل ہوتا ہے۔ مصری تہذیب کانسے کے دور کی ہے۔ مصری فنون لطیفہ، سائنس اور ٹکنالوجی، ریاضی و جیومیٹری و دیگر علوم میں ماہرانہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ ان کے تعمیر کردہ ''اہرام مصر'' اپنی نظیر آپ ہیں۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) حضرت موسیٰؑ نے کس قوم کی رہنمائی کی تھی؟

2) حضرت عیسیٰؑ پر کونسی مقدس کتاب نازل ہوئی تھی؟

3) براعظم امریکہ کس نے دریافت کیا تھا؟

4) حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کس دن منائی جاتی ہے؟

5) پہلا ''ہوموسارپین'' کس براعظم میں رہتا تھا؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) یہودیت کی اہم تعلیمات کیا تھیں تفصیل لکھیے؟

2) یہودی مذہب کو اوہام پرستی سے باز رکھنے کے لیے حضرت موسیٰؑ نے کیا کیا؟

3) عیسائی مذہب روم میں کس طرح پھیلا تفصیل لکھیے؟

4) مایا تہذیب پر تفصیلی روشنی ڈالیے؟

5) انکٹین تہذیب کے بارے میں لکھیے؟

6) ایزٹکس تہذیب کے متعلق تفصیل سے لکھیے؟

7) مصری تہذیب پر روشنی ڈالیے؟

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) یہودی مختلف.......... کی.......... کیا کرتے تھے۔

2) توبہ انسانوں کو.......... سے محفوظ رکھتے ہوئے.......... کو خدا کے.......... سے بچاتی ہے۔

3) خدا کی.......... کے ذکر کے علاوہ.......... حکایتیں.......... اور.......... واقعات.......... خصوصیات .... اور.......... واقعات بھی پائے جاتے ہیں۔

4) حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی.......... اور.......... کے سارے یہودی قائل تھے وہ ان کے.......... ہو گئے۔

5) یہاں کے.......... کا رنگ.......... تھا۔اسی لیے انھیں.......... کہا گیا۔

6) ماہرین آثار قدیمہ کی.......... سے یہ معلوم ہوا کہ پہلا.......... یعنی پہلی دفعہ انسان نے اپنا.......... استعمال کیا۔وہ .... ہی میں رہتا تھا۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) یہودی،عیسائی اور مسلمانوں کا مقدس شہر ہے۔ (بیت اللحم،بیت المقدس،بیت مقصود)

2) حضرت عیسیٰؑ کی والدہ محترمہ تھیں۔ (بی بی خدیجہ،بی بی آمنہ،بی بی مریم)

3) حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ (توریت،زبور،انجیل)

4) قدیم امریکہ میں اہم تہذیبیں تھیں۔ (پانچ،تین،چار)

5) کے مقام پر کھدوائیوں کے دوران پتھر کا قلعہ برآمد ہوا۔ (موسم،کوسم،قوسم)

6) ایماکس سلطنت میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ (چالیس،اڑتیس،اکتالیس)

7) اینکس سلطنت کا پایہ تخت تھا۔ (رایو،سایو،کایو)

8) افریقہ پر سب سے پہلے قدم رکھا۔ (بنگالیوں،پرتگالیوں،سافلیوں)

5.3.3 جوڑیاں لگایئے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) پیغمبرانہ رہنمائی اور تعلیمات کے زیر اثر	نظریہ کے مطابق وہ مسیحا ابھی آنے والا ہے۔
2) یہودی ایک مسیحا کی آمد کے منتظر ہیں۔ ان کے	یہودیوں نے قدیم اعتقادات کو ترک کر دیا۔
3) خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے	دو حصوں پر مشتمل ہے۔
4) عیسائیوں کی مقدس کتاب انجیل	خدا ہر چیز کو ہمیشہ دیکھتا ہے۔
5) مغربی نصف کرۂ ارض پر مشتمل شمالی	کی ماہرانہ سنگ تراشی تھی۔
6) مایا تہذیب کی خصوصیت یہاں کے باشندوں	اور جنوبی امریکہ ہی براعظم امریکہ ہے۔
7) سینٹ پیٹر کے چرچ کے بشپ کو	کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔
8) سینٹ پال کے خطوط کے مجموعے کو	پوپ کی حیثیت حاصل ہوگئی۔

سبق 6 دورِ وسطیٰ کی عرب دُنیا

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 دورِ وسطیٰ کی عرب تہذیب اور اسلام کا فروغ

3.2 اسلام کی تعلیمات

3.3 آخری حج

3.4 وفات

3.5 خلافتِ راشدہ

3.6 خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ

3.7 خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ

3.8 خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ

3.9 خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ

3.9.1 حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم دورِ وسطیٰ کی عرب دنیا اور فروغ اسلام کے بارے میں حسب ذیل معلومات حاصل کریں گے:

☆ دورِ وسطیٰ کی عرب تہذیب اور اسلام کا فروغ

☆ اسلام کی تعلیمات

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

☆ حضرت محمدؐ کی پرورش

☆ حضرت خدیجہؓ سے نکاح

☆ نبوت

☆ تبلیغ

☆ معراج

☆ ہجرت

☆ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح

☆ آخری حج

☆ وفات

☆ خلافت راشدہ

☆ حضرت ابوبکرؓ کا دورِ خلافت

☆ حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ خلافت

☆ حضرت عثمان غنیؓ کا دورِ خلافت

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ کا دورِ خلافت

2 تمہید

پچھلے سبق میں یہودی اور عیسائی تہذیبوں کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ اب اس سبق میں دورِ متوسط کی عرب دنیا کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 دورِ وسطیٰ کی عرب تہذیب اور اسلام کا فروغ

ملک عرب براعظم ایشیاء کے جنوب مغرب میں واقع ہے جسے عام طور پر مشرق وسطیٰ کہا جاتا ہے۔ یہاں آباد قبیلے ابتداء سے

ہی بت پرستی، شراب خوری، جوا بازی، عیاشی، قتل وغارت گری اور لوٹ مار وغیرہ میں مبتلا تھے۔ فتنہ فساد اور معمولی باتوں اور واقعات پر آپس میں برسوں تک لڑتے رہتے تھے۔ بعض دفعہ تو یہ آپسی دشمنیاں اور لڑائیاں کئی پشتوں تک چلتی رہتی تھیں۔ ان خونریزیوں میں خاندان کے خاندان تباہ ہو جاتے لیکن یہ جاہل قبائلی اپنی بداعمالیوں سے باز نہیں آتے تھے۔

ایسے پُر آشوب دور میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم 20 را پریل 570ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق عرب کے معزز خاندان قریش سے تھا۔ آپؐ کی والدہ کا نام حضرت آمنہ اور والد کا نام حضرت عبداللہ تھا جو حضورؐ کی ولادت سے دو ماہ قبل وفات پا گئے تھے۔ پیدائش کے بعد والدہ بھی چل بسیں اس لیے آپؐ کی پرورش آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے کی۔ ان کے انتقال کے بعد چچا ابوطالب کے زیر پرورش رہے۔

آنحضرتؐ جب سن بلوغ کو پہنچے تو پیشہ تجارت سے وابستہ ہوئے۔ آپؐ ایک خاتون تاجر حضرت خدیجہ الکبریٰ کے تجارتی کاروبار کی نگرانی کرتے تھے۔ عوام میں آپ ''امین'' کے نام سے مشہور تھے۔ آپؐ کی دیانت اور امانت داری سے متاثر ہو کر حضرت خدیجہ نے آپؐ سے شادی کر لی، اس وقت آپ کا سن مبارک پچیس سال تھا۔

اپنی قوم کی حالت اور بداعمالیوں سے حضور اکرمؐ ہر وقت متفکر رہا کرتے اور تجارت کی مصروفیتوں سے فراغت پاتے تو اکثر غار حرا میں غور وخوض فرماتے۔ اسی دوران چالیس سال کی عمر میں حضرت جبرئیلؑ (فرشتہ) نے غار حرا میں ظاہر ہو کر وحی کے ذریعہ آپؐ کو خدا کے رسول ہونے کی بشارت دی۔ اس وحی کے بعد آپؐ پر اکثر وحی کے ذریعہ قرآن پاک نازل ہوتا رہا جو تئیس سال میں مکمل ہوا۔

غار حرا میں پہلی وحی کے کچھ عرصہ بعد آپؐ نے مکہ میں اپنی رسالت کا اعلان کر دیا اور اپنی تعلیمات کی تبلیغ بھی شروع کر دی کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ انھوں نے بُت پرستی، اوہام پرستی اور بیہودہ رسومات کی مذمت کی۔ عورتوں میں سب سے پہلے آپؐ پر حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔ مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بچوں میں حضرت علی ابن ابی طالبؓ جو اس وقت صرف گیارہ برس کے تھے ایمان لے آئے۔ عرب کے لوگوں نے آپ کی مخالفت کی کیوں کہ وہ کئی خداؤں کی پرستش کرتے تھے۔ عرب کا دولت مند اور طاقتور طبقہ آپؐ سے ناراض ہو گیا اور آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اس لیے آپؐ نے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ اسی تاریخ سے اسلامی جنتری (CALANDER) کا آغاز ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ میں آپ کا پُر جوش استقبال کیا گیا۔ وہاں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں قیام فرمایا اور سب سے پہلے مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع کی اور مزدوروں کے ساتھ مل کر آپؐ نے بھی تعمیری کام میں حصہ لیا۔ مدینہ میں جن لوگوں نے آپ کی اعانت کی انھیں انصاری کہا جاتا تھا اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہجرت کر گئے تھے انھیں مہاجر کہا جاتا تھا۔

3.2 اسلام کی تعلیمات

اسلام کے معنی سلامتی اور خدا کی بندگی کے ہیں۔ مسلمان تمام انبیاء کو تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ اسلام میں وحدانیت، عالمی برادری اور مساوات کا درس دیا گیا۔

اسلام کے پانچ بنیادی اصول ہیں:

توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج

1) توحید: ہر مسلمان کو اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

2) نماز: ہر عاقل، بالغ اور صحت مند مسلمان کو دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنا فرض ہے۔

3) روزہ: ہر عاقل، بالغ اور صحت مند مسلمان کے لیے سال میں ایک ماہ یعنی رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا فرض ہے۔

4) زکوٰۃ: ہر مسلمان کو غریبوں، مسکینوں میں ہر سال زکوٰۃ تقسیم کرنی چاہیے۔ زکوٰۃ اُس مسلمان پر فرض ہے جو صاحب نصاب ہو۔

5) حج: ہر صاحب نصاب مسلمان کو زندگی میں کم از کم ایک بار حج کے موقع پر کعبہ شریف اور مقامات حج میں ضروری مناسک ادا کرنا فرض ہے۔ نصاب کا مطلب جائز ضروریات زندگی پوری کرنے کے بعد اتنی رقم بچ رہنا کہ جس میں حج کے اخراجات کی بآسانی کفالت ہو سکے۔

اسلام میں بُت پرستی کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ سودی کاروبار کو حرام قرار دیا گیا ہے اور انسانوں کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ان تعلیمات کی وجہ سے اسلام ساری دنیا کے انسانوں کے لیے عظیم مذہب بن گیا۔

3.3 آخری حج

سنہ 10 ہجری میں حضورؐ نے حج کے لیے 25 ذی قعدہ کو صحابہؓ کے ہمراہ جن میں آبادی کا بیشتر حصہ تھا روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ پہنچے تو تقریباً ایک لاکھ کا اجتماع تھا۔ حج سے دو روز پہلے حضورؐ نے سب کو جمع کر کے خطبہ دیا کہ میرے بعد گمراہ نہ ہونا۔ سب مسلمان آپس میں مل جل کر رہنا سب بھائی بھائی ہیں۔ قرآن اور سنّت یعنی وہ جو میں نے کہا اور کر دکھایا ہے اس پر عمل کرنا۔ ہر عمل میں خلوص ہو۔

3.4 وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا مقصد تمام دنیا کو "وحدہ لاشریک" کی تعلیم دینا تھا۔ حج سے واپسی کے بعد ماہ صفر 11/ ہجری میں ایک مرض میں مبتلا ہوئے۔ مرض کی شدت بڑھتی گئی۔ حضورؐ نے نصیحت فرمائی کہ "میرے مرنے کے بعد میری قبر کی پرستش نہ کرنا"۔ آخر 12 ربیع الاول 11/ ہجری دوشنبہ مطابق 8/ جون 632ء کو بوقت شام 63 سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

3.5 خلافتِ راشدہ

حضرت محمدؐ کے انتقال کے بعد خلافت کا دور شروع ہوا۔ اس دور میں حضرت محمدؐ کے یکے بعد دیگرے چار صحابہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ان صحابہ کا دور خلافت، خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔ جس کے دوران منتخب خلیفہ کو امیر المومنین کہا جاتا ہے۔

3.6 خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ (11 ہجری تا 13 ہجری)

حضورؐ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ ان کا اصلی نام عبداللہ عتیق ابن ابوقحافہ تھا۔ ابوبکرؓ کنیت تھی۔ صدیق کا خطاب آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عطا ہوا تھا۔ کیوں کہ آپؓ نے سب سے پہلے حضرت محمدؐ کی نبوت کی تصدیق فرمائی تھی اور معراج کے واقعہ کے بعد بھی حضورؐ کے قول کی تصدیق فرمائی تھی۔ اس صداقت سے متاثر ہو کر حضورؐ نے آپؓ کو "صدیق" کا خطاب دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد نہ صرف مخالفین کی سرکوبی کی بلکہ مملکت کا ایک نظام اور دستور بھی مرتب کیا اور اشاعت کے ذریعہ دین اسلام کو دور دراز ممالک تک پہنچادیا لیکن غیر معمولی مصروفیات کی وجہ سے اُن کی صحت متاثر ہوگئی اور آخر کار 634ء میں 63 سال کی عمر میں آپؓ کا انتقال ہوگیا۔

3.7 خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ (13 ہجری تا 24 ہجری)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد 23 رجمادی الثانی 13 ہجری 634ء کو تمام صحابہ اور مسلمانوں نے بغیر کسی اختلاف کے حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر بیعت لی کیوں کہ حضور اکرم صلعم کی زندگی میں ہی سے حضرت عمر فاروقؓ کو غیر معمولی عزت وعظمت حاصل تھی سب آپ کا احترام کرتے تھے اور سب ہی آپؓ کے تقدس، تدبّر اور عقلمندی کے قائل تھے۔ حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلعم نے فاروق کا خطاب عطا کیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نہایت نڈر، بہادر اور بہترین سپہ سالار تھے۔ کئی معرکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے چکے تھے۔

آپ کے مسند خلافت پر تشریف فرما ہونے کے بعد کئی نئے ملک فتح ہوئے اور سلطنت اسلامیہ ایک طاقتور حکومت بن گئی۔ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے شام اور ایران کے خلاف حضرت مثنیٰ بن حارث اور حضرت ابوعبیدہ ثقفی کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر روانہ کیا جس نے زبردست فتح حاصل کی۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوعبیدہ کو فوج کا سربراہ بنا کر بیت المقدس کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا چنانچہ اسلامی افواج نے بیت المقدس کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد عراق، دمشق، مراقش، مصر، بلوچستان وغیرہ مملکت اسلامیہ میں شامل ہوگئے۔ افغانستان کا بھی کچھ حصہ فتح ہو چکا تھا۔ ان فتوحات کی وجہ سے آتش پرستوں کا ایک گروہ حضرت عمر فاروقؓ کا دشمن ہوگیا۔ چنانچہ فیروز ابولولو نامی ایک شخص نے فجر کی نماز کے وقت مسجد نبویؐ میں نمازیوں کی صف میں آکر حضرت فاروق اعظم پر خنجر سے مسلسل چھ وار کر کے انھیں شدید زخمی کردیا اور آپ صرف تین دن زندہ رہ کر 64 سال کی عمر میں یکم محرم 24 ہجری مطابق 645ء کو فوت ہوئے۔ آپ کو بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح مسجد نبوی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی دفن کیا گیا۔

3.8 خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ (24 ہجری تا 35 ہجری)

حضرت عمر فاروقؓ کے بعد تمام مجلس شوریٰ کے اراکین حضرت عائشہؓ کے مکان میں جمع ہوئے اور بہت غور وخوص اور مشورہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا جس کے بعد سب لوگ خلیفہ سوم کے ہاتھ پر بیعت کیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

نے حضرت عثمان رضی اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں ہرقل قیصر روم کے بعد اُس کا بیٹا قسطنطین روم پر حکومت کر رہا تھا۔ اس نے خلیفہ سوم کی مسند نشینی کے بعد یہ سوچا کہ اب مصر اور ایران کو وہ واپس حاصل کرلے گا چنانچہ اس نے ایک بڑی فوج روانہ کی لیکن اسلامی افواج نے متحد ہو کر ایسا جوانمردی سے مقابلہ کیا کہ رومی فوج کو بھاری نقصانات اٹھانے پڑے اور وہ سنہ 25 ہجری 646ء میں ناکام واپس ہوگئی۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں کئی فتنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان باغیوں کے گروہ خصوصاً مصر، بصرہ، کوفہ میں سب سے زیادہ شورش بپا کر رہے تھے۔ چنانچہ ان تینوں صوبوں سے تین ہزار آدمیوں کا قافلہ مدینہ پہنچا اور حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت علیؓ نے انکار کرتے ہوئے انھیں سمجھا بجھا کر واپس کردیا۔ مصر کا گروہ وہاں کے صوبیدار کو تبدیل کرنے پر اصرار کرنے لگا چنانچہ حضرت علیؓ کے سمجھانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے صوبیدار کو تبدیل کرنے کے احکام جاری کردیے۔ اس کے بعد مصری بلوائی محمد بن ابی بکر کی رہنمائی میں واپس چلے گئے لیکن تین دن بعد وہ اچانک واپس آگئے اور حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کرلیا چوں کہ اُس وقت اسلامی فوجیں مدینہ سے باہر گئی ہوئی تھیں اس لیے بلوائیوں کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے۔ تاہم حضرت علیؓ اور حضرت امام حسن اور حسینؓ نے کئی دن تک حضرت عثمانؓ کے مکان کی حفاظت کی لیکن ایک موقع پا کر بلوائی کسی طرح مکان میں داخل ہوگئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کردیا۔

3.9 خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہ (35ہجری تا 40ہجری)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ میں افراتفری کا عالم تھا۔ بلوائیوں کا غلبہ تھا۔ جس سے لوگ تنگ آچکے تھے اور آخرکار چند صحابہ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے مل کر خلافت کی ذمہ داری قبول کرنے کی خواہش کی۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے انکار کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ ۱۵ ذی الحجہ ۳۵ھ ۶۵۶ء کو مسجد نبویؐ میں مسلمانوں سے بیعت لینے تشریف لائے سب نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت علیؓ رسول اللہ صلعم کے چچازاد بھائی تھے اور داماد بھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے حضرت علیؓ کی شادی ہوئی تھی۔ آپؓ کی کنیت ابوالحسن تھی لیکن آنحضرت صلعم آپ کو ابوتراب کہہ کر پکارتے تھے۔ آپؓ کو یہ نام پسند تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ سال کی عمر میں حضرت علیؓ کو اپنے چچا ابوطالب سے لے لیا تھا۔ رسول خدا صلعم آپ کو اولاد کی طرح محبت کرتے تھے، یہی حال حضرت علیؓ کا بھی تھا۔ دس برس کی عمر میں آپؓ سب سے پہلے ایمان لے آئے۔ شجاعت اور دلیری میں سارے ملک عرب میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ آپؓ کی غیر معمولی جرأت ہی کی بنا پر رسول اللہ صلعم نے آپ کو "اسد اللہ" یعنی شیر خدا کا خطاب دیا تھا۔ علم و فضل میں بھی حضرت علیؓ کا درجہ بہت بلند تھا۔

حضرت علیؓ نہایت سادگی پسند تھے۔ مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد بھی غریبانہ زندگی گزارنے میں روحانی لذت محسوس فرماتے تھے۔ سیاسی جوڑ توڑ سے بچتے رہنے کی وجہ سے آپؓ کو اپنے دور میں بڑی بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آپؓ نے عجلت میں صوبیداروں کے تبادلے کردیے جس کی مخالفت امیر معاویہ نے کھل کر کی۔ آپؓ امیر معاویہ کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف

تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو چند لوگوں نے یہ اطلاع دی کہ حضرت علیؓ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں سے نرم رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں نوبت جنگ تک پہنچ گئی بڑی مشکل سے صلح صفائی ہوئی۔

3.9.1 حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں نہروان کی لڑائی میں خارجیوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا اور بظاہر خارجیوں کا فتنہ ختم ہو گیا تھا لیکن درحقیقت یہ اندر ہی اندر پھیل رہا تھا وہ لوگ حضرت علیؓ سے انتقام لینے سنہ ۴۰ ہجری میں مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور حضرت علیؓ، امیر معاویہ اور عمرو بن عاص کو قتل کر کے مملکت اسلامیہ کی آپسی خونریزی کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ ۱۸ رمضان ۴۰ھ کو ایک ساتھ تینوں پر حملہ کیا گیا۔ امیر معاویہ پر نماز فجر کی امامت کرتے ہوئے جس میں وہ بچ گئے، عمر بن عاص بوجہ بیماری گھر میں رہے جب کہ ابن ملجم اور شبیب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر عین اس وقت تلوار سے وار کر دیا جب کہ آپؓ صبح کی نماز کے لیے مسجد تشریف لا رہے تھے۔ آپؓ شدید زخمی ہو گئے تھے۔ آپؓ کے آواز دینے پر لوگ دوڑ پڑے اور ابن ملجم کو گرفتار کر لیا جب کہ شبیب فرار ہو گیا، زخم چوں کہ بہت گہرا اور کنپٹی پر تھا، تلوار کی دھار دماغ میں اتر گئی تھی۔ وفات سے قبل جذب بن عبداللہ نے پوچھا کہ "آپ کے بعد ہم امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟" تو فرمایا کہ "تم جو مناسب سمجھو کرو" آپ نے امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو وصیتیں فرمائیں اور زخمی ہونے کے تیسرے دن بتاریخ ۲۰ رمضان ۴۰ھ ۶۶۱ء اتوار کی رات کو پانچ برس خلافت کے بعد آپؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ حضرت علی پہلا نکاح حضرت فاطمۃ الزہرا بنت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ جن سے تین لڑکے حضرت حسن، حضرت حسینؓ اور حضرت محسن اور دو لڑکیاں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ جناب محسنؓ کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمر فاروق کے ساتھ ہوا تھا دیگر ازدواج سے بھی آپؓ کی کئی اولادیں تھیں۔

خلیفہ چہارم کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور حقیقت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد مملکت اسلامیہ میں آپؓ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ آپؓ میں جملہ خوبیاں موجود تھیں۔ آپؓ خلفائے راشدین میں آخری خلیفہ تسلیم کیے جاتے ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

ملک عرب براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے جسے عام طور پر مشرق وسطی کہا جاتا ہے۔ یہاں کے قبائل نہایت جاہل اور گمراہ تھے اور ذرا ذرا سی بات پر پشتوں تک لڑتے رہتے تھے۔ ایسے پُرآشوب دور میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰ اپریل ۵۷۰ء میں مکہ مکرمہ کے ایک معزز خاندان قریش میں پیدا ہوئے۔ وہ بچپن ہی سے یتیم تھے اس لیے ان کی پرورش ان کے چچا ابوطالب نے کی۔

سن بلوغ کو پہنچنے پر آپؐ نے پیشہ تجارت اختیار کیا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی کی۔ حضور عوام میں "امین" کے نام سے مشہور تھے۔

اپنی قوم کی بداعمالیوں کی وجہ سے حضورؐ متفکر رہا کرتے تھے اور تجارت سے فراغت ہوتو غار حرا میں غور وخوض فرمایا کرتے تھے۔ اسی دوران آپؐ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی اور وحی کے ذریعہ قرآن پاک آپؐ پر نازل ہوتا رہا۔ جو تیئس سال میں مکمل ہوا ۔آپ کے پیش کردہ دین کو اسلام کہتے ہیں۔ نبوت کے بعد آپؐ نے اسلام کی تبلیغ شروع کی کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ، مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بچوں میں حضرت علیؓ نے سب سے پہلے دین اسلام قبول کیا۔

آپؐ کی تعلیمات سے عرب کا دولت مند اور طاقتور طبقہ آپؐ سے ناراض ہوکر آپؐ کے قتل کے درپے ہوگیا۔ اس لیے آپؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی، اسی تاریخ سے سنہ ہجری کا آغاز ہوا۔ آپؐ کے ساتھ اور آپ کے بعد جن لوگوں نے ہجرت کی انھیں مہاجر اور مدینہ میں جن لوگوں نے آپؐ کی مدد کی انھیں انصار کہا جاتا تھا۔

اسلام کے معنی سلامتی اور خدا کی بندگی واطاعت کے ہیں۔ اس مذہب میں پانچ ارکان بنیادی اہمیت رکھتے ہیں یعنی توحید، نماز، روزہ اور صاحب نصاب ہوں تو زکوٰۃ ادا کرنا اور عمر میں کم از کم ایک بار حج کرنا فرض ہے۔

حضرت محمدؐ کا مقصد حیات دنیا کو وحدانیت کی تعلیم دینا تھا۔ جب آپؐ دنیا کو یہ پیغام پہنچا چکے تو ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری مطابق ۸ جون ۶۳۲ء کو بروز پیر ۶۳ سال کی عمر میں آپؐ انتقال فرماگئے۔

حضورؐ کے انتقال کے بعد خلافت راشدہ کا دور شروع ہوا۔ اس دور میں منتخب خلیفہ کو امیر المومنین کہا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اتفاق رائے سے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ وہ ۱۱ھ تا ۱۳ھ تک خلیفہ رہے۔ اپنے دور خلافت میں انھوں نے مخالفین کی سرکوبی کی اور اسلام کو دور دراز ممالک تک پہنچادیا۔ آخر کار ۱۳ھ مطابق ۶۳۴ء میں ۶۳ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور ۱۳ھ تا ۲۳ھ تک خلیفہ رہے۔ آنحضرت نے انھیں فاروق کے خطاب سے نوازا تھا۔ ان کے عہد خلافت میں شام، ایران، بیت المقدس، دمشق، مراقش، مصر، بلوچستان اور افغانستان کا کچھ حصہ فتح ہو چکا تھا۔ آخر ۲۳ھ میں فیروز ابولولونامی ایک شخص نے انھیں شہید کردیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ ۲۴ھ تا ۳۵ھ تک خلیفہ رہے۔ لیکن ان کے دور میں کئی فتنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مصری بلوائیوں نے محمد بن ابی بکر کی رہنمائی میں ان کے مکان کا محاصرہ کیا اور ایک دن موقع پاکر انھیں اپنے ہی مکان میں ۳۵ھ میں شہید کردیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ منتخب ہوئے وہ ۳۵ھ تا ۴۰ھ مطابق ۶۵۶ء تا ۶۶۱ء تک خلیفہ رہے۔ وہ نہایت سادگی پسند تھے۔ آپ کے زمانے میں بھی افراتفری کا عالم اور بلوائیوں کا غلبہ رہا۔ چنانچہ آپ نے نہروان کی جنگ میں خارجیوں کے فتنہ کو ختم کردیا تاہم ابن ملجم اور شبیب نے آپ پر گھات لگا کر حملہ کردیا۔ یہ دونوں خارجی تھے۔ اس حملے کے تین دن بعد آپؓ ۲۰ رمضان ۴۰ھ کو شہید ہوگئے۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے ساتھ ہی خلفائے راشدین کے دور کا اختتام ہو گیا۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) ملک عرب کہاں واقع ہے؟
2) حضرت محمدؐ کا تعلق کس خاندان سے تھا؟
3) نبوت کے وقت حضرت محمدؐ کی عمر شریف کیا تھی؟
4) حضرت محمدؐ کا مقصد حیات کیا تھا؟
5) انتقال کے وقت حضرت محمدؐ کی عمر کیا تھی؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) حضرت محمدؐ کی پیدائش اور پرورش پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔
2) اسلام کے کیا معنی ہیں۔اس مذہب کی تعلیمات اور بنیادی ارکان پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔
3) حضرت محمدؐ کے انتقال کے بعد خلیفہ کون منتخب ہوئے اُن کے دور خلافت کے واقعات تفصیل سے لکھیے۔
4) خلافت راشدہ میں تیسرے خلیفہ کون منتخب ہوئے تھے۔اُن کے دور میں کیا واقعات پیش آئے تفصیل سے لکھیے۔
5) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں کیا کیا واقعات رونما ہوئے۔انھوں نے بلوائیوں کے فتنوں کو کیسے فرو کیا؟

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) براعظم ایشیاء کے جنوب مغربی علاقے کو.......... کہا جاتا ہے۔
2) حضرت محمدؐ.......... سنہ میں پیدا ہوئے تھے۔
3) حضرت محمدؐ کا مقصد حیات.......... کی تعلیم دینا تھا۔
4) خلافت راشدہ کے پہلے خلیفہ.......... تھے۔
5) حضرت عمر فاروقؓ.......... سنہ تا.......... سنہ تک خلیفہ رہے۔
6) حضرت عثمان غنیؓ.......... سنہ تا.......... سنہ تک خلیفہ رہے۔
7) .... ۶۵۶ء تا ۶۶۱ء تک خلیفہ رہے۔

8) حضرت علیؓ نے.......... کی جنگ میں خارجیوں کو شکست دی۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) حضرت محمدؐ کی پیدائش کس سنہ عیسوی میں ہوئی تھی۔

(1)634 (2)656 (3)570

2) حضرت محمدؐ کو نبوت کس عمر میں عطا ہوئی تھی؟

(1)25سال (2)40سال (3)50سال

3) سنہ ہجری کب شروع ہوا تھا؟

(1) حضرت محمدؐ کی پیدائش کے دن سے (2) حضرت محمدؐ کو نبوت ملنے کے دن سے

(3) جس دن حضرت محمدؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی

4) انصار کن لوگوں کو کہا جاتا تھا؟

(1) مکہ والوں کو (2) مدینہ والوں کو (3) کوفہ والوں کو

5) اسلام میں کتنے ارکان بنیادی اہمیت رکھتے ہیں؟

(1) پانچ (2) چھ (3) دس

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) سن بلوغ کو پہنچنے پر حضرت محمدؐ نے	35ھ میں شہید ہوئے۔
2) عورتوں میں سب سے پہلے	ابن ملجم اور شعیب نے گھات لگا کر شہید کیا۔
3) حضرت محمدؐ کا انتقال	حضرت خدیجہ نے اسلام قبول کیا۔
4) حضرت عثمانؓ	پیشہ تجارت اختیار کیا۔
5) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو	8/جون 632ء کو بروز پیر ہوا۔

سبق 7 خلافتِ اُمیہ وعباسیہ

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 خلافتِ اُمیہ کی بنیاد

3.1.1 امیر معاویہ

3.1.2 سندھ پر حملہ

3.1.3 یزید کی ولی عہدی

3.1.4 امیر معاویہ کی وفات

3.2 یزید بن معاویہ

3.2.1 کربلا کا المیہ

3.2.2 یزید کی موت

3.3 حضرت عبداللہ بن زبیر

3.4 مروان بن الحکم

3.4.1 عبدالملک بن مروان

3.4.2 ولید بن عبدالملک

3.4.3 سلیمان بن عبدالملک

3.4.4 حضرت عمر بن عبدالعزیز

3.5 خاندانِ امیہ کا زوال

3.6 خلافت عباسیہ

3.6.1 ابوالعباس سفاح

3.6.2 ابوجعفر عبداللہ منصور

3.6.3 محمد مہدی

3.6.4 موسیٰ ہادی بن مہدی

3.6.5 ہارون الرشید بن مہدی

3.6.6 مامون بن ہارون رشید

3.6.7 معتصم باللہ بن ہارون رشید

3.6.8 واثق باللہ بن معتصم

3.6.9 متوکل علی اللہ بن معتصم

3.7 خلافت عباسیہ کا زوال

3.8 عربوں کے علمی اور ادبی کارنامے

3.8.1 فلسفہ اور ثقافت

3.8.2 علم وادب

3.8.3 طب

3.8.4 ریاضی اور فلکیات

3.8.5 سائنس اور ٹکنالوجی

3.8.6 فن صناعی

3.8.7 فن تعمیر

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں خلافت اُمیہ اور خلافت عباسیہ کے عروج و زوال کے بارے میں حسب ذیل نکات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

☆ خلافت اُمیہ
☆ امیر معاویہ
☆ یزید بن معاویہ
☆ کربلا کا المیہ
☆ یزید کی موت
☆ حضرت عبداللہ بن زبیر
☆ مروان بن الحکم
☆ عبدالملک بن مروان
☆ ولید بن عبدالملک
☆ سلیمان بن عبدالملک
☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز
☆ خاندان اُمیہ کا زوال
☆ خلافت عباسیہ
☆ ابوالعباس سفاح
☆ ابوجعفر عبداللہ منصور
☆ محمد مہدی
☆ موسیٰ ہادی بن مہدی
☆ ہارون الرشید بن مہدی
☆ مامون بن ہارون رشید
☆ معتصم باللہ بن ہارون رشید
☆ واثق باللہ بن معتصم
☆ متوکل علی اللہ بن معتصم
☆ خلافت عباسیہ کا زوال
☆ عربوں کے علمی و ادبی کارنامے

2 تمہید

گزشتہ سبق میں ہم دورِ وسطیٰ کی عرب دنیا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش، پرورش اسلام کا ظہور و اشاعت وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ اس سبق میں ہم خلافت اُمیہ و عباسیہ کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 خلافتِ اُمیہ کی بنیاد (41ھ تا 132ھ)

3.1.1 امیر معاویہ (41ھ تا 61ھ)

خلافت اُمیہ کے بانی امیر معاویہ بن سفیان تھے۔ حضرت امام حسن سے صلح نامہ پر دستخط اور آپؓ کی ۴۱ ہجری میں مسند خلافت سے دست برداری کے بعد امیر معاویہ پوری طرح مملکت اسلامیہ کے خلیفہ بن گئے۔ امیر معاویہ کے پڑدادا اُمیہ بن شمس آنحضرت صلعم کے دادا خواجہ عبدالمطلب کے چچازاد بھائی تھے۔ اُنھی کے نام پر خاندان اُمیہ کی بنیاد پڑی۔ رسول اللہ صلعم کا خاندان اور بنی اُمیہ دونوں ہی قبیلے قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ ابوسفیان نے حضرت محمد صلعم کے زمانے میں اسلام قبول کیا تھا۔ رسول خدا صلعم نے امیر معاویہ کو کاتب وحی کی بھی سعادت بخشی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں امیر معاویہ کے بھائی یزید بن سفیان اسلامی فوج کے ایک حصہ کے سردار تھے۔ حضرت عثمانؓ کا تعلق امیہ خاندان سے تھا۔ حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہ کو شام کا گورنر بنایا تھا۔ یہیں سے ان کا عروج شروع ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ نے حضرت عثمان غنی کے خون کے بدلے کی ناکامی کا بہانہ بنا کر حضرت علیؓ کے خلاف لوگوں کو اُکسایا۔ حضرت علیؓ کے بعد حضرت امام حسنؓ کے دور خلافت میں امیر معاویہ نے جنگ کی، جنگ میں مسلمانوں کے خون خرابے اور خانہ جنگی سے محفوظ رہنے کی خاطر حضرت حسنؓ خلافت سے دست بردار ہو گئے اور امیر معاویہ سارے مملکت اسلامیہ کا سربراہ بن گیا۔ اس سے جمہوریت اور خلافت کی بجائے بادشاہت کا طریقہ شروع ہوا۔ جمہوری نظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں قائم تھا۔ ساری مملکت اسلامیہ اگرچہ کہ معاویہ کے زیر اثر تھی لیکن عراق اور ایران میں شیعان علیؓ کی بڑی تعداد کی موجودگی سے وہ خوف زدہ تھا۔ ان شیعان علیؓ کو اپنے کنٹرول میں لینے کی خاطر مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ اپنے بھائی زیاد بن اُمیہ کو بھی کوفہ روانہ کیا۔ جو بعد میں کوفہ کا گورنر بن گیا۔ زیاد بڑا بہادر اور عقلمند تھا۔ اس نے تمام بغاوتیں اور شورشیں ختم کروائیں۔ زیاد مملکت اسلامیہ کا پہلا حاکم ہے جس نے شہری آبادی پر فوجی قانون (Marshall Law) نافذ کیا تھا۔

معاویہ کے دور حکومت میں کابل، غزنی، غور، ملک روم کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ قسطنطنیہ پر حملہ کے وقت لشکر کی سرکردگی معاویہ کے بیٹے یزید نے کی لیکن اس کی نااہلی کے باعث دوسرے لائق سپہ سالار بھی کچھ نہ کر سکے وہ قسطنطنیہ کے قریب تک بھی نہ پہنچ سکے۔ رومیوں نے پہلی مرتبہ آگ لگانے والے تیل کا استعمال کیا تھا جو بارود کی طرح آگ پکڑ لیتا تھا۔ اس آتش گیر تیل سے ہزاروں سپاہی جل کر ہلاک ہو گئے۔ یہ جنگ چھ برس تک چلتی رہی آخر کار امیر معاویہ نے رومیوں سے صلح کر لی تھی۔ البتہ افریقہ کے ایک بڑے علاقہ پر اسی عہد میں قبضہ ہو گیا تھا۔ عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں یہ کام انجام پایا۔

3.1.2 سندھ پر حملہ

امیر معاویہ کو یہ شبہ تھا کہ سندھ کا حکمران اُس کے خلاف ایرانیوں کی مدد کر رہا ہے۔ اس لیے معاویہ نے ۴۴ھ میں کابل اور درہ خیبر سے گزرتے ہوئے سندھ کے علاقہ مکران پر حملہ کر دیا اور اُسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

3.1.3 یزید کی ولی عہدی

حضرت امام حسنؓ نے امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوتے وقت ایک صلح نامہ مرتب کیا تھا جس کی اہم ترین شرط یہ تھی کہ امیر معاویہ کسی کو جانشین نامزد نہیں کریں گے بلکہ عوام جسے چاہیں خلیفہ منتخب کریں گے لیکن اب امیر معاویہ مملکت اسلامیہ کا مختار مطلق بنا ہوا تھا، اُسے شرائط نامہ کی کوئی پرواہ نہ تھی چنانچہ اس نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کے لیے کوشش شروع کر دی۔ یزید چوں کہ شرابی، بدکار و ناکارہ نوجوان تھا اس لیے سب نے مخالفت کی لیکن امیر معاویہ نے مصر، شام اور عراق کے باشندوں کو ڈرا دھمکا کر اور حجاز کے لوگوں کو فریب دے کر یزید کی ولی عہدی کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔

3.1.4 امیر معاویہ کی وفات

امیر معاویہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے کام کی زیادتی نے ان کی صحت کو مزید خراب و ابتر کر دیا تھا۔ آخر سنہ 61ھ میں وہ شدید بیماری میں مبتلا ہو کر وفات پا گئے۔

3.2 یزید بن معاویہ (61ھ تا 64ھ)

امیر معاویہ کی وفات کے بعد رجب 61ھ (682ء) میں یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا تو اس کی عمر 24 سال تھی۔ تخت پر بیٹھتے ہی یزید کو سب سے پہلے حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے جس طرح بھی ممکن ہو سکے بیعت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو اس بارے میں حکم دیا۔ حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بیعت سے صاف انکار کر دیا اور مکہ معظمہ چلے آئے۔

3.2.1 کربلا کا المیہ (61ھ)

اسی دوران کوفہ سے ایک وفد حضرت حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یقین دلایا کہ عراق اور کوفہ کی ساری عوام آپ کے ساتھ ہے جو کم و بیش اٹھارہ ہزار ہیں اور آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت حسینؓ اپنے اہل خاندان کے ساتھ کوفہ کی جانب روانہ ہوئے، لوگوں نے بہت سمجھایا کہ اس میں خطرہ کا احتمال ہے لیکن آپؓ روانگی کا ارادہ کر چکے تھے اور 2 محرم 61ھ کو کربلا کے میدان میں پہنچے لیکن تب تک حالات آپؓ کے خلاف ہو گئے۔ آپؓ کے ساتھ محض 72 اہل خاندان تھے جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ اُدھر یزید نے چار ہزار کے لشکر کو پیش قدمی کا حکم دیا جس نے دریائے فرات پر پہرہ لگا دیا تاکہ حضرت حسینؓ اور ان کے اہل خاندان کو پانی نہ مل سکے اور مجبور ہو کر آپؓ یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیں لیکن آپ بیعت سے پہلے ہی انکار کر چکے تھے۔ آخر کار اس مختصر سے قافلہ اور یزید کے لشکر کے درمیان کربلا کے میدان میں خونریز معرکہ ہوا جس میں حضرت امام حسینؓ کے علاوہ ان کے

صاحبزادے حضرت علی اکبر، حضرت قاسم، حضرت ابوبکر اور آپ کے بھائی حضرت عباسؓ، حضرت عبداللہؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی شہید ہو گئے۔

3.2.2 یزید کی موت

کربلا کے المیے کے بعد تمام مملکت اسلامیہ میں یزید کے خلاف بغاوت بھڑک اٹھی جسے فرو کرنے کے لیے یزید نے اپنے لشکر روانہ کیے لیکن ہر جگہ شکست کھائی۔ اس کے خلاف سازشیں ہونے لگیں اور آخر کار کسی نے اسے شراب میں زہر ملا کر پلا دیا اور 64ھ میں 38 سال کی عمر میں اس کی موت ہو گئی۔

3.3 حضرت عبداللہ بن زبیر

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مکہ میں کچھ عرصہ خلیفہ رہے لیکن حجاج بن یوسف کے ساتھ ایک معرکہ میں آپ شہید ہو گئے۔

3.4 مروان بن الحکم

یزید کی موت کے بعد خاندان اُمیہ کی حکومت کا قریب قریب خاتمہ ہو چکا تھا لیکن اس خاندان کی حکومت کو قائم رکھنے کے لیے مروان بن الحکم تخت نشین ہوا اور یزید کے بیٹے خالد بن یزید کی ولی عہدہ کا اعلان کر دیا لیکن مروان زیادہ دن حکومت نہ کر سکا اور صرف دس ماہ کی حکمرانی کے بعد 64 برس کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا یہی کارنامہ ہے کہ اس نے دمشق میں بنی اُمیہ کی حکومت کو قائم رکھا۔

> اس دور میں مملکت اسلامیہ عملاً دو حصوں میں بٹ گئی تھی جس کا ایک صدر مقام تو مکہ میں تھا جہاں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تھے جب کہ دوسرا صدر مقام دمشق تھا جہاں مروان بن الحکم بادشاہ بن بیٹھا تھا۔

3.4.1 عبدالملک بن مروان (69ھ تا 85ھ مطابق 684ء تا 705ء)

مروان کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک دمشق کے تخت پر بیٹھا۔ اس کی نظر مملکت اسلامیہ کے باقی نصف حصہ پر تھی جہاں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تھے چنانچہ اس نے حجاج بن یوسف کو ایک بڑا لشکر دے کر مکہ روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کا مقابلہ کیا لیکن جنگ میں شہید ہو گئے۔ اس طرح مملکت اسلامیہ کا بقیہ نصف حصہ بھی اس کے زیر نگیں آ گیا۔ 85ھ میں عبدالملک بن مروان کا انتقال ہو گیا۔

3.4.2 ولید بن عبدالملک (86ھ تا 96ھ مطابق 705ء تا 715ء)

عبدالملک بن مروان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک دمشق کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے رومیوں کو سخت شکست دی۔ مشرق میں ترکستان اور چین بھی فتح کر لیا اور مغرب میں اسپین، پرتگال اور فرانس فتح کر کے انھیں اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس نے عوام کی بھلائی کے بھی کام کیے اور تجارت پر سخت نگرانی رکھی۔ 96ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

3.4.3 سلیمان بن عبدالملک (96ھ تا 98ھ مطابق 715ء تا 718ء)

ولید بن عبدالملک کے بعد اس کا چھوٹا بھائی تخت نشین ہوا۔ لیکن بیشتر سپہ سالار جیسے حجاج بن یوسف، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم اس کے مخالف تھے اس لیے اس نے ان تمام سپہ سالاروں کو مار ڈالا۔ اس لیے اس کا عہد تاریک دور کہلاتا ہے۔ اپنی موت سے پہلے اس نے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ اور یزید بن عبدالملک کو ولی عہد نامزد کیا۔ 45 برس کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔

3.4.4 حضرت عمر بن عبدالعزیز (98ھ تا 101ھ مطابق 718ء تا 721ء)

سلیمان کے انتقال کے بعد اس کے چچازاد بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ منتخب ہوئے یہ بڑے نیک اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ انھوں نے امیرانہ ٹھاٹ ترک کر کے سادہ زندگی اختیار کی اور شاہی خاندان سے بھی جاگیریں چھین لیں جس کی وجہ سے امراء آپ کے دشمن ہو گئے اور انھیں زہر دے دیا۔ انھوں نے ڈھائی سال حکومت کی اور 101ھ میں شہید ہو گئے۔

3.5 خاندانِ اُمیہ کا زوال

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شہادت 101ھ مطابق 721ء کے بعد خاندانِ اُمیہ زوال پذیر ہو گیا۔ ان کے بعد دو حکمران تخت نشین ہوئے لیکن وہ نہایت کمزور ثابت ہوئے اس لیے حکومت میں مسلسل انحطاط واقع ہوتا رہا اور آخرکار 132ھ مطابق 750ء میں اس خاندان کا صفایا ہو گیا اور اس کی جگہ خلافتِ عباسیہ قائم ہوئی۔

3.6 خاندانِ عباسیہ (132ھ تا 656ھ مطابق 749ء تا 1258ء)

3.6.1 ابوالعباس سفاح (132ھ تا 136ھ)

یہ خلافت عباسیہ کا بانی ابوالعباس سفاح حضرت محمدؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے تھا۔ اُس نے اپنے حامیوں کی مدد سے بنی اُمیہ کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا اور اس خاندان کے تمام اہم امراء کو قتل کرا دیا۔ بنی اُمیہ کے خاتمہ کے بعد وہ تخت نشین ہوا۔ یہیں سے خلافت عباسیہ کا آغاز ہوا۔ اس نے شام کی بجائے عراق کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور پہلی بار اپنی سلطنت میں وزارت کا عہدہ قائم کیا۔ 136ھ مطابق 753ء میں 66 سال کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا۔

3.6.2 ابوجعفر عبداللہ منصور (136ھ تا 158ھ)

یہ ابوالعباس سفاح کا بھائی تھا۔ اس نے سلطنت عباسیہ کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ 140ھ میں اس نے شہر بغداد کی تعمیر شروع کروائی جو دس برسوں میں مکمل ہوئی۔ اس نے روم پر حملہ کر کے دوبارہ اس پر قبضہ کر لیا۔ اسی کے زمانے میں ہندوستان پر بھی فوج کشی

ہوئی تھی۔ 158ء میں وہ حج کے لیے روانہ ہوا اور راستہ میں فوت ہو گیا۔

3.6.3 محمد مہدی (158ھ تا 169ھ)

منصور کے بعد اس کا لڑکا محمد مہدی تخت نشین ہوا۔ اس نے پڑوسی ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم کیے اور ڈاک کے محکمہ کو ترقی دی۔ 169ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

3.6.4 موسیٰ ہادی بن مہدی: (169ھ تا 170ھ)

محمد مہدی کے بعد اس کا لڑکا موسیٰ مہدی تخت پر بیٹھا لیکن وہ زیادہ عرصہ حکومت نہ کر سکا اور 170ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

3.6.5 ہارون رشید بن مہدی (170ھ تا 193ھ)

یہ محمد مہدی کا دوسرا لڑکا تھا جو اپنے بھائی موسیٰ مہدی کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس نے رعایا کی بھلائی کے بہت کام کیے۔ اس لیے اس کا دور زرّین دور کہلاتا ہے۔ اس نے رومیوں کے خلاف فوج کشی کی اور صفصاف کا اہم قلعہ فتح کر لیا۔ 185ھ میں اس نے انقرہ کا محاصرہ کر کے رومی حکومت کو خراج دینے پر مجبور کیا۔ لیکن ہندوستان میں قنوج کے راجہ سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس نے قنوج کے راجہ کو "ملک الہند" کا خطاب دیا تھا۔

ہارون رشید نے علم و ادب کی بھی بڑی سرپرستی کی۔ "بیت الحکمت" کے نام سے اُس نے ایک ادارہ قائم کیا تھا جس میں سنسکرت، یونانی اور فارسی کتابوں کے ترجمے ہوا کرتے تھے۔ تصنیف و تالیف کا کام بھی یہی ادارہ انجام دیتا تھا۔

ہارون رشید کو دو لڑکے تھے امین الرشید اور مامون رشید اس لیے اس نے اپنی سلطنت کو دونوں بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ بڑے لڑکے امین الرشید کو سلطنت کا مغربی حصہ اور مامون رشید کو مشرقی حصہ عطا کیا۔

193ھ میں ہارون رشید کا انتقال ہو گیا لیکن اس کی موت کے بعد دونوں بھائیوں میں جنگ ہو گئی جس میں امین مارا گیا اور مامون پوری مملکت کا خلیفہ بن گیا۔

3.6.6 مامون بن ہارون رشید (194ھ تا 218ھ)

اپنے بھائی امین بن ہارون رشید کے قتل کے بعد مامون 198ھ میں پوری سلطنت کا حاکم بن گیا۔ وہ بڑا عالم فاضل اور ماہر سیاست داں تھا۔ اس نے افلاطون، ارسطو، بقراط، جالینوس، اقلیدس، بطلیموس وغیرہ کی نادر کتابوں کا عربی میں ترجمہ کروایا جس کے لیے ایک دارالترجمہ قائم کیا گیا تھا۔ سنسکرت کی کتابوں کے ترجموں سے سائنس اور ٹکنالوجی میں ترقی ہوئی جن کی مدد سے کرۂ ارض کی پیمائش ہوئی۔ رصد گاہ قائم کی گئی جس کی مدد سے ستاروں کی گردش کا جائزہ لیا جاتا تھا۔ ان مشاہدوں کے لیے ضروری آلات بھی ایجاد ہوئے تھے۔

218ھ میں روم پر حملہ کے دوران وہ بخار میں مبتلا ہوا اور وفات پائی۔ مامون کو اپنے لڑکوں سے زیادہ اپنے بھائی معتصم باللہ کی قابلیت پر بھروسہ تھا اس لیے اپنی وفات سے قبل اس نے معتصم کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔

3.6.7 معتصم باللہ بن ہارون رشید (218ھ تا 227ھ مطابق 833ء تا 841ء)

مامون کی وفات کے بعد اس کا بھائی معتصم باللہ بن ہارون رشید بادشاہ بنا۔ وہ نہایت ذہین اور بہادر تھا۔ اُس کے زمانے میں روم کے علاقہ عموریہ کے علاوہ آذربائیجان، طبرستان، سیستان، فرغانہ، اشیاصح، طخارستان وغیرہ فتح ہوئے۔

227ھ مطابق 841ء میں وہ مختصر سی علالت کے بعد اڑتالیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔

3.6.8 واثق باللہ بن معتصم (227ھ تا 232ھ مطابق 841ء تا 846ء)

معتصم کے بعد اس کا بیٹا بغداد کے تخت پر بیٹھا۔ اس کے زمانے میں سسلی فتح ہوا۔ 232ھ میں وہ ایک بیماری میں فوت ہو گیا۔

3.6.9 متوکل علی اللہ بن معتصم (232ھ تا 247ھ)

واثق کے انتقال کے بعد اس کا بھائی جعفر، متوکل علی اللہ کے لقب سے 232ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانے میں سسلی اور روم مکمل طور پر خلافت عباسیہ میں شامل ہو گئے۔ اور انطاکیہ کا قلعہ بھی فتح کر لیا گیا۔ لیکن جانشینی کے مسئلہ کو لے کر اُس کے بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اُس نے جب اپنے بڑے لڑکے منتصر کی بجائے معتز کو جانشین بنانے کا ارادہ کیا تو منتصر نے ترکوں کی مدد سے متوکل کو قتل کر دیا۔

3.7 خلافتِ عباسیہ کا زوال

منتصر باللہ بن متوکل اپنے باپ کو قتل کر کے ترکوں کی مدد سے 247ھ میں تخت نشین ہوا۔ ترکوں کے علاوہ اس کے بھائیوں اور دیگر امراء سلطنت نے اسے خلیفہ تسلیم کیا لیکن اختیارات آہستہ آہستہ ترکوں کے ہاتھ میں چلے گئے اور خلیفہ اُن کی کٹھ پتلی بن گیا لیکن جب اس نے اپنی مرضی سے حکومت چلانی چاہی تو اُسے زہر دے کر مار ڈالا۔

منتصر کے قتل کے بعد بھی عباسیوں کی حکومت اگرچہ کہ چار سو سال تک باقی رہی لیکن ترک جسے چاہتے خلیفہ بناتے اور جسے چاہے معزول کر دیتے۔ اس دوران ترکوں کا زور کم ہوا تو "بنی بویہ" نامی ایک گروہ سلطنت میں داخل ہو گیا اور مختارِ کل بن گیا۔ آخرکار 656ھ مطابق 1258ء میں خلافتِ عباسیہ کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔

3.8 عربوں کے علمی اور ادبی کارنامے

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ بنی اُمیہ اور عباسیہ خاندان کے حکمرانوں نے علم و ادب کی سرپرستی بھی کی تھی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں ہندوستان سے عربوں کا ربط قائم ہوا۔ وہ ہندوستانی ثقافت سے بے حد متاثر ہوئے۔ انھوں نے ہندوستان سے فلسفہ، ادب، طب، ریاضی، سائنس و ٹکنالوجی، صناعی، فنِ تعمیر جیسے علوم کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور انھیں مزید پروان چڑھایا۔

3.8.1 فلسفہ اور ثقافت

عرب ہندوستانی فلسفہ اور ثقافت سے بے حد متاثر ہوئے۔ انھوں نے ہندوستان کی اہم کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے بغداد میں روشناس کرایا۔ ہندوستانی موسیقی پر بھی تحقیق و ریاض کر کے انھوں نے اُسے عربی انداز عطا کیا۔

3.8.2 علم وادب

عربوں نے ایسے کئی ادارے قائم کیے تھے جن میں دیگر زبانوں کے علاوہ سنسکرت کے ادب پاروں کے تراجم بھی ہوا کرتے تھے جو عربی زبان وادب میں قابل قدر اضافہ کا باعث ہوئے۔

3.8.3 طب

طب کے میدان میں بھی عربوں نے کافی تحقیق وترقی کی تھی۔انھوں نے یونانی طرز معالجہ سے استفادہ کیا وہیں ہندوستانی طبی علوم سے بھی بیش بہا معلومات حاصل کیں۔خلیفہ ہارون رشید نے تو کئی ہندوستانی ویدوں (حکیموں) کو اپنی مملکت میں جلیل القدر عہدوں پر فائز کیا تھا۔

عربوں میں ابوالحسن علی کا فن طب میں بڑا شہرہ تھا۔معالجات اور جراحی کے علاوہ اس نے طبی قاموس (انسائیکلوپیڈیا) مرتب کی تھی اور طب پر تین کتابیں بعنوان "فردوس الحکمت"، "حفظان صحت" اور "دین ودولت" لکھی تھی۔

3.8.4 ریاضی اور فلکیات

عربوں نے ریاضی میں علم ہندسہ اور الجبرا کو بے حد ترقی دی۔فلکیات اور علم نجوم کی بنیاد بھی ریاضی پر ہی ہوتی ہے جس میں عربوں نے مہارت حاصل کی۔کیوں کہ اس پر انھوں نے ہندوستان سے کافی مواد حاصل کر لیا تھا۔عرب میں احمد عبداللہ حبش حاسب علم ریاضی کا ماہر تھا۔اسے "علم عشاریہ" اور "علم مثلث" کا موجد سمجھا جاتا ہے۔موسیٰ شاکر اور حجاج بن یوسف مطر "علم ہندسہ" پر کافی عبور رکھتے تھے۔محمد بن موسیٰ خوارزمی نے "علم الحساب" اور "الجبر المقابلہ" نامی دو کتابیں لکھی تھیں۔خلافت امیہ کے دور میں 85ھ میں خالد بن یزید نے علم کیمیا کے علاوہ علم ہیئت میں بھی کافی مہارت حاصل کی تھی۔اسی طرح ابواسحاق ابراہیم بن جندب نے نظام فلکی کے مشاہدہ کے لیے ایک دور بین ایجاد کی تھی جسے "اصطرلاب" کہا جاتا تھا۔

3.8.5 سائنس اور ٹکنالوجی

سائنس اور ٹکنالوجی پر بھی عربوں نے مہارت حاصل کر لی تھی۔چنانچہ عربوں نے سائنس اور ٹکنالوجی کی مدد سے نئی نئی مشینیں ایجاد کیں۔خلافت امیہ کے دور میں 85ھ میں خالد بن یزید نے علم کیمیا میں مہارت حاصل کی تھی۔جابر بن حیان تو علم کیمیا کا باوا آدم سمجھا جاتا ہے۔مامون الرشید کے دور میں سائنس کو بہت ترقی ہوئی۔اس نے اپنی مملکت میں کئی رصد گاہیں (Observatories) قائم کیں تھیں۔جن میں بغداد اور دمشق کی رصد گاہیں بہت مشہور تھیں۔اسی دور میں "بیت الحکمت" نامی ایک سائنس اکاڈمی بھی قائم کی گئی تھی۔احمد بن شاکر نے "علم الحیل" (میکانیات) پر ایک تفصیلی کتاب لکھی تھی۔ابوعباس احمد بن محمد کثیر نے طغیانی ناپنے کا آلہ ایجاد کیا تھا۔خلیفہ مامون کے ہی زمانے میں عطارد الکاتب نے علم معدنیات میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیے تھے۔

3.8.6 فن صناعی

جب عربوں نے ہندوستان سے رابطہ قائم کیا تو ہندو مسلم فن کاری اور صناعی کو فروغ حاصل ہوا۔جس کی وجہ سے عربوں نے

صنعت وحرفت میں بھی بڑا کمال حاصل کیا۔ احمد بن شاکر نے فن صناعی میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اُس نے علم میکانیات پر ایک تفصیلی کتاب لکھی

3.8.7 فن تعمیر

عرب ایرانی اور رومن کلچر سے کافی متاثر تھے۔ چنانچہ ایرانی نیم گولائی کے طرز کو عربوں نے اپنے محلات اور مقبروں کی فن تعمیر میں استعمال کیا۔ خلیفہ جعفر بن منصور کے دور میں جب شہر بغداد کی بنیاد رکھی گئی تو عرب کے ممتاز مدنی مہندس (Civil Engineers) ماشاءاللہ، نوبخت، فضل بن نوبخت کی خدمات حاصل کی گئیں تھیں۔ بغداد کی عمارتوں کی خوبصورتی، خوشنمائی، خوش وضع آرائش وزیبائش میں نوبخت نے اپنے کمال فن تعمیر کا لاجواب مظاہرہ کیا۔

مندرجہ بالا معلومات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عرب ساری دنیا کے لیے مشرقی تہذیب کے سفیر رہے۔

4 سبق کا خلاصہ

خلفائے راشدین کے دور کے بعد مملکت اسلامیہ میں انتشار پھیل گیا۔ امیر معاویہ بن سفیان نے 41ھ میں خلافت اُمیہ کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے جمہوریت کی بجائے بادشاہت کا طریقہ رائج کیا اور کابل، غزنی، غور، قسطنطنیہ وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔ 44ھ میں کابل سے گزرتے ہوئے انھوں نے سندھ پر بھی حملہ کیا تھا۔ بعد میں مصلحت اور فریب سے اپنے نااہل بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ یزید نے بادشاہت حاصل کرنے کے بعد مکروفریب سے حضرت امام حسینؓ اور اہل بیت کو کوفہ آنے کی دعوت دی لیکن جب یہ مختصر قافلہ کربلا پہنچا تو محرم 61ھ میں بھوکے پیاسے تقریباً تمام اہل بیت کو شہید کردیا۔ یہ المیہ واقعہ کربلا کہلاتا ہے۔ اس المیے کے بعد تمام مملکت اسلامیہ میں یزید کے خلاف بغاوت بھڑک اٹھی جس کے دوران 64ھ میں کسی نے شراب میں زہر ملاکر یزید کو ختم کردیا۔

یزید کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر، مروان بن الحکم، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، حضرت عمر بن عبدالعزیز یکے بعد دیگرے مملکت اسلامیہ میں بنی اُمیہ کے سربراہ رہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک قابل حکمران تھے اُن کی شہادت کے بعد خلافت امیہ زوال پذیر ہوگئی۔ ان کے تمام جانشین نااہل ثابت ہوئے اور آخرکار 132ھ مطابق 750ء میں اس خاندان کا مکمل صفایا ہوگیا اور اس کی جگہ خلافت عباسیہ قائم ہوئی۔

ابوالعباس سفاح خلافت عباسیہ کا بانی تھا۔ بنی اُمیہ کے خاتمہ کے بعد وہ تخت نشین ہوا۔ اس نے شام کی بجائے عراق کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اُس کے بعد ابوجعفر عبداللہ منصور، محمد مہدی، موسیٰ ہادی بن مہدی، ہارون رشید بن مہدی، مامون بن ہارون رشید، معتصم باللہ بن ہارون رشید، واثق باللہ بن معتصم، متوکل علی اللہ بن معتصم یکے بعد دیگرے حکمراں ہوئے۔

متوکل علی اللہ بن معتصم کے لڑکے منتصر باللہ بن متوکل نے اپنے باپ کو قتل کرکے ترکوں کی مدد سے حکومت حاصل کی۔ اس طرح حکومت میں ترکوں کا عمل دخل ہوگیا اور خلیفہ اُن کی کٹھ پتلی بن گیا۔

ترک جسے چاہتے خلیفہ بناتے اور جسے چاہتے معزول کردیتے۔ ترکوں کا زور کم ہوا تو ایک دوسرا گروہ "بنی بویہ" سلطنت کا مختار

کل بن گیا۔ ترکوں اور بنی بویہ کے اختیارات کا یہ سلسلہ چار سو سال تک چلتا رہا۔ آخر کار 656ھ مطابق 1258ء میں خلافت عباسیہ کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔

بنی امیہ اور عباسیہ خاندان کے حکمرانوں نے علم و ادب کی سر پرستی بھی کی تھی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں ہندوستان سے عربوں کا ربط قائم ہوا۔ وہ ہندوستانی ثقافت اور علم و ادب سے بہت متاثر ہوئے اور فلسفہ، ادب، طب، ریاضی، سائنس و ٹکنالوجی، صناعی، فن تعمیر میں قابل قدر ترقی کی۔ انھیں بجا طور پر ساری دنیا کے لیے مشرقی اور ہندوستانی تہذیب کے سفیر کہا جاسکتا ہے۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) خلافت اُمیہ کا بانی کون تھا؟
2) سانحہ کربلا کس سنہ ہجری میں پیش آیا تھا؟
3) خاندان اُمیہ کا زوال کون سے خلیفہ کی شہادت کے بعد شروع ہوا؟
4) خلافت عباسیہ کی بنیاد کس نے ڈالی تھی؟
5) ہارون رشید نے "ملک الہند" کا خطاب کسے دیا تھا؟
6) خلافت عباسیہ کا مکمل خاتمہ کون سے سنہ عیسوی میں ہوا تھا؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) امیر معاویہ کن حالات میں تخت نشین ہوا تھا؟ اُس کی فتوحات کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔
2) سانحہ کربلا کے واقعات تفصیل سے بیان کیجیے۔
3) خاندان امیہ کے زوال کے اسباب تفصیل سے بیان کیجیے۔
4) ابوالعباس سفاح کے حالات اور کارنامے تفصیل سے لکھیے۔
5) خلیفہ ہارون رشید کے کارناموں کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔
6) عربوں نے علم و ادب میں کون کون سے کارنامے انجام دیے تفصیل سے لکھیے۔

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) .... نے جمہوریت اور خلافت کی بجائے بادشاہت کی ابتداء کی۔

2) حضرت امام حسینؓ نے.......... کے میدان میں یزید کی فوجوں کا مقابلہ کیا۔

3) حضرت عمر بن عبدالعزیز.......... سنہ ھ میں شہید ہوئے۔

4) خلافت.......... کی بنیاد 132ھ میں رکھی گئی۔

5) .... نے سلطنت عباسیہ کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔

6) خلیفہ ہارون رشید بن مہدی نے.......... سنہ ھ تا.......... سنہ ھ تک حکومت کی۔

5.3.2 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) امیر معاویہ کا انتقال	خلافت امیہ کا زوال شروع ہوا۔
2) کربلا کا المیہ	خلافت عباسیہ کا بانی تھا۔
3) حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شہادت کے بعد	نے علم وادب کی سرپرستی کی تھی۔
4) ابوالعباس سفاح	61ھ میں ہوا۔
5) خلیفہ ہارون رشید	ماہ محرم 61ھ میں پیش آیا۔
6) عربوں نے ہندوستان سے	کئی علوم کا مواد حاصل کیا تھا۔

سبق 8 ہندوستان عہدِ وسطیٰ میں

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 عہد وسطیٰ کا ہندوستان

3.1.1 سیاسی تبدیلیاں

3.1.2 معاشی زندگی

3.1.3 سماجی حالات

3.2 ہندوستان پر عربوں اور ترکوں کے حملے

3.2.1 محمد بن قاسم

3.2.2 محمود غزنوی

3.2.3 شہاب الدین محمد غوری

3.3 سلطنت دہلی

3.3.1 خاندانِ غلامان

3.3.2 قطب الدین ایبک

3.3.3 التمش

3.3.4 سلطان بلبن

3.3.5 خلجی خاندان

3.3.6 جلال الدین خلجی

3.3.7 علاؤالدین خلجی

3.3.8 تغلق خاندان

3.3.9 غیاث الدین تغلق

3.3.10 محمد بن تغلق

3.3.11 فیروز تغلق

3.3.12 تغلق خاندان کا زوال

3.3.13 تیمور لنگ کا حملہ

3.3.14 سید خاندان

3.3.15 لودھی خاندان

3.4 دہلی سلطنت کی مشہور ہستیاں اور ان کے کارنامے

3.4.1 امیر خسرو 1253ء تا 1325ء

3.4.2 حضرت نظام الدین اولیاء

3.4.3 سنت کبیر 1398ء تا 1518ء

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم دورِ وسطیٰ میں ہندوستان سے متعلق حسبِ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

☆ سیاسی تبدیلیاں
☆ معاشی زندگی
☆ سماجی حالات
☆ ہندوستان پر عرب وترک حملے
☆ محمد بن قاسم
☆ محمود غزنوی
☆ محمد غوری
☆ خاندان غلاماں
☆ قطب الدین ایبک
☆ التمش
☆ بلبن
☆ خاندان خلجی
☆ علاؤالدین خلجی
☆ خاندان تغلق
☆ غیاث الدین تغلق
☆ محمد بن تغلق
☆ فیروز تغلق
☆ تغلق خاندان کا زوال
☆ تیمور لنگ کا حملہ
☆ سید خاندان
☆ لودھی خاندان

2 تمہید

پچھلے سبق میں ہم "خلافت اُمیہ وعباسیہ" کے بارے میں کافی معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ اس سبق میں "دورِ وسطیٰ کے ہندوستان" کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 عہدِ وسطیٰ کا ہندوستان

مؤرخین نے ساتویں صدی عیسوی اور اٹھارویں صدی عیسوی کے درمیانی دور کو "دورِ وسطیٰ" سے موسوم کیا ہے۔ 600 عیسوی سے 1200 عیسوی تک کے دور کو ابتدائی مرحلہ اور 1200 عیسوی سے 1707 عیسوی تک کے دور کو بعد کے مرحلہ سے تعبیر کیا ہے۔

3.1.1 سیاسی تبدیلیاں

گپت سلطنت کے زوال کے بعد شمالی ہند میں کوئی بھی طاقتور سلطنت قائم نہ ہو سکی۔ پشپا بھوتی خاندان سے تعلق رکھنے والے تھانیشور کے بادشاہ ہرش وردھن نے البتہ شمالی ہندوستان میں سیاسی اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ہرش وردھن کی وفات کے بعد شمالی ہند میں مختلف سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ یہ سلطنتیں راجپوت دور کا آغاز تصور کی جاتی ہیں کیوں کہ یہ ساری ریاستیں راجپوت حکمرانوں کی تھیں۔ کسی ایک راجپوت راجہ مہاراجہ نے ان ساری ریاستوں کو متحد کر کے ایک طاقتور سلطنت کے قیام کی کوشش نہیں کی۔ اُس کے برخلاف یہ راجپوت حکمران اکثر ایک دوسرے سے جنگوں میں مصروف ہو گئے۔ نتیجتاً سب کی سب ریاستیں معاشی بدحالی کا شکار ہو کر کمزور ہو گئیں۔ یہ سب ریاستیں جمہوریت طرز کی تھیں۔

شمالی ہند کی ان جمہوری ریاستوں کا یکے بعد دیگر خاتمہ ہوتا گیا کیوں کہ جمہوری نظام اُس زمانے میں موزوں نہیں تھا۔ چناں چہ جلد ہی بادشاہت کا غلبہ ہو گیا۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہر کوئی اقتدار کا بھوکا تھا۔ جو گروہ طاقتور ہوتا وہ حکومت پر قابض ہو جاتا تھا۔ موریہ سلاطین کے بعد کوئی بھی سلطنت سارے ہندوستان پر حکمرانی نہ کر سکی۔ گپتا حکمران بھی جنوبی ہندوستان پر فتح حاصل نہ کر سکے۔ اُن کے بعد صرف راجہ ہرش وردھن ہی وہ واحد راجہ تھا جس نے شمالی ہند کو متحد کر رکھا تھا۔ اس کے بعد علاقائی ریاستیں وجود میں آئیں۔ ان راجپوت ریاستوں میں جاگیردارانہ نظام کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ جاگیرات حکمران نے اپنے خاص خاص لوگوں کو عطا کیں۔

یہ جاگیردار اپنی جاگیر کے نظم و نسق و دیگر انتظامی اُمور کی عمل آوری کے لیے علیحدہ فوج بھی رکھا کرتے تھے۔ بڑی بڑی جاگیروں کے مالک جاگیرداروں کی حیثیت اُن کے علاقہ میں بادشاہ کی سی ہوا کرتی تھی۔ یہ لوگ ایک طرح سے خود مختار بن گئے تھے۔ البتہ جب کبھی بادشاہ یا راجہ کو جنگ کا سامنا کرنا پڑتا یہ جاگیردار اپنی فوج مدد کے لیے روانہ کرتے۔ شمالی ہند کی ریاستوں میں ایسے کئی کئی جاگیردار تھے جن کے خود مختارانہ رویہ سے ریاستوں کو عدم استحکام کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور سماجی زندگی بھی غیر منظم ہو گئی۔ مختلف جاگیرداروں میں رسہ کشی کے نتیجے میں جاگیرداروں نے اپنی اپنی جاگیروں میں مضبوط قلعے تعمیر کروائے تا کہ دوسرے جاگیرداروں سے محفوظ رکھا جا سکے۔ اس طرح آپس میں جنگیں بھی شروع ہو گئیں۔ یہ سلسلہ ترکوں اور عربوں کے ہندوستان پر حملوں تک چلتا رہا۔ ترکوں نے اِن آپسی جنگوں سے فائدہ اٹھایا اور متواتر حملوں کے ذریعہ فتوحات حاصل کیں۔

3.1.2 معاشی زندگی

زمانے قدیم سے ہی ہندوستان ایک خوشحال ملک رہا ہے۔ زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت سے معاشی زندگی میں استحکام

تھا۔ بیرون ملک سے تجارت سے معاشی زندگی میں سدھار آیا۔ کپڑا، ہاتھی دانت، موتی، قیمتی پتھر، مسالہ جات وغیرہ کی دوسرے ممالک میں بہت مانگ تھی۔ بیرون اور اندرون ملک تجارت و دیگر آمدنی سے صرف حکمران طبقہ اور جاگیردار طبقہ ہی فائدہ حاصل کرتا۔ یہ آمدنی ملک کی ترقی اور حفاظتی تدابیر پر صرف نہیں کی جاتی تھی۔ یہ طریقہ گپت سلاطین کے عہد حکومت سے شروع ہو کر کافی طویل عرصہ تک جاری رہا۔ جاگیردارانہ نظام کی وجہ سے معاشی زندگی میں عدم استحکام آیا۔ ریاست کئی جاگیروں میں منقسم تھی۔ ان میں سے طاقتور جاگیردار پاس پڑوس کی بھی جاگیر پر قبضہ کر لیتا۔ حکمرانوں نے جاگیرات عطا کرتے وقت پابند کیا تھا کہ ہر جاگیردار بادشاہ کو خراج ادا کرنے کے علاوہ ٹیکس وصول کر کے سرکاری خزانے میں جمع کرے جب تک گپت حکمران طاقتور رہے یہ سلسلہ چلتا رہا، کمزور حکمرانوں کے دور حکومت میں جاگیردار من مانی کرنے لگے۔ جس سے ملک کی معاشی زندگی متاثر ہوگئی۔ یہ جاگیردار کسانوں سے بے حساب لگان وصول کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر رومیلا تھاپر نے لکھا ہے کہ "بعض علاقوں میں تو پیداوار کا ایک تہائی حصہ بطور لگان وصول کیا جاتا تھا، جب کہ سرکاری احکام کے مطابق پیداوار کا چھٹا حصہ لگان ہوا کرتا تھا۔" چوں کہ جاگیرداروں کی اکثریت برہمنوں اور چھتریوں کی تھی اس لیے مزدوروں پر مظالم ایک عام بات تھی۔ مزدوروں کا تعلق "شدر" طبقہ سے تھا۔ جو کہ بہت مجبور اور مظلوم طبقہ تھا۔ وہ زمانہ ذات پات اور عدم مساوات کا تھا۔ شدروں سے غلاموں کی طرح برتاؤ کیا جاتا تھا۔

3.1.3 سماجی حالات

اُس زمانے میں عدم مساوات کا رواج عام تھا۔ ہندو سماج چار طبقوں میں منقسم تھا۔ برہمن (BRAHMIN)، چھتری (KSHATRIYAS)، ویش (VATSYAS) اور شدر (SHUDRAS)۔ ذات پات کی تفریق عروج پر تھی۔ نچلے طبقہ کی لڑکی یا لڑکے کو اعلیٰ ذات سے شادی بیاہ تو دور کی بات، ان کے ساتھ کھانا کھانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ مندروں میں پچھڑے طبقات کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ اس طرح کے بھید بھاؤ اور تفریق سے ہندو سماج ساری دنیا سے کٹ سا گیا تھا۔ یہ لوگ بیرونی ممالک سے آنے والے تاجروں وغیرہ سے ملنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اس مذہبی تعصب نے بیرونی ممالک سے تجارت کو یکسر ختم کر دیا۔ جس سے معاشی حالات میں ابتری آئی۔ اس کے علاوہ طبقہ داری تقسیم کے باعث ہندو سماج میں معاشی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔

متذکرہ بالا عدم مساوات صرف ذات پات تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ عورتیں بھی اس کا شکار تھیں۔ عورت کا سماج میں کوئی مقام نہ تھا۔ لڑکی کی پیدائش کو منحوس تصور کیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے لڑکیوں کی بچپن یا کم عمری میں شادی کر دی جاتی تھی۔ لڑکیوں کی کم سنی میں شادی کا رواج اسی دور کی دین ہے۔ اس کے علاوہ عورت کا دیوداسی اور طوائف کی شکل میں رواج بھی ہوا۔ سیاسی عدم استحکام اور طاقتور مرکزیت کی عدم موجودگی کے باعث ہندو سماج ان لغویات میں مبتلا ہو گیا۔ حکومت کمزور ہونے کی وجہ سے ہر اچھی بُری چیز کو لوگوں نے اپنا لیا۔ اس کے برخلاف عام آدمی کی زندگی معمول کے مطابق تھی۔

3.2 ہندوستان پر عربوں اور ترکوں کے حملے

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امیر معاویہ نے سب سے پہلے 44ھ میں سندھ کے علاقہ مکران پر حملہ کر دیا تھا۔ لیکن اس کا

مقصد اس علاقہ کو اپنی سلطنت میں شامل کرنا نہ تھا بلکہ یہ محض اپنی ناراضگی کا اظہار تھا۔ اُس کے کئی سال بعد عرب اِس طرف متوجہ ہوئے اور ان کا پہلا حملہ محمد بن قاسم کی سرکردگی میں ہوا۔

3.2.1 محمد بن قاسم (693ء تا 715ء)

عراق کے صوبیدار حجاج بن یوسف نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو سندھ پر حملہ کے لیے روانہ کیا کیوں کہ وہاں کے راجہ داہر نے ان ڈاکوؤں کو سزا دینے سے اپنی معذوری ظاہر کی تھی جنھوں نے ایک عربی جہاز کو لوٹ لیا تھا۔ دراصل کسی کو یہ علم نہ تھا کہ وہ بحری قزاق کون تھے۔ بہر حال راجہ داہر کو عربوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس جنگ میں راجہ داہر کو شکست ہوئی لیکن عربوں کا بحری جہاز اور اُس کا لوٹا ہوا مال برآمد نہ ہوسکا۔ اس لیے محمد بن قاسم نے آگے بڑھ کر دیبل پر حملہ کر دیا جہاں اُسے مطلوبہ جہاز اور مال واسباب برآمد ہوا جسے اُس نے عربستان روانہ کر دیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے آگے بڑھ کر بھڑوچ، بدھیہ، الور، ملتان وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح اس نے پنجاب اور سندھ پر قبضہ کرلیا۔ اسی دوران اُسے واپس ہونا پڑا کیوں کہ اُس کے چچا کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی۔ اس کی واپسی تک اُس کا چچا فوت ہو چکا تھا اور اُدھر نئے خلیفہ سلطان بن عبدالملک نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے قتل کرادیا۔

3.2.2 محمود غزنوی

محمود غزنوی وسط ایشیاء کا ایک طاقتور ترک حکمران تھا۔ 1000ء سے اس نے ہندوستان پر کوئی سترہ حملے کیے چوں کہ اُس نے ہندوستان کو اپنا وطن نہیں بنایا اور ہر حملہ کے بعد واپس چلا جاتا تھا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے ہندوستان کی دولت سے دلچسپی تھی۔ ہندوستان پر اُس کا آخری حملہ 1027ء میں ہوا تھا۔

3.2.3 شہاب الدین محمد غوری (1192ء تا 1206ء)

شہاب الدین محمد غوری کا دوسرا نام معزالدین محمد بن سام بھی تھا۔ لیکن تاریخ میں وہ محمد غوری کے نام سے مشہور ہے۔ وہ غور کا حکمران تھا۔ اُس نے 1191ء میں دہلی پر حملہ کیا تھا۔ اُس وقت دہلی اور اجمیر پر مشہور راجہ پرتھوی راج چوہان کی حکومت تھی۔ وہ نہایت طاقتور راجہ تھا اور سارا راجپوتانہ اُس کے ساتھ تھا۔ 1192ء میں ترائن کے میدان میں دونوں کا آمنا سامنا ہوا لیکن اس جنگ میں محمد غوری کی ایک نہ چلی اور اُسے شکست فاش ہوئی۔ اسے ترائن کی پہلی جنگ کہتے ہیں لیکن دوسرے ہی سال یعنی 1192ء میں اُس نے پھر ہندوستان پر حملہ کیا تھا اس بار راجپوتوں میں پھوٹ پڑ چکی تھی جس کا محمد غوری نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ترائن کی دوسری جنگ میں پرتھوی راج چوہان کو سخت شکست دی اور اُسے قتل کر دیا۔ اس طرح دہلی، اجمیر، ہانسی، مشرقی راجستھان جیسے علاقے ترکوں کے زیر نگیں آگئے۔ محمد غوری نے 1192ء اور 1206ء کے درمیان گنگا جمنا کا دوآبہ، بہار، بنگال وغیرہ فتح کرتے ہوئے ہندوستان میں ایک وسیع تر ترکی سلطنت قائم کی اور اپنے ایک معتمد غلام قطب الدین ایبک کو ہندوستان میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ 1206ء میں محمد غوری کا انتقال ہوگیا۔

3.3 سلطنت دہلی (1206ء تا 1526ء)

شمالی ہند کی تاریخ میں 1206ء تا 1526ء کا دور دہلی سلطنت کا دور کہلاتا ہے۔ اس عہد میں پانچ خاندانوں یعنی (1) خاندان

غلامان (2) خلجی خاندان (3) تغلق خاندان (4) سید خاندان اور (5) لودھی خاندان نے حکومت کی۔ جن کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے۔

3.3.1 خاندانِ غلامان (1206ء تا 1290ء)

3.3.2 قطب الدین ایبک (1206ء تا 1210ء)

قطب الدین ایبک یوں سلطان محمد غوری کا غلام تھا لیکن اس میں بڑی خوبیاں تھیں۔ اس لیے سلطان محمد غوری نے اُسے ہندوستان میں اپنا جانشین بنایا تھا۔ معزالدین محمد غوری کے انتقال کے بعد وہ ہندوستان کا بادشاہ بن گیا اور کئی علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اُسے فنِ تعمیر سے بھی بڑی دلچسپی تھی چناں چہ دہلی کا قطب مینار اسی نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی تعمیر 1199ء میں شروع ہوئی اور 1230ء میں التمش کے زمانے میں مکمل ہوئی۔ اس مینار کی چار منزلیں ہیں اور کل اونچائی 75.5 میٹر ہے۔ اس میں کل 399 سیڑھیاں ہیں۔ اس مینار کی تعمیر کے دوران ہی وہ چوگان کھیلتا ہوا گھوڑے سے گر کر 1210ء میں فوت ہو گیا۔

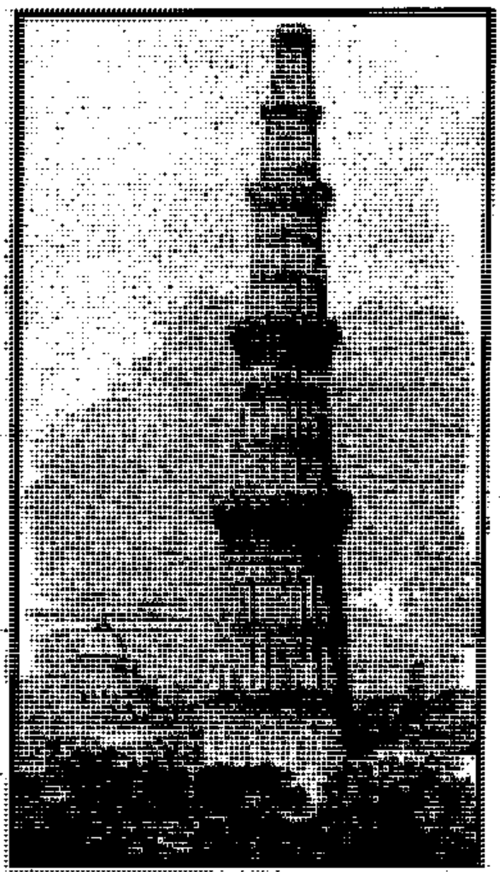

شکل نمبر 8.1 قطب مینار

3.3.3 التمش (1210ء تا 1236ء)

قطب الدین کی وفات کے بعد اس کا داماد التمش تخت پر بیٹھا۔ اُس نے کئی علاقے فتح کیے اور تمام باغیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد رعایا کی بھلائی کے کام کیے لیکن اُسے اپنے بیٹوں کی اہلیت پر بھروسہ نہ تھا اس لیے اپنی بیٹی رضیہ سلطان کو اپنا جانشین مقرر کیا لیکن اُس

نے صرف تین سال یعنی 1236ء تا 1239ء تک ہی حکومت کی۔ 1239ء میں اُسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد کئی سال تک کمزور حکمراں آتے رہے۔ آخر 1265ء میں الغ خاں بلبن کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔

3.3.4 سلطان بلبن (1265ء تا 1286ء)

بلبن کا اصلی نام الغ خاں تھا۔ وہ ایک ترک امیر تھا۔ خاندان غلامان کی رسہ کشی سے فائدہ اٹھا کر وہ سلطان بلبن کے لقب سے بادشاہ بن بیٹھا اور سخت قوانین نافذ کر کے امراء کو اپنی گرفت میں رکھا جس سے مرکزی حکومت مستحکم ہو گئی۔

بلبن ایک اچھا سیاست داں اور مدبّر تھا اور اقتدار میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کرتا تھا۔ اُس نے ساری سلطنت میں جاسوسی کا نظام ترتیب دیا تھا اس لیے عدل و انصاف کے معاملے میں اُس سے کبھی غلطی نہیں ہوتی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ اُس نے پوری مملکت میں ڈاکوؤں کا قلع قمع کر دیا تھا۔ 1286ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اُس کی وفات کے بعد خاندان غلامان کو زوال ہو گیا۔

3.3.5 خلجی خاندان (1290ء تا 1320ء)

3.3.6 جلال الدین خلجی (1290ء تا 1296ء)

سلطان بلبن کی وفات کے بعد اُس کے جانشین نااہل ثابت ہوئے اور سلطنت میں خانہ جنگی اور انتشار برپا رہا۔ ان حالات سے فائدہ اٹھا کر خلجی امراء نے سلطنت پر قبضہ کر لیا اور 1290ء میں جلال الدین خلجی کو تخت پر بٹھا دیا۔ وہ صرف چھ سال تک ہی حکومت کر پایا کیوں کہ اُس کے بھتیجے اور داماد علاؤالدین خلجی نے اُسے قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا۔

3.3.7 علاؤالدین خلجی (1296ء تا 1316ء)

جلال الدین خلجی نے اپنے بھتیجے علاؤالدین خلجی کو اودھ اور کڑہ کا صوبیدار مقرر کیا تھا۔ اس نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر دیوگری پر حملہ کر کے وہاں کا قلعہ فتح کر لیا اور کافی دولت جمع کر لی تھی۔ اپنے بھتیجے کی کامیابی سے خوش ہو کر جلال الدین اُس سے ملنے کڑہ پہنچا لیکن وہاں علاؤالدین نے اُسے قتل کر دیا اور دیوگری سے لائی ہوئی دولت کو امراء اور سپہ سالاروں میں تقسیم کر کے سب کو ہموار کر لیا جنھوں نے بغاوت کی انھیں قتل کرا دیا۔

امیروں اور سپہ سالاروں کو پابند کیا کہ وہ اُس کی اجازت کے بغیر کسی بڑی تقریب یا شادی بیاہ میں ایک دوسرے سے ملاقات نہ کریں۔ اُس نے تمام سلطنت میں جاسوسی کا ایک جال سا پھیلا رکھا تھا۔ اِن تمام اُمور میں اُس کے وفادار سپہ سالار ملک کافور نے بہت مدد کی تھی۔ دیوگری کے علاوہ اُس نے راجستھان، گجرات اور دکن میں مدورائی تک اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ 1309ء تا 1313ء کے دوران ملک کافور نے جنوبی ہند میں دو مہموں کی قیادت کی پہلی مہم میں ورنگل تک کا علاقہ فتح ہوا جب کہ دوسری مہم میں دوار سمدر، مالابار اور مدورائی (ٹاملناڈو) تک کا علاقہ فتح کیا۔

فتوحات کے علاوہ علاؤالدین نے رعایا کی بھلائی کے بھی کام کیے۔ پہلے فوج کو مستحکم کیا۔ مال گذاری میں اصلاحات کیں، نظم و نسق کے عملہ کو چاق و چوبند کیا، ہر چیز کی قیمت مقرر کی سستے غلہ کا انتظام کیا۔ حسابات کی سختی سے جانچ پڑتال کی۔

1316ء میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ ملک کافور نے اُس کے نابالغ لڑکے خسرو شاہ کو گدی پر بٹھایا۔ لیکن اُس کے ایک فوجی سپہ سالار غازی ملک نے بغاوت کر کے دہلی پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں خسرو شاہ مارا گیا اور غازی ملک نے غیاث الدین تغلق کے لقب سے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی خلجی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

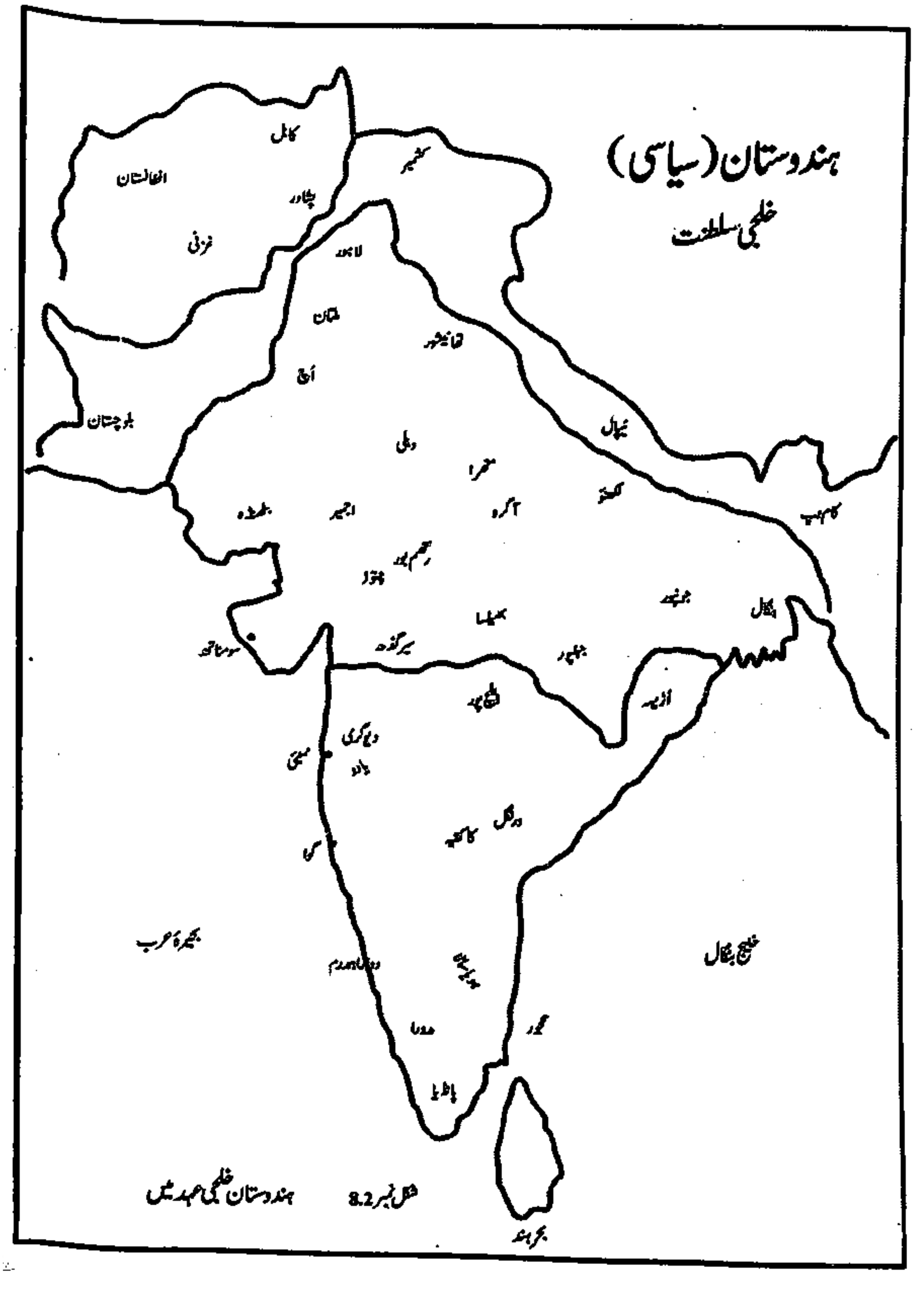

شکل نمبر 8.2 ہندوستان خلجی عہد میں

3.3.8 تغلق خاندان (1320ء تا 1414ء)

3.3.9 غیاث الدین تغلق (1320ء تا 1325ء)

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ غیاث الدین تغلق کا اصلی نام غازی ملک تھا۔ علاؤالدین خلجی نے اُسے 1305ء میں دیالپور کا صوبیدار مقرر کیا تھا اور منگولوں پر نظر رکھنے کے لیے شمال مغربی سرحد کی نگرانی بھی اُسے سونپی گئی تھی۔ اس نے منگولوں کو شکست دیتے ہوئے غزنی، کابل اور قندھار پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس طرح اُس کے پاس ایک طاقتور فوج جمع ہو گئی تھی، جس کی مدد سے اُس نے خسرو شاہ کو شکست دے کر دہلی کے تخت پر قبضہ کر لیا اور "غیاث الدین تغلق" کا لقب اختیار کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ 1325ء میں وہ بنگال سے واپس ہو رہا تھا کہ دہلی سے چھ کوس (تقریباً بیس کیلو میٹر) کے فاصلہ پر ایک استقبالی عمارت کی چھت گر جانے کی وجہ سے اُس کا انتقال ہو گیا، اُس کے ساتھ اُس کا بیٹا محمود خاں بھی فوت ہو گیا۔ اُس عمارت کو اُس کے بڑے لڑکے جوناں خاں نے تعمیر کرایا تھا، حادثہ کے وقت جوناں خاں عمارت سے باہر تھا۔

3.3.10 محمد بن تغلق (1325ء تا 1351ء)

غیاث الدین تغلق کی موت کے بعد اس کا بڑا بیٹا جوناں خاں "محمد بن تغلق" کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ وہ سلطنت کے اُمور میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتا تھا لیکن اُس نے چند ایسے کام کیے جس کی وجہ سے اُسے کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلا یہ کہ اُس نے اپنی فوج کو چین پر حملہ کا حکم دیا لیکن فوج کا ایک بڑا حصہ ہمالیہ پہاڑ کی دشوار گزار راہوں، شدید سردی سے تباہ ہو گیا اور فوج ناکام واپس آئی۔ دوسرے یہ کہ اُس نے دہلی کی بجائے دولت آباد کو پایہ تخت بنایا اور امراء اور دفاتر کے ساتھ رعایا کو بھی کوچ کا حکم دیا لیکن وہاں سے وہ اطمینان سے حکومت نہ کر سکا البتہ اس سے سڑکیں بنیں اور ڈاک کے نظام میں بہتری آئی لیکن اُسے پھر دہلی کو پایہ تخت بنانا پڑا۔ تیسرے یہ کہ اُس نے چاندی کے ٹنکہ (سکہ) کی بجائے کانسہ کا سکہ جاری کیا جس کی وجہ سے نقلی سکے بازار میں آئے اور یوں یہ تجربہ ناکام ہوا۔ چوتھے اُس نے زراعت قائم کر کے دوآبہ (دریائے گنگا جمنا کا درمیانی علاقہ) کے علاقہ کے محصول میں اضافہ کر دیا۔ بدقسمتی سے اُس وقت دوآبہ کو سخت قحط کا سامنا تھا۔ اس پر مصیبت یہ کہ محکمہ نے محصول کی وصولی میں سختی برتی جس سے پریشان ہو کر وہاں کی عوام نقل مقام پر مجبور ہو گئی۔ اس لیے یہ محصول اٹھا لیا گیا اور اس طرح یہ منصوبہ بھی ناکام ثابت ہوا۔

لیکن محمد تغلق میں کچھ اوصاف بھی تھے۔ اُس نے حکومت میں آزادانہ مذہبی پالیسی اختیار کی جس کی وجہ سے غیر مسلم رعایا اُس کی رواداری سے بے حد متاثر رہی۔ اُس کا حافظہ نہایت حیران کن تھا لیکن اُس کے منصوبہ وقت کے مطابق نہیں ہوتے تھے اس لیے اُسے "جامع اضداد" کہا جاتا تھا۔ اسی لیے اُس کا دور بغاوتوں کا دور رہا، اُس کے عہد میں کوئی بائیس سے زیادہ بغاوتیں ہوئیں۔ مالابار، ورنگل اور بنگال آزاد ہو گئے۔ جنوبی ہند میں بھی وجے نگر اور بہمنی سلطنتیں وجود میں آئیں۔ 1351ء میں اس کی موت واقع ہو گئی۔

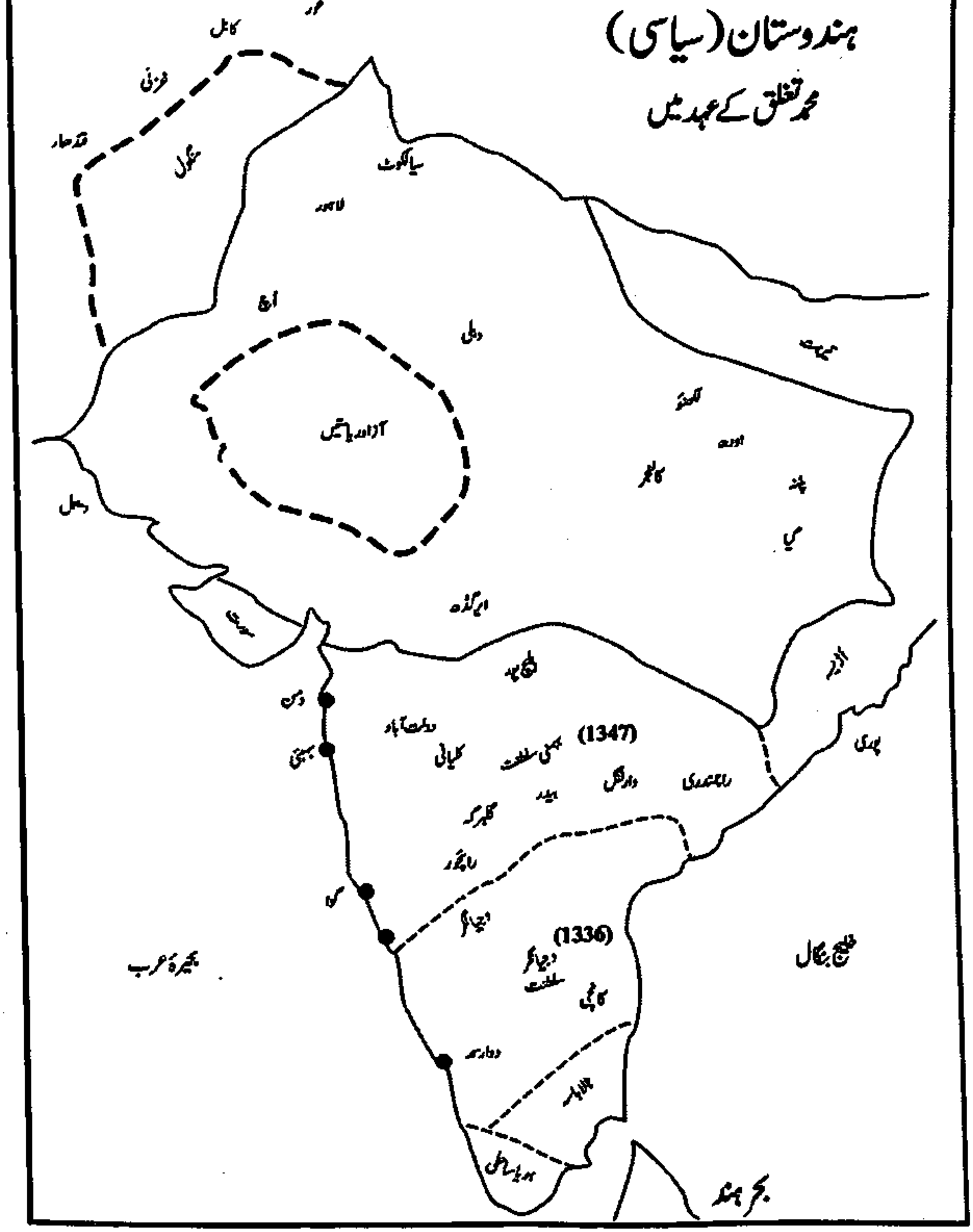

شکل نمبر 8.3 محمد تغلق کے حدودِ سلطنت

3.3.11 فیروز تغلق (1351ء تا 1388ء)

محمد تغلق کی وفات کے بعد فیروز شاہ تغلق تخت پر بیٹھا، اُس کے والد کا نام رجب تھا۔ لیکن محمد تغلق فیروز کو اُس کی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے بہت چاہتا تھا اس لیے محمد تغلق کے بعد اُسی کو بادشاہ بنایا گیا۔

فیروز تغلق نے محمد تغلق کی حکمت عملی میں تبدیلی کر کے پریشان حال رعایا اور کسانوں کو راحت دی۔ اِن کے قرض معاف کر دیے اور کئی فلاحی کام کیے دواخانے سڑکیں اور پل تعمیر کیے۔ اشوک کے دو ستونوں کو اُس نے دہلی منتقل کیا تھا اور ہندو سادھوؤں اور سنتوں کو عزت و احترام کا مقام عطا کیا۔ لیکن فوجی اعتبار سے اُس کی حکمت عملی میں کوئی نمایاں اضافہ نہ ہوا۔ 1388ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

3.3.12 تغلق خاندان کا زوال

فیروز تغلق کی وفات کے بعد اُس کے بیٹوں اور پوتوں میں تخت کے لیے خانہ جنگی شروع ہوئی۔ بالآخر اُس کا بیٹا محمد شاہ دوم تخت پر بیٹھا جس نے 1413ء میں وفات پائی۔

3.3.13 تیمور لنگ کا حملہ (1398-99ء)

تغلق خاندان کے زوال کی ایک اہم وجہ ہندوستان پر تیمور لنگ کا حملہ ہے جو سمرقند کا بادشاہ تھا۔ محمد شاہ دوم کے دور میں اُس نے دہلی پر حملہ کر کے اُسے خوب لوٹا اور یہاں کی دولت سمیٹ کر اپنے ملک واپس چلا گیا۔

3.3.14 سید خاندان (1414ء تا 1451ء)

تیمور لنگ کے حملہ کے بعد ملک میں انتشار پھیل گیا پھر محمد شاہ دوم کی وفات کے بعد کے حالات سے فائدہ اٹھا کر خضر خاں نے تخت پر قبضہ کر لیا اور سید خاندان کی بنیاد ڈالی۔ اس خاندان نے کل 37 سال حکومت کی۔ خضر خاں کے بعد اس خاندان کے تین افراد کے بعد دیگرے بادشاہ بنے لیکن وہ کمزور تھے اور اُن کا اثر صرف دہلی اور آس پاس کے علاقوں تک محدود تھا۔ خضر خاں نے بہلول لودھی کو پنجاب کا صوبیدار مقرر کیا تھا۔ اس نے دہلی پر حملہ کر کے سید خاندان کا خاتمہ کر دیا اور لودھی خاندان کی بنیاد ڈالی۔

3.3.15 لودھی خاندان (1451ء تا 1526ء)

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ اس خاندان کا بانی بہلول لودھی تھا جو پنجاب کا صوبیدار تھا۔ اُس نے سید خاندان کے آخری حکمران کو بے دخل کر کے لودھی خاندان کی بنیاد ڈالی اور ساتھ ہی جونپور کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اُس کے بیٹے سکندر لودھی نے گوالیار اور بہار کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو مزید توسیع دی اور شہر آگرہ کی بنیاد ڈالی۔ اُس کا بیٹا ابراہیم لودھی اس خاندان کا آخری حکمراں ثابت ہوا کیوں کہ اُس کے دور حکومت میں بابر نے 1526ء میں ہندوستان پر حملہ کیا اور پانی پت کی پہلی جنگ میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اِس طرح لودھی خاندان کے ساتھ ساتھ سلطنت دہلی کا بھی خاتمہ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی سلطنت مغلیہ کے دور کا آغاز ہو گیا۔

3.4 دہلی سلطنت کی مشہور ہستیاں اور ان کے کارنامے

ہندوستان میں مسلمان اپنے ساتھ عربی، فارسی اور ترکی زبانیں لے آئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان کا مذہبی سرمایہ عربی میں تھا، جو سلاطین ایران کی جانب سے آئے وہ اپنے ساتھ فارسی زبان لے آئے جب کہ ترکی حکمرانوں نے ترکی زبان کا استعمال کیا۔ لیکن ان میں ایک بات عام تھی کہ فارسی کو انتظامیہ اور سرکاری زبان کے طور پر استعمال کیا، اس طرح آہستہ آہستہ فارسی زبان کو فروغ حاصل ہو گیا۔

اس دور کے ہندوستانی فارسی ادیبوں اور مورخوں میں درج ذیل خاصی شہرت رکھتے ہیں۔

3.4.1 امیر خسرو 1253ء تا 1325ء

یہ فارسی کے عظیم شاعر اور مورخ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے دہلی سلطنت کے سلطان بلبن سے لے کر غیاث الدین تغلق تک کوئی چھ سلاطین کا زمانہ دیکھا اور کوئی پانچ لاکھ اشعار موزوں کیے۔ ان کے علاوہ انھوں نے کوئی ننانوے کتابیں لکھیں۔ ان کے علاوہ ان کی کئی نظمیں ہندی میں بھی ملتی ہیں۔ ان کی تصانیف میں ''تاریخ الٰہی'' بڑی شہرت رکھتی ہے۔

امیر خسرو چشتی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور انھیں حضرت نظام الدین اولیاء سے بڑی عقیدت تھی، اس لیے وہ ان کی محفلوں اور اجتماعات میں شریک بھی رہتے تھے۔ امیر خسرو نے اسی دوران ''دو ساز'' یعنی ''ستار'' اور ''طبلہ'' ایجاد کیا تھا۔

3.4.2 حضرت نظام الدین اولیاء

حضرت نظام الدین اولیاء بھی حضرت امیر خسرو کے ہم عصر ہیں، لیکن بزرگی میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ ان کے اذکار و افکار کو ان کے ایک مرید امیر حسن نے مرتب کیا، جنھیں ملفوظات کہتے ہیں۔ ان میں ''فوائد الفواد'' بڑی شہرت رکھتی ہے۔

چودھویں صدی عیسوی میں بہار میں ایک مشہور صوفی ''شرف الدین منیری'' گزرے ہیں، ان کے ''مکتوبات سعدی'' جس میں سو خطوط شامل ہیں، بڑی شہرت رکھتی ہے۔ ایک اور تذکرہ ''سیار الاولیاء'' میں بھی صوفیائے کرام سوانحات محفوظ ہیں۔

3.4.3 سنت کبیر 1398ء تا 1518ء

ان کی پیدائش 1398ء میں ہوئی تھی جب کہ تیمور لنگ نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا اور لودھی خاندان کی ابتداء تک زندہ رہے۔ یہ تمام دور بڑا شورش زدہ تھا۔ اس لئے وہ بھکتی تحریک سے وابستہ ہو گئے اور لوگوں کو میل محبت اور اتحاد کا درس دیا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں ''مطلع الانوار''، ''لیلیٰ مجنوں اور آئین سکندری''، ''خزائن الفتح''، ''عاشقہ تغلق نامہ''، ''شیرین خسرو'' اور ''ہشت بہشت'' وغیرہ خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ اسی لیے انھیں ''طوطیٔ ہند'' کہا جاتا تھا۔

ان کے علاوہ ضیاء الدین برنی کی ''تاریخ فیروز شاہی'' اور ''فتویٰ جہانداری'' منہاج السراج کی ''طبقات ناصری'' شمس شیراز الف کی ''تاریخ فیروز شاہی'' خاصی شہرت رکھتے ہیں۔

امیر حسن اور بدر الدین بھی اسی دور کے مشہور ادیب گزرے ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

مورخین نے ساتویں صدی عیسوی اور اٹھارویں صدی عیسوی کے دور کو "دور وسطی" قرار دیا۔ اس کے دو حصے ہیں۔ 600 صدی عیسوی سے 1200 صدی عیسوی تک کے واقعات پہلے دور میں شامل ہیں جب کہ 1300ء سے 1707ء تک کے حالات دوسرے دور میں شامل کیے جاتے ہیں۔ گپت خاندان کے زوال کے بعد ملک انتشار کا شکار ہو گیا تھا۔ ہرش وردھن نے تمام ریاستوں کو متحد رکھنے کی کوشش کی لیکن اُس کی وفات کے بعد پھر انتشار پھیل گیا۔ ہر ریاست میں جو بھی گروہ طاقتور ہوتا وہ اقتدار پر قابض ہو جاتا تھا۔ اِس طرح جمہوریت کی بجائے جاگیردارانہ نظام قائم ہو گیا۔ ہندوستانی سماج ذات پات کی تفریق کا شکار ہو گیا اور ہر طرف ایک بے چینی سی پھیل گئی۔

اِن حالات میں عربوں اور ترکوں نے ہندوستان پر حملے شروع کر دیے۔ ساتویں صدی عیسوی میں محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کر کے راجہ داہر کو شکست دی پھر محمود غزنوی نے 1000ء اور 1027ء کے درمیان ہندوستان پر کوئی سترہ حملے کیے لیکن یہاں کوئی مستقل حکومت قائم نہ کی۔

شہاب الدین (یا معز الدین) محمد غوری نے 1192ء میں پرتھوی راج چوہان کو ترائن کی دوسری جنگ میں شکست دے کر ہندوستان میں مستقل حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اُس نے ہندوستان پر 1206ء تک حکومت کی۔

1206ء تا 1526ء کا درمیانی دور دہلی سلطنت کا عہد حکومت کہلاتا ہے۔ اِس عہد کے دوران دہلی پر پانچ خاندانوں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی۔ یعنی (1) خاندان غلامان 1206ء تا 1290ء (2) خلجی خاندان 1290ء تا 1320ء (3) تغلق خاندان 1320ء تا 1414ء (4) سید خاندان 1414ء تا 1451ء اور (5) لودھی خاندان 1451ء تا 1526ء۔

ترکستان کے بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر نے 1526ء میں ابراہیم لودھی کو پانی پت کی پہلی جنگ میں شکست دے کر دہلی سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔

سلطنت دہلی کے عہد میں کئی مایہ ناز ہستیاں گزری ہیں، جس میں حضرت امیر خسرو، حضرت نظام الدین اولیاء، سنت کبیر داس، شرف الدین منیری خاصی شہرت رکھتے ہیں۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) عہد وسطی کسے کہتے ہیں؟
2) ہندو سماج کتنی ذاتوں میں تقسیم تھا؟
3) محمد بن قاسم نے سندھ کے بعد کہاں حملہ کیا تھا؟

4) شہاب الدین محمد غوری کا دوسرا نام کیا تھا؟

5) سلطنت دہلی کے تحت کتنے خاندانوں نے ہندوستان پر حکومت کی؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) مسلمانوں کے حملوں سے پہلے ہندوستان کے سیاسی اور سماجی حالات بیان کیجیے؟

2) خاندان غلامان میں کون کون سے طاقتور بادشاہ گزرے ہیں۔ تفصیل سے لکھیے۔

3) علاء الدین خلجی کے دور کے حالات بیان کیجیے۔

4) محمد بن تغلق ایک کامیاب حکمراں کیوں نہ بن سکا، وجوہات بیان کیجیے۔

5) سلطنت دہلی کے زوال کے اسباب بیان کیجیے۔

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) .... خاندان کے زوال کے بعد شمالی ہند میں کوئی بھی طاقتور سلطنت قائم نہ ہوسکی۔

2) .... کی وفات کے بعد شمالی ہند میں مختلف سلطنتیں قائم ہوگئیں۔

3) امیر معاویہ نے سب سے پہلے 44ھ میں .... پر حملہ کر دیا تھا۔

4) .... نے سندھ کے بعد دہلی پر حملہ کیا تھا۔

5) .... نے 1000ء اور 1027ء کے درمیان ہندوستان پر سترہ حملے کیے تھے۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) محمد غوری کا دوسرا نام کیا تھا۔ (شہاب الدین، محمود غزنوی، معز الدین محمد بن سام)

2) ترائن کی پہلی جنگ میں کس کو شکست فاش ہوئی تھی۔ (پرتھوی راج چوہان، راجہ جے چند، محمد غوری)

3) خاندان غلامان کا پہلا بادشاہ کون تھا۔ (محمد غوری، التمش، قطب الدین ایبک)

4) قطب مینار میں کتنی سیڑھیاں ہیں۔ (تین سو، تین سو ننانوے، چار سو)

5) دہلی سلطنت کا خاتمہ کس جنگ سے ہوا۔ (پانی پت کی پہلی جنگ، پانی پت کی دوسری جنگ، پانی پت کی تیسری جنگ)

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) ساتویں صدی عیسوی اور اٹھارویں صدی عیسوی کا درمیانی دور	اُلغ خاں تھا۔
2) محمد بن قاسم	اودھ اور کڑہ کا صوبیدار تھا۔
3) قطب مینار کی اونچائی	عہد وسطیٰ کہلاتا ہے۔
4) سلطان بلبن کا اصلی نام	عراق کا صوبیدار تھا۔
5) علاء الدین خلجی	75.5 میٹر ہے اور اس میں چار منزلیں ہیں۔

سبق 9 عہدِ وسطیٰ میں جنوبی ہند کی ریاستیں

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 کاکتیہ خاندان

3.1.1 بیٹاراجا اوّل

3.1.2 پرولا راجا

3.1.3 بیٹا دوم

3.1.4 پرولا دوم

3.1.5 رودردیو دوم

3.1.6 گنپتی دیو

3.1.7 رُدرمبا

3.1.8 پرتاپ رُدرا

3.1.9 کاکتیہ دور کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی حالات

3.2 وجیہ نگر کی سلطنت

3.2.1 سنگما خاندان

3.2.2 ہری ہر

3.2.3 بکاول

3.3 بہمنی سلطنت

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم عہد وسطی میں جنوبی ہند کی ریاستوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ان میں قابل ذکر (1) آندھرا کا کتیہ خاندان (2) ریاست وجیانگر اور (3) دکن کی بہمنی سلطنت کے حکمران قابل ذکر ہیں۔

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے دہلی سلطنت اور اُس کے حکمرانوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔اب اس سبق میں آپ اُس سلطنت کے ہمعصر جنوبی ہند کی سلطنتوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 کاکتیہ خاندان (1000ء تا 1323ء)

1000ء میں دکن کے چولا راجاؤں اور کلیانی چالوکیہ راجاؤں کے مابین متواتر جنگوں کی وجہ سے دونوں سلطنتیں کمزور ہونے لگیں۔ان حالات سے فائدہ اٹھا کر کاکتیہ خاندان کے ایک جاگیردار بیٹا راجا اوّل نے ورنگل میں اپنی ایک الگ آزاد ریاست قائم کر کے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔

3.1.1 بیٹا راجا اوّل (1000ء تا 1052ء)

یہ کاکتیہ خاندان کا نہایت طاقتور راجا گزرا ہے۔اُس نے اپنی ریاست کو مستحکم کر کے نہایت طاقتور بنا دیا تھا۔

3.1.2 پرولا راجا (1052ء تا 1076ء)

یہ بیٹا اوّل کا بیٹا تھا۔اُس نے انوماکونڈہ وشیا علاقے حاصل کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیے تھے۔1076ء میں اُس کی وفات ہوگئی۔

3.1.3 بیٹا دوم (1076ء تا 1108ء)

یہ بھی ایک طاقتور راجا تھا،اُس نے کلیانی کے راجا وکرمادتیہ ششم سے سبی منڈل (موجودہ کریم نگر) کا علاقہ جیتا تھا۔1108ء میں اُس کی وفات ہوگئی۔اس کے بعد 1108ء تا 1116ء کے درمیان جو راجا گزرے وہ غیر معروف رہے۔

3.1.4 پرولا دوم (1116ء تا 1157ء)

اس نے تلنگانہ کے کئی علاقوں کو فتح کیا اور مزید علاقے فتح کرنے کی کوشش کے دوران 1157ء میں اُس کی موت واقع ہوگئی۔

3.1.5 رودرا دیو دوم (1158ء تا 1195ء)

پرولا دوم کے بعد اُس کا بیٹا رودرا دیو دوم تخت نشین ہوا۔اُس نے اپنی سلطنت کو مزید مستحکم کیا اور کئی راجاؤں کو شکست دی۔اُس کی سلطنت جنوب میں سری سیلم،شمال میں مایا دتم مشرق میں خلیج بنگال اور مغرب میں کلیانی تک کے پورے علاقے پر محیط تھی۔لیکن دیوگری کے یادو راجا جیتو گی نے اس پر حملہ کر کے 1195ء میں اُسے قتل کر دیا۔اس کے بعد اُس کا بھائی مہادیو تخت نشین ہوا لیکن بھائی کے انتقام کی کوشش میں وہ بھی یادو راجا کے ہاتھوں مارا گیا۔اُس کے بعد اُس کا بیٹا گنپتی گدی پر بیٹھا جسے یادو راجا نے گرفتار کر کے

رہا کر دیا تھا۔ یہ واقعات 1199ء تک چلتے رہے۔

3.1.6 گنپتی دیو (1199ء تا 1262ء)

مہادیو کے بعد اُس کا بیٹا گنپتی دیو تخت پر بیٹھا۔ اُس نے ایک طویل عرصہ تک حکومت کی۔ کاکتیہ خاندان میں وہ سب سے عظیم راجا تھا۔ اُس نے کاکتیہ حکومت کو شہنشاہیت کے درجہ تک پہنچا دیا تھا۔ 1262ء میں وہ فوت ہو گیا۔

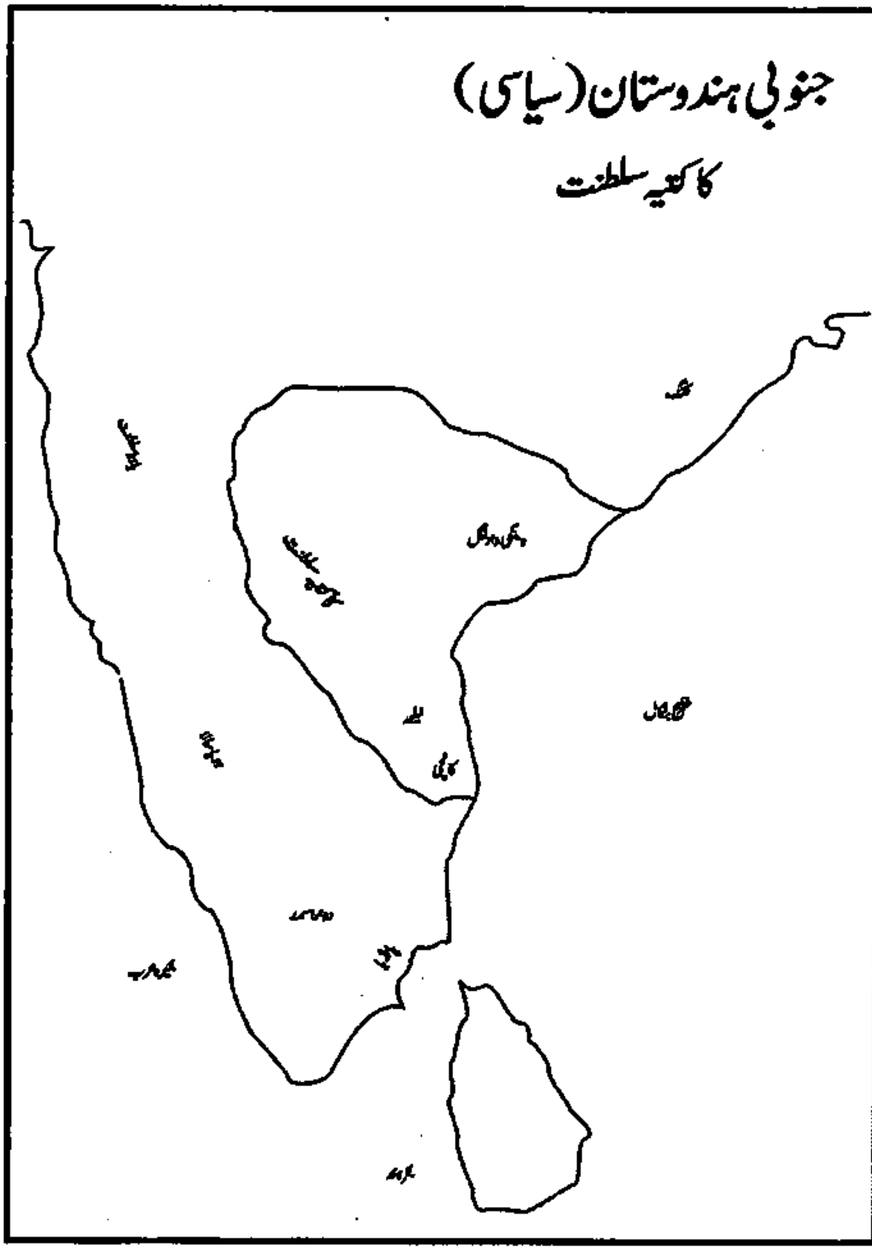

شکل نمبر 9.1 کاکتیہ سلطنت کے حدود

3.1.7 رُدرمبا(1262ء تا1289ء)

گنپتی دیو کے بعد اُس کی بیٹی رُدرمبا تخت پر بیٹھی کیوں کہ گنپتی دیو کو کوئی لڑکا نہ تھا۔ وہ ایک قابل حکمران تھی۔ اُس نے بڑی عمدگی سے سلطنت کا انتظام چلایا۔ اُس نے اندرونی بغاوتوں کو فرو کر کے یادو راجا مہادیو کو شکست دی اور دیوگری تک اُس کا پیچھا کیا۔ اُس نے بیدر کو کاکتیہ ریاست میں شامل کرلیا۔1289ء میں اُس کی وفات ہوگئی۔

3.1.8 پرتاپ رُدرا(1289ء تا1323ء)

رُدرمبا کو دو بیٹیاں ہی تھیں، اُس کی بڑی لڑکی کا بیٹا رُدرمبا کا جانشین بنا یہ کاکتیہ خاندان کا آخری حکمران تھا۔ اُس کے زمانے میں کئی بغاوتیں ہوئیں۔ ملک کافور نے بھی اسے شکست دے کر دہلی کا باجگوار بنایا۔1323ء میں جوناں خاں (محمد تغلق) نے اُسے شکست دے کر قید کرلیا اور دہلی کو روانہ کیا لیکن راستے میں پرتاپ رُدرا نے خودکشی کرلی اور اس طرح اِس خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔

3.1.9 کاکتیہ دور کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی حالات

کاکتیہ دور وسطیٰ کی آندھرا تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ انھوں نے تمام تلگو علاقوں کو متحد کیا اور اُن میں وطن پرستی کے جذبات کو پروان چڑھایا۔ اُن کا طرزِ حکومت موروثی تھا۔ وزراء بادشاہ کی اعانت کرتے تھے۔ اُن کے جاگیردار نائنکار کہلاتے تھے۔ پرتاپ رُدرا کے عہد میں جملہ 77 نائنکار تھے۔

کاکتیہ دورِ حکومت میں رعایا میں خوش حالی تھی، زراعت ترقی پر تھی، پانی کے بڑے بڑے ذخائر تعمیر ہوئے تھے۔ موٹوپلی اور مسولی پٹنم اُس دور کی اہم بندرگاہیں تھیں جن کے ذریعہ بیرونی ممالک سے تجارت ہوا کرتی تھی۔ یوروپی سیاح مارکوپولو نے اس عہد میں گولکنڈہ میں ہیروں کی صنعت کا ذکر کیا ہے۔

کاکتیہ عہد میں پورا سماج ذاتوں اور ذیلی ذاتوں میں بٹا ہوا تھا۔ اکثر تاریخی شواہد میں اُس زمانے کے سماج میں کوئی اٹھارہ ذاتوں کا ذکر ملتا ہے۔ اِس خاندان کے اوّلین حکمران جین مت کے پیرو بتائے جاتے ہیں لیکن بعد کے حکمرانوں نے شیومت کو قبول کرلیا تھا۔ اِس لیے ریاست بھر میں کئی شیومندر ملتے ہیں۔

کاکتیہ حکمرانوں نے سنسکرت اور تلگو ادب کی بڑی سرپرستی کی رُدرادیو خود بہت بڑا ادیب تھا اُس نے سنسکرت میں ''نیتی سارا'' نامی کتاب لکھی تھی۔ مشہور ادیب تکنا نے مہابھارت کے آخری پندرہ ابواب کا تلگو میں ترجمہ کیا تھا۔

کاکتیہ حکمرانوں نے بہترین عمارتیں بنوائیں اُس دور کے بڑے بڑے مندر، ورنگل کا قلعہ فنِ تعمیر کی بہترین مثالیں ہیں۔

3.2 وجیہ نگر کی سلطنت(1336ء تا1565ء)

اس سلطنت کے ابتداء کی تاریخ واضح نہیں ہے تاہم کہا جاتا ہے کہ ہری ہر اور بُکّا نامی دو بھائیوں نے اِس ریاست کی بنیاد ڈالی تھی۔ انھوں نے تنگبھدرا کے جنوبی کنارے پر شہر وجیانگر تعمیر کرایا اور اسے اپنا پایۂ تخت بنایا۔ اِس طرح وجیہ نگر کی ریاست وجود میں آئی۔ اس پر سنگم، سلوا اور تلوا خاندانوں نے حکومت کی لیکن ان میں سب سے اہم سنگما خاندان گزرا ہے۔

3.2.1 سنگما خاندان (1336ء تا 1485ء)

چوں کہ وجیانگر سلطنت کا بانی ہری ہر اوّل سنگما کا بیٹا تھا۔ اس لیے اس کے جانشین سنگما کہلائے۔ انھوں نے تقریباً ڈیڑھ سو سال تک حکومت کی۔

3.2.2 ہری ہر (1336ء تا 1356ء)

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ ہری ہر اور بکا دو بھائیوں نے شہر وجیانگر بسا کر اُسے اپنا پایہ تخت بنایا اور سلطنت وجیانگر کی بنیاد رکھی، ان دو بھائیوں میں سے ہری ہر پہلا راجا ہوا جس نے بیس سال تک حکومت کی اور سلطنت کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ 1356ء میں اُس کا انتقال ہو گیا۔

3.2.3 بکا اوّل (1356ء تا 1377ء)

ہری ہر کی وفات کے بعد بکا اوّل 1356ء میں تخت پر بیٹھا۔ اُس نے پورے جنوبی ہند پر اپنی برتری قائم کی اور سلطنت وجیانگر کو وسعت دی۔ جنوب میں وجیہ نگر کا سب سے بڑا حریف مدورائی کا سلطان تھا جس سے چار دہائیوں تک جنگوں کا سلسلہ چلتا رہا اور 1377ء تک اس کا خاتمہ ہو گیا، یوں سارا جنوبی ہندوستان وجیہ نگر کے زیر تسلط آ گیا، یہ ہری ہر دوم 1377ء تا 1405ء کے دور حکومت کی ابتدائی کامیابی تھی۔

وجیہ نگر کا دوسرا حریف بہمنی سلطنت تھی۔ جس سے تین مرتبہ ٹکراؤ ہوا۔ ویسے فوجی ٹکراؤ دونوں سلطنتوں کے قائم رہنے تک چلتا رہا۔ آخرکار ایک مرتبہ بہمنی سلطان وجیہ نگر کی سرحد میں داخل ہو گیا وجیہ نگر کا راجہ اس جنگ میں مارا گیا۔ بہمنی سلطان کی جیت کی وجہ بہتر توپ خانہ کا استعمال تھا۔ اس کے بعد صلح ہوئی جس میں دوآبہ کا علاقہ دونوں میں تقسیم کرنا پڑا اور آئندہ جنگوں میں بے رحمی و قتل خون غارت گری نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

راجہ دیورائے اول 1406ء تا 1422ء کو فیروز شاہ بہمنی کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ دیورائے اول نے دریائے تنگھبدرا پر ایک باندھ تعمیر کروایا تا کہ شہر میں پانی کی قلت دور کرنے کے لیے نہریں نکالی جائیں۔ جس سے زراعت میں آسانی ہو۔ دیورائے دوم 1422-1446ء اس خاندان کا سب سے عظیم راجہ گزرا ہے۔ اپنی فوج کو طاقتور بنانے کے لیے اُس نے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو فوج میں بھرتی کیا اور اُنھیں جاگیریں بھی دیں۔ اس کے بعد وجیہ نگر جنوبی ہندوستان کی سب سے بڑی طاقت بن گئی۔ ایرانی سیاح عبدالرزاق نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور دیورائے دوم کے عہد حکومت میں وجیہ نگر کا بھی سفر کیا تھا اُس نے لکھا ہے کہ ملک کے بیشتر حصوں میں زراعت و کاشت کاری ہوتی ہے۔ عبدالرزاق نے شہر بہمنی کی بہت تعریف کی ہے اور اس کو دنیا کے بہترین شہروں میں شمار کیا ہے۔ دیورائے دوم کی موت کے بعد ملک میں بدنظمی پیدا ہو گئی اور اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

3.3 بہمنی سلطنت

محمد بن تغلق کی فوج کے سربراہ جنوبی ہندوستان کی ریاستوں پر سلطنتِ دہلی کے تسلط کی برقراری کے لیے حملے کر کے بے تحاشہ

لوٹ مار اور ظلم وستم کر رہے تھے۔ دارالخلافہ کی دیوگری سے دوبارہ دہلی منتقلی کے بعد تو یہ ظلم بہت بڑھ گیا تھا۔ اس سے تنگ آ کر دیوگری کے امراء کے سردار امیر اسمٰعیل مُخ نے دکن کی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور دیوگری کو دکن کی آزاد سلطنت کا دارالخلافہ بنایا۔ امیر اسمٰعیل مُخ نے تخت نشینی کے وقت ابوالفتح نصیرالدین اسمٰعیل شاہ کا لقب اختیار کیا۔ اسمٰعیل شاہ کے خاص مصاحبین میں سب سے عقلمند، ہوشیار، دیانت دار، وفادار اور قابل حسن گنگو بہمنی تھا، جس کو سلطان نے ظفر خان کے خطاب سے سرفراز کیا تھا۔ اسی ظفر خان نے سلطان محمد بن تغلق کے دکن پر حملے کو ناکام بنایا تھا۔ ظفر خان نے کئی مرتبہ سلطنت دہلی کی افواج کو شکست دے کر دکن میں ایک طاقتور خود مختار سلطنت کی راہ ہموار کی۔ ظفر خان کے انہی کارناموں کے مدِ نظر اسمٰعیل شاہ نے اس کو اپنا جانشین بنانے کا ارادہ ظاہر کیا جسے سب نے قبول کیا۔

11 اگست 1347ء کو ظفر خان، علاؤالدین بہمن شاہ کے لقب کے ساتھ تخت نشین ہوا۔ اُس کا دعویٰ کہ اُس کا سلسلہ نسب ایران کے شہنشاہ بہمن سے جاملتا ہے اُس کی شخصیت سے صاف عیاں تھا۔ اس طرح دکن میں بہمنی سلطنت کی بنیاد پڑی جو کہ دکن پر سنہ 1538ء تک خوش قسمتی سے حکومت کرتی رہی۔ علاؤالدین بہمن شاہ نے دیوگری سے گلبرکہ دارالخلافہ منتقل کیا۔ گلبرکہ کو یہ اعزاز سنہ 1424ء تک حاصل رہا۔ اس کے بعد سلطان احمد شاہ ولی 1422ء تا 1436ء نے دارالخلافہ گلبرکہ کے بجائے بیدر کر دیا جو کہ مرکزی حیثیت کا حامل تھا۔ بہمنی سلطنت کے پڑوسی دو ہندو ریاستیں تھیں کاکتیہ ورنگل میں اور دوسری وجیہ نگر، جو کہ جنوب مغرب میں واقع تھی۔ ان ریاستوں کا وجود محمد بن تغلق کی سلطنت کے کمزور تسلط کی وجہ سے ہوا۔

بہمنی حکمران اپنی سلطنت کے حدود کو جنوب میں مدورائی تک وسعت دینا چاہتے تھے جو کہ تغلق سلطنت کے حدود تھے۔ لیکن کاکتیہ حکمران اُن کے ارادوں میں حائل ہو رہے تھے چناں چہ سنہ 1425ء میں بہمنی فوج اور کاکتیہ افواج کے درمیان جنگ ہوئی جس کے بعد سارے علاقہ میں راجمندری خلیج بنگال کے ساحل تک بہمنی سلطنت پھیل گئی لیکن وجیہ نگر کو فتح کرنے کا خواب پورا نہ ہوسکا۔ البتہ محمود گاواں نے 1472ء میں گوا فتح کر لیا تھا۔ فیروز شاہ بہمنی 1422ء تا 1397ء کے دورِ حکومت میں خوب ترقی ہوئی۔ اس نے ہندوؤں کو بھی انتظامیہ میں بھرتی کیا۔ اسی وقت سے دکنی برہمن ریاست کے اُمور میں اہم کردار ادا کرنے لگے۔ فیروز شاہ نے دولت آباد میں ایک رصدگاہ تعمیر کروائی۔ بعد میں فیروز شاہ بہمنی کے بعد احمد شاہ ولی بہمنی تخت نشین ہوا۔ بہمنی سلطنت رفتہ رفتہ پھیلتی گئی اور محمود گاواں کی وزارت عظمٰی کے زمانے میں طاقت اور رقبے کے اعتبار سے پورے نقطۂ عروج پر پہنچ گئی۔ دکن کی سیاست پر محمود گاواں تقریباً دو دہائیوں تک چھایا رہا۔ اس نے کئی مشرقی ساحلی علاقوں کو فتح کر کے بہمنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اِن بندرگاہوں کا ہاتھ سے نکل جانا وجیہ نگر کے لیے بہت ہی نقصان دہ ثابت ہوا۔ گوا اور دبھول قبضے میں آ جانے کے نتیجے میں ایران اور عراق کے ساتھ بہمنی سلطنت کی سمندری تجارت میں اور اضافہ ہوا۔ ملکی تجارت اور پیداوار کو بھی فروغ حاصل ہوا۔

محمود گاواں نے علوم وفنون کی بھی زبردست سرپرستی کی۔ دارالخلافہ بیدر میں ایک بہت بڑا مدرسہ تعمیر کروایا۔ یہ تین منزلہ عمارت تھی جس میں ایک ہزار مدرسین اور طالب علموں کے رہنے کی گنجائش تھی، اُنھیں کھانا اور کپڑا مفت فراہم کیا جاتا تھا۔

بہمنی سلطنت کا سب سے اہم مسئلہ امراء کی آپسی رنجشیں اور رسہ کشی تھی۔ یہ امراء دو گروپ میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایک دکنی اور دوسرا غیر ملکی۔ محمود گاواں کا تعلق دوسرے گروپ سے تھا۔ اس کے مخالفین نے سلطان کو اُس سے بدظن کروادیا اور اسے سنہ 1482ء میں قتل کروانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد امراء کی آپسی دشمنیوں میں اور بھی شدت پیدا ہو گئی۔ کئی صوبائی حاکموں نے آزادی کا اعلان کر دیا اور بہمنی سلطنت جلد ہی پانچ آزاد ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ یہ ریاستیں تھیں احمد نگر میں نظام شاہی، بیجاپور میں عادل شاہی، برار میں عماد شاہی، گولکنڈہ میں قطب شاہی اور بیدر میں برید شاہی۔

عادل شاہی اور قطب شاہی سلاطین کے ادبی کارنامے

بیجاپور کے عادل شاہی اور گولکنڈہ کے قطب شاہی سلاطین نے علم وادب کی بڑی سرپرستی کی۔ بیجاپور کا بادشاہ ابراہیم عادل شاہ خود بھی پایہ کا ادیب تھا، اس کی کتاب ''نورس'' آج بھی شہرت رکھتی ہے۔ ان بادشاہوں نے اُردو زبان کو بڑی ترقی دی چنانچہ محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں ملا وجہی اُردو نثر و نظم دونوں پر یکساں قدرت رکھتا تھا۔ اس کا نثری شاہکار ''سب رس'' آج تک شہرت رکھتا ہے اور منظوم کارنامہ ''قطب مشتری'' بھی انتہائی مشہور ہے۔

4 سبق کا خلاصہ

1000ء میں بیٹا راجا اوّل نے ورنگل میں کاکتیہ خاندان کی بنیاد رکھی اور اپنی ریاست کو مستحکم کر کے نہایت طاقتور بنادیا تھا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا پرولا راجا گدی پر بیٹھا۔ اس نے 1052ء تا 1076ء تک حکومت کی، اُس کی وفات کے بعد بیٹا دوم راجا بنا جس نے 1076ء تا 1108ء تک حکومت کی، یہ نہایت طاقتور راجا تھا اُس نے سبی منڈل (موجودہ کریم نگر) کا علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ بیٹا دوم کی وفات کے بعد 1108ء سے 1116ء کے درمیان جو راجا گزرے وہ غیر معروف رہے۔ اُن کے بعد پرولا دوم تخت نشین ہوا جس نے 1116ء سے 1157ء تک حکومت کی۔ اُس نے تلنگانہ کے کئی علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کیا تھا۔ 1157ء میں اُس کی وفات ہو گئی۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا رُدرادیو دوم تخت نشین ہوا جس نے 1158ء تا 1195ء تک حکومت کی اور اپنی سلطنت کے حدود کو مشرقی ساحل سے مغربی ساحل تک وسعت دی لیکن شمال میں دیوگری کے یادو راجا جیتو گی نے اُس پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ اُس کے بعد اُس کا بھائی مہادیو بھی انتقام لینے کی کوشش میں مارا گیا۔ مہادیو کے بعد اُس کا بیٹا گنپتی دیوگدی پر بیٹھا جو کاکتیہ خاندان کا عظیم شہنشاہ گزرا ہے۔ وہ 1262ء میں فوت ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد اُس کی لائق بیٹی رُدرمبا 1262ء تا 1289ء تخت پر بیٹھی جس نے یادو راجاؤں کو شکست دی اور بیدر کو کاکتیہ سلطنت میں شامل کر لیا۔ رُدرمبا کے بعد اُس کا بیٹا پرتاپ رُدر راجا بنا جس نے 1289ء تا 1323ء تک حکومت کی۔ یہ کاکتیہ خاندان کا آخری راجا گزرا ہے جونا خاں (محمد تغلق) نے اُسے قید کر لیا تھا لیکن اُس نے خودکشی کر لی اور اس طرح کاکتیہ خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

کاکتیہ دور آندھرا تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ انھوں نے وطن پرستی کے جذبات کو پروان چڑھایا۔ اُن کے جاگیردار نائکار کہلاتے تھے۔ اُس دور میں رعایا خوش حال اور زراعت ترقی پر تھی۔ بندرگاہوں کے ذریعہ بیرونی ممالک سے تجارت ہوا کرتی تھی۔

اُس دور کا سماج کوئی اٹھارہ ذاتوں میں بٹا ہوا تھا۔ یہ حکمران اوّلین جین مت کے پیرو تھے لیکن بعد میں شیومت کو قبول کیا۔ ان حکمرانوں نے سنسکرت اور تلگو ادب کی سرپرستی کی اور بہترین عمارتیں بنوائیں جن میں بڑے بڑے مندر اور ورنگل کا قلعہ فن تعمیر کے اعلیٰ نمونے ہیں۔

وجیانگر کی سلطنت کو ہری ہر اور بُکا نامی دو بھائیوں نے دریائے تنگبھدرا کے کنارے شہر وجیانگر تعمیر کر کے 1336ء میں قائم کیا تھا۔ اِس سلطنت میں تین خاندان یعنی سنگما، سلوا اور تلوا گزرے ہیں لیکن ان میں سب سے اہم سنگما خاندان تھا جس نے تقریباً ڈیڑھ سو سال تک حکومت کی۔ اس کا پہلا راجا ہری ہر 1336ء تا 1356ء گزرا ہے۔ اُس کے بعد اُس کا بھائی بُکا 1356ء تا 1377ء تخت نشین ہوا جس نے جنوبی ہند پر اپنی برتری قائم کی۔ بُکا کی وفات کے بعد ہری ہر دوم نے 1377ء تا 1405ء تک حکومت کی۔ ہری ہر دوم کے بعد راجا دیو رائے اول تخت نشین ہوا جس نے 1406ء تا 1422ء تک حکومت کی۔ اُس کے زمانے میں ایرانی سیاح عبدالرزاق نے وجیانگر کا سفر کیا اُس نے لکھا کہ یہاں زراعت کو بہت ترقی دی گئی اُس نے شہر ہمپی کی بھی بہت تعریف کی۔ دیو رائے دوم کے بعد اس سلطنت میں بدامنی پھیل گئی اور اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

محمد بن تغلق کے دولت آباد سے دہلی واپس جانے کے بعد دکن میں اُس کا زور کم ہو گیا اور بدامنی پھیل گئی۔ اِن حالات سے فائدہ اٹھا کر امیر اسمٰعیل مُخ نے خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ اُس نے حسن گنگو بہمنی کو ظفر خاں کا خطاب دے کر اپنا جانشین بنایا۔ جو 1347ء کو علاءالدین بہمنی شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس طرح دکن میں بہمنی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ علاءالدین بہمنی شاہ نے دیوگری کی بجائے گلبرگہ کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ اُس کے بعد سلطان احمد شاہ ولی بہمنی نے 1424ء میں گلبرگہ کی بجائے بیدر کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ اُس نے خلیج بنگال تک اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ اِس سلطنت کا وزیر محمود گاواں نہایت شہرت رکھتا ہے کیوں کہ اُس نے رعایا کی بھلائی کے ساتھ ساتھ علم وادب کی بھی سرپرستی کی لیکن دشمنوں کے ورغلانے پر بادشاہ نے اُسے قتل کرا دیا۔ اُس کے بعد بہمنی سلطنت کو زوال ہو گیا اور دکن میں پانچ خودمختار ریاستیں قائم ہو گئیں۔ یعنی احمد نگر میں نظام شاہی، بیجاپور میں عادل شاہی، برار میں عماد شاہی، گولکنڈہ میں قطب شاہی اور بیدر میں بُرید شاہی۔ عادل شاہی اور قطب شاہی حکمرانوں نے علم وادب کی بڑی سرپرستی کی۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) کاکتیہ خاندان کا پہلا راجا کون تھا؟

2) کاکتیہ خاندان کا آخری راجا کون تھا؟

3) شہر وجیانگر کہاں واقع ہے؟

4) سلطنت وجیانگر کی بنیاد کون سے دو بھائیوں نے رکھی تھی؟

5) دیوگری سے محمد تغلق کی دہلی واپسی کے بعد دکن میں کون سی حکومت قائم ہوئی تھی۔

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) مہارانی رُدرمبا کے کارنامے بیان کیجیے۔

2) کاکتیہ دور کے سیاسی سماجی اور تہذیبی حالات پر روشنی ڈالیے۔

3) سلطنت وجیانگر کی ابتداء اور سنگما خاندان کی فتوحات بیان کیجیے۔

4) بہمنی سلطنت کے قیام کے متعلق تفصیل سے لکھیے۔

5) بہمنی سلطنت کے زوال کے کیا اسباب تھے۔ اُس سلطنت کے ٹوٹنے کے بعد دکن میں کون کون سی ریاستیں قائم ہوئیں۔

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) .... سنہ ء میں بیٹاراجا اوّل نے کاکتیہ خاندان کی بنیاد رکھی۔

2) .... کے باپ کا نام گنپتی دیو تھا۔

3) کاکتیہ جاگیردار .... کہلاتے تھے۔

4) ایرانی سیاح .... نے وجیانگر کا سفر کیا تھا۔

5) علاء الدین بہمن شاہ نے دیوگری کی بجائے .... کو اپنا پایہ تخت بنایا۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) بیٹاراجا اوّل نے کاکتیہ خاندان کی بنیاد کس مقام پر رکھی تھی؟ (ہمچی، ورنگل، دیوگری)

2) کاکتیہ خاندان کا عظیم شہنشاہ کون تھا؟ (بیٹاراجا دوّم، پرولا دوم، گنپتی دیو)

3) راجدھانی وجیانگر کس دریا کے کنارے تعمیر کی گئی تھی؟ (تاپتی، تنگبھدرا، مہاندی)

4) محمد بن تغلق دیوگری سے دہلی واپس ہوا تو دکن میں کس نے خودمختاری کا اعلان کیا؟ (امیر اسمٰعیل مُخ، حسن گنگو بہمنی، ظفر خاں)

5) علاء الدین بہمن شاہ نے دیوگری کی بجائے کس شہر کو اپنا پایہ تخت بنایا؟ (بیدر، گلبرگہ، وجیانگر)

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) پرتاب رُدرا	بہمنی سلطنت کا زوال ہو گیا۔
2) دیورائے دوم	پانچ خود مختار ریاستیں وجود میں آئیں۔
3) احمد شاہ ولی بہمنی نے	کاکتیہ خاندان کا آخری راجا تھا۔
4) محمود گاواں کے قتل کے بعد	سلطنت وجیانگر کا آخری راجا تھا۔
5) بہمنی سلطنت کے خاتمہ کے بعد	بیدر کو اپنا پایہ تخت بنایا۔

سبق 10 سلطنتِ مغلیہ 1526ء تا 1857ء

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 سلطنتِ مغلیہ کا قیام

3.1.1 ظہیر الدین محمد بابر 1526ء تا 1530ء

3.1.2 نصیر الدین محمد ہمایوں 1530ء تا 1539ء اور 1555ء تا 1556ء

3.2 شیر شاہ سوری

3.3 جلال الدین محمد اکبر

3.4 نور الدین محمد جہانگیر

3.5 شہاب الدین محمد (خرم) شاہ جہاں

3.6 شاہ جہاں کے عہد کی تاریخی عمارتیں

3.6.1 تاج محل

3.6.2 دہلی کا لال قلعہ

3.6.3 جامع مسجد دہلی

3.6.4 تختِ طاؤس

3.7 محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر

3.8 سولھویں اور سترھویں صدی میں ہندوستان کے سماجی اور تمدنی حالات

3.9 مغلیہ سلطنت کا زوال

3.10 مغل تہذیبی ورثہ اور علمی سرپرستی

3.11 فن تعمیر

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم سلطنت مغلیہ کے قیام کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

☆ سلطنت مغلیہ کا قیام (1526ء)

☆ شیر شاہ سوری

☆ اکبر اعظم

☆ جہانگیر

☆ شاہ جہاں

☆ اورنگ زیب عالمگیر

☆ سولھویں صدی اور سترھویں صدی کے ہندوستان کے سماجی اور تمدنی حالات

☆ مغلوں کا زوال

☆ مغل تہذیبی ورثہ

2 تمہید

گذشتہ سبق میں ہم نے عہد وسطیٰ میں جنوبی ہند کی ریاستوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اس سبق میں ہم سلطنت مغلیہ کے قیام پر روشنی ڈالیں گے۔ بابر نے 1526ء میں سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دے کر ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے قیام کی راہ ہموار کرلی پھر 1529ء میں رانا سانگا کو شکست دینے کے بعد اپنے قدم جما لیے لیکن ہمایوں کی شیر خان کے ہاتھوں شکست پھر دہلی پر 1555ء میں دوبارہ قبضہ اور 1556ء میں اکبر اعظم کی تخت نشینی کے بعد سلطنت مغلیہ کا استحکام عمل میں آیا۔ اکبر نے انتظامی اُمور پر بھی خاص توجہ دی۔ شیر شاہ سوری کے رائج کردہ مالگزاری کے طریقے کو اختیار کیا۔ فوج کو منظم اور طاقتور بنانے کے لیے ضروری اقدامات کیے۔ راجپوتوں سے تعلقات کو بہتر بنائے۔ اکبر کے بعد جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب نے ملک میں توسیع کی لیکن اس کی مذہبی حکمت عملی اور وسیع سلطنت کی وجہ سے نظم ونسق کمزور ہوگیا۔ ادھر مراٹھا سرداروں کا زور بڑھ گیا۔ ان سارے وجوہات کے علاوہ اورنگ زیب کے نااہل جانشینوں کے سبب سلطنت مغلیہ زوال پذیر ہوگئی۔

3 سبق کا متن

3.1 سلطنت مغلیہ کا قیام

3.1.1 ظہیر الدین محمد بابر 1526ء تا 1530ء

بابر، جس نے ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کی بنیاد ڈالی۔ فروری 1482ء میں پیدا ہوا اور اس کا تعلق تیمور کے خاندان سے تھا۔ اس زمانے میں ہندوستان سونے کی کان تصور کیا جاتا تھا۔ ان دنوں یہاں سلطان سکندر لودھی کی حکومت تھی۔ شمالی ہندوستان کی

سیاسی صورت حال کی وجہ سے بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کا موقع ملا۔ اس نے پنجاب میں پیش قدمی کی اور دیپالپور کی فتح کے بعد 1525ء میں پنجاب میں داخل ہوا اور لاہور فتح کر لیا۔ اب اس کے بعد وہ مزید آگے بڑھنے کی تیاری کر رہا تھا کہ ابراہیم لودھی کثیر فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ بابر نے اپنی ماہرانہ جنگی حکمت عملی سے 20 اپریل 1526ء کو پانی پت کے مقام پر ابراہیم لودھی کو شکست فاش دی۔ اس جنگ میں ابراہیم لودھی مارا گیا۔ بابر کا آگرہ اور دہلی پر قبضہ ہو گیا۔ پانی پت کی فتح کے بعد بابر نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا لیکن رانا سانگا اُدھر بابر سے مقابلے کی تیاری میں زور و شور سے مصروف ہو گیا تھا۔

آگرہ سے چالیس کوس کے فاصلے پر خانوا کے مقام پر سنہ 1529ء میں رانا سانگا سے زبردست لڑائی ہوئی۔ رانا سانگا نے بابر کی فوج کو تتر بتر کر دیا تھا لیکن بابر کی فوج کے توپ خانوں نے جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا اور رانا کی فوج میں ہلچل مچا دی۔ رانا سانگا شدید زخمی ہوا اور اُسے شکست ہوئی۔

خانوا کی فتح کے نتیجے میں دہلی اور آگرہ پر بابر کی طاقت مضبوط و مستحکم ہو گئی۔ اس کے بعد اُس نے گوالیار، دھول پور، الور وغیرہ پر بھی قبضہ کرتے ہوئے مالوا میں واقع چندیری پر بھی فتح حاصل کر لی۔ بنگال میں نصرت لودھی اور اتر پردیش کے بیشتر علاقوں پر افغان سرداروں کا زور تھا۔ بہار پر محمود لودھی کا قبضہ تھا چنانچہ بابر نے 1529ء میں گھاگھر اور گنگا کے سنگم پر افغان سرداروں اور نصرت شاہ لودھی کی مشترکہ افواج کو پسپا کر دیا لیکن اسی دوران وسط ایشیاء کے حالات نے اُس کو واپسی پر مجبور کر دیا اور وہ کابل کے لیے روانہ ہوا مگر لاہور کے قریب اس کا انتقال ہو گیا۔ ہرات میں دفن ہوا۔

3.1.2 نصیر الدین محمد ہمایوں 1530ء تا 1539ء اور 1555ء تا 1556ء

بابر کے بعد ہمایوں 3 دسمبر 1530ء کو 23 سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کو بابر سے ورثے میں کئی مشکلات ملیں ابھی مغلیہ نظام حکومت مستحکم نہیں ہوا تھا۔ معاشی حالات بھی ٹھیک نہیں تھے۔ افغانوں کا زور ابھی باقی تھا۔ اتنی وسیع سلطنت کو چلانا بہت مشکل تھا۔ اُس وقت اگرچہ کابل اور قندھار بھی مغل حکومت میں شامل تھے مگر اُن پر ہمایوں کے چھوٹے بھائی کامران کی حکومت تھی۔ کامران نے ملتان اور لاہور پر بھی قبضہ کر لیا، دونوں بھائیوں میں سمجھوتہ ہو گیا۔ اس طرح ہمایوں مغربی سرحد کی طرف سے بے فکر ہو گیا۔ اب اُس نے مشرق میں شیر خان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو توڑنے کے لیے اپنی توجہ مرکوز کی اور 1532ء میں بہار، جونپور فتح کرتے ہوئے چنار کا محاصرہ کر لیا، چار ماہ کے محاصرے کے بعد شیر خان نے مغلوں کی وفاداری کا عہد کر لیا۔ ہمایوں آگرہ لوٹ آیا۔

ہمایوں نے آئندہ کے ڈیڑھ سال دہلی کے قریب دین پناہ نامی شہر کی تعمیر میں گزار دیے۔ اس دوران شیر خان کی طاقت کافی بڑھ گئی اُدھر بہادر شاہ گجرات میں اپنی فوجی طاقت بڑھا رہا تھا لیکن بہادر شاہ مغلوں کا سامنا کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ جب کہ شیر خان صرف موقع کی تاک میں تھا۔ آخر کار وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گیا، ہمایوں بنگال کی مہم سے واپس آگرہ جانا چاہتا تھا کہ شیر خان نے اُس کا راستہ روک لیا، ہمایوں بڑی مشکل سے ایک بہشتی کی مدد سے ندی پار کر کے اپنی جان بچا پایا۔ چونسہ کی شکست (1539ء) کے بعد ہمایوں شیر خان سے مقابلے کے قابل ہی نہیں رہا۔ قنوج کی جنگ مغلوں اور شیر خان کے لیے فیصلہ کن ثابت ہوئی۔ ہمایوں تخت و

تاج سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ بھاگ کر ایران کے شاہ کے دربار میں پناہ لی۔ ہمایوں نے ان تمام آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا ہمت اور حوصلے سے کیا اور دوبارہ 1555ء میں دلّی پر قبضہ کر لیا لیکن اپنی کامیابی سے فائدہ اٹھانے سے قبل قلعہ کی عمارت سے گر کر اس کی موت واقع ہوگئی۔

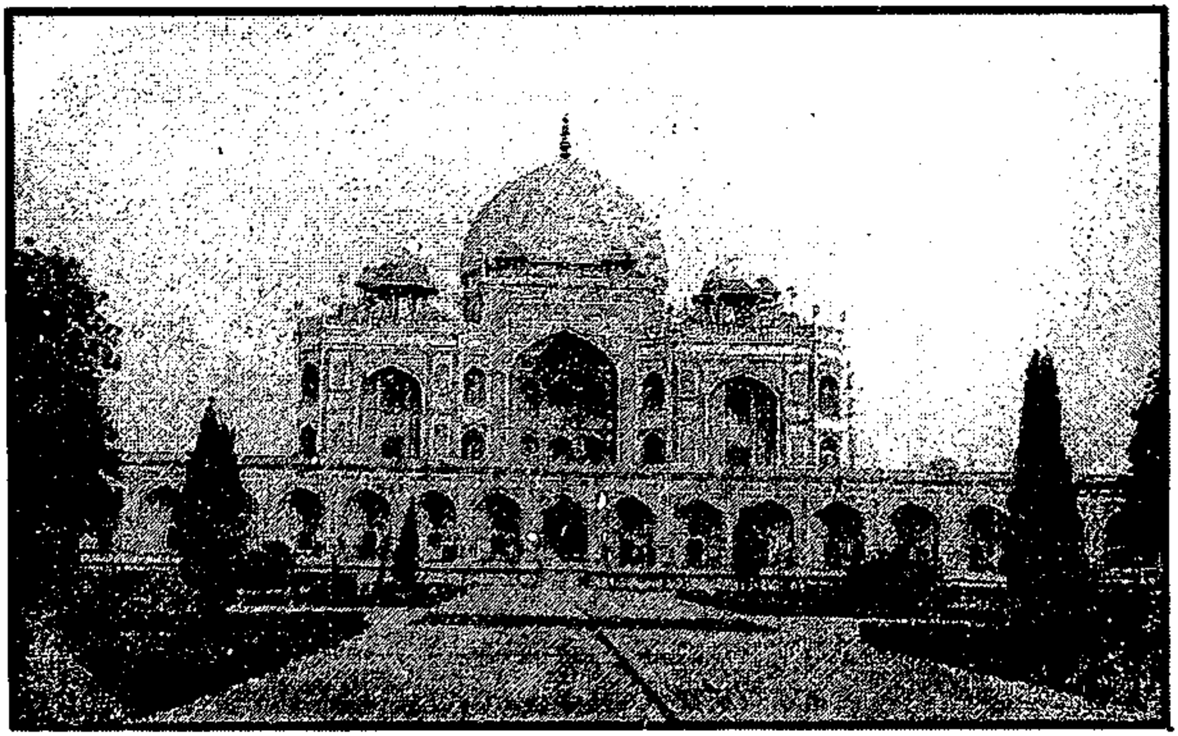

شکل نمبر 14.1 ہمایوں کا مقبرہ

مغلیہ دور کی اولین عمارت جسے اکبر کی ماں حمیدہ بانو بیگم نے 1565ء تا 1580ء کے درمیان تعمیر کیا

3.2 شیر شاہ سوری (1540ء تا 1545ء)

شیر شاہ سوری 67 سال کی عمر میں دلّی کے تخت پر بیٹھا۔ اُس کا اصلی نام فرید خاں تھا۔ اُس کا باپ جونپور کا جاگیردار تھا۔ شیر شاہ سوری کو دلی سلطنت کے تسلسل اور ارتقاء کی علامت مانا جاتا ہے کیوں کہ بابر اور ہمایوں کی حکومت محض ایک وقفہ جاتی نوعیت کی تھی۔ شیر شاہ کا اہم کارنامہ ساری سلطنت میں امن اور قانون کو پھر سے نافذ کرنا ہے۔ لگان کی وصولی کے لیے زمینداروں پر سختی کی۔ تجارت میں ترقی ہوئی اور آمد و رفت میں سہولت کے لیے سندھ سے بنگال تک سڑک کو دوبارہ تعمیر کروایا۔ مسافروں کی رہائش کے لیے سرائیں بنوائیں۔ اس نے تجارت کی ترقی اور توسیع کے سلسلے میں اصلاحات نافذ کیں۔ محصول بنگال کی مصنوعات یا باہر سے منگوائے جانے والے سامان پر دینا پڑتا تھا۔ دوسری بار محصول اشیاء کی فروخت پر ادا کرنا پڑتا تھا۔ چوری اور قتل وغیرہ کرنے والوں کے علاوہ جرم کا پتہ نہیں لگانے والوں کو بھی سخت سزا دی جاتی تھی۔

شیر شاہ سوری ایک زبردست حکمران تھا۔اُس نے اپنی پانچ سالہ حکومت کے مختصر عرصے میں ایک مضبوط حکومت قائم کی۔اس کی آخری فوجی کارروائی کالنجر کے قلعہ کے خلاف تھی۔یہ قلعہ کافی مضبوط ہونے کے ساتھ ساتھ بندیل کھنڈ کے لیے دروازہ کا بھی کام انجام دیتا تھا۔اس قلعہ کے محاصرہ کے دوران ایک توپ کے پھٹ جانے سے شیر شاہ بری طرح زخمی ہوگیا اور قلعہ کی فتح کی خوش خبری سننے کے بعد 1545ء میں فوت ہوگیا۔اس کے بعد اسلام شاہ نے 1553ء تک حکومت کی۔اُس کے بعد ہمایوں کو سلطنت دہلی دوبارہ حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔

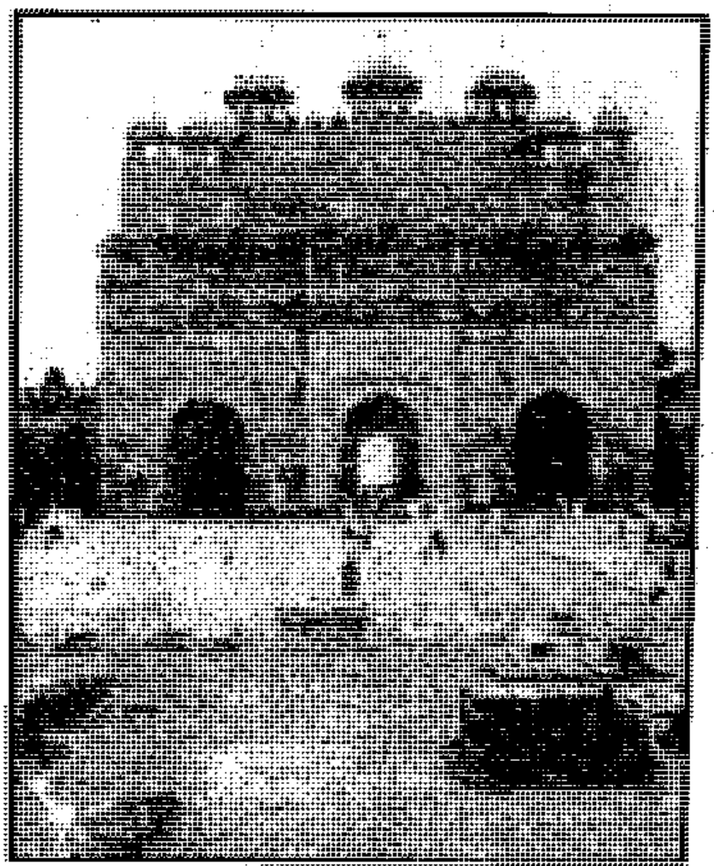

شکل نمبر 14.2 بلند دروازہ 1601ء میں تعمیر ہوا

3.3 جلال الدین محمد اکبر (1556ء تا 1605ء)

ہمایوں جب بے یار و مددگار پھر رہا تھا تو امرکوٹ کے رانا نے اُسے پناہ دی۔امرکوٹ ہی میں 1542ء میں مغلوں کے سب سے عظیم بادشاہ اکبر کی پیدائش ہوئی۔ہمایوں جب ایران چلا گیا تو کامران نے اکبر کی پرورش کی۔قندھار پر ہمایوں کے قبضہ کے بعد

اکبر اپنے والدین سے جا ملا۔ ہمایوں کی موت کے وقت اکبر پنجاب میں کلانور میں افغان باغیوں کی سرکوبی میں مصروف تھا۔ 1556ء میں 14 رفروری کو کلانور میں ہی اکبر کی تاج پوشی ہوئی جب کہ اس کی عمر 13 سال تھی۔

مغلوں کی حالت بہت خستہ تھی، آگرہ افغان سردار ہیمو کے قبضے میں تھا جب کہ سکندر سوری شوالک کی پہاڑیوں میں گھوم رہا تھا۔ اکبر کے اتالیق بیرم خان کی ہوشیاری سے ہیمو کو 5 رنومبر 1556ء کو شکست ہوئی۔ اُدھر سکندر سوری بھی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔ بہرحال چار سال کے مختصر عرصہ میں اکبر نے کابل سے جونپور اور شمالی پنجاب سے اجمیر تک کے سارے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ بیرم خان کی سرپرستی میں مغل سلطنت کے علاقوں میں توسیع ہوئی۔ بتدریج مالوا، گدھ کٹنگا، راجستھان، گجرات و بنگال کو بھی فتح کر لیا۔

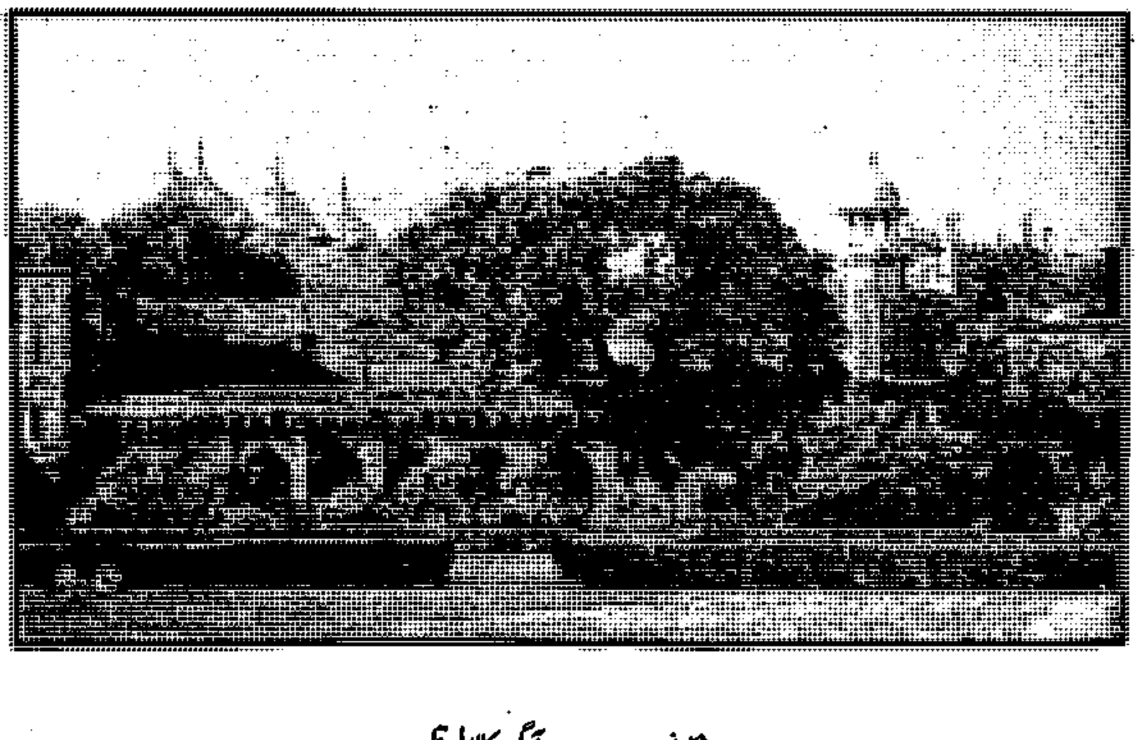

شکل نمبر 14.3 آگرہ کا لال قلعہ

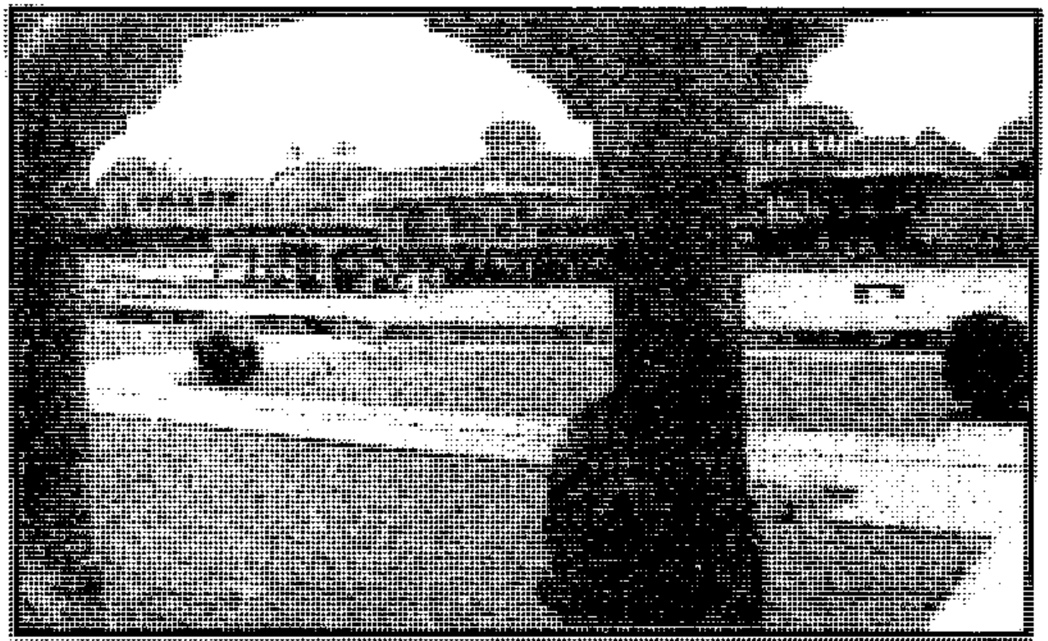

شکل نمبر 14.4 فتح پور سیکری

جس کی تعمیر 1569ء تا1584ء کے درمیان ہوئی۔ اسے بجا طور پر پتھر میں حسن کاری کہا جا سکتا ہے

اکبر کو استحکام حکومت کے بعد سلطنت کے انتظامی اُمور پر توجہ دینا لازمی تھا کیوں کہ شیر شاہ کے قائم کردہ نظام میں کافی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی تھیں، چناں چہ اکبر کو ان اُمور کا از سرِ نو جائزہ لینا پڑا۔ مال گزاری کے بندوبست میں اکبر نے شیر شاہ سوری کے رائج کردہ طریقے کار کو ہی اختیار کیا، لیکن اس کے ساتھ سالانہ تخمینہ کے طریقے کو بھی شروع کیا۔ لگان طے کرنے کے لیے غلے کو کاشت کاروں اور حکومت کے درمیان طے شدہ تناسب میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اکبر نے زراعت کی ترقی میں کافی دلچسپی لی۔ راجہ ٹوڈرمل جیسے قابل مالیاتی افسر نے مالیاتی اصلاحات میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔

اکبر نے منصب داری نظام کے ذریعہ فوجی افسروں اور سپاہیوں کو منظم کیا کیوں کہ طاقتور فوج کے بغیر سلطنت کی توسیع اور استحکام ناممکن تھا۔ اس نے مقامی انتظامیہ میں کوئی خاص ردوبدل نہیں کیا لیکن مرکزی نظام حکومت کے ڈھانچے کو پھر سے منظم کیا۔ مختلف محکموں میں کام کی تقسیم عمل میں لائی۔ اکبر نے عوام اور عمال حکومت سے باقاعدہ رابطہ رکھنے کی بنیاد ڈالی۔ اکبر نے راجپوتوں سے تعلقات کو بہتر بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ بدایونی کی رائے میں اکبر نے ہندو، عیسائی، پارسی اور دیگر مذاہب کو ملا کر ایک نئے مذہب ''دینِ الٰہی'' کی بنیاد رکھی۔ اکبر کا دور رواداری کا دور تھا۔

اکبر نے کم و بیش پچاس سال تک حکومت کی۔ اس کا دور مغلیہ حکومت کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں رعایا کی بھلائی کے

لیے بے شمار اصلاحات کی گئیں۔ اس دوران سب سے اہم اور الہامی شخصیت خود اکبر کی تھی۔ جلال الدین محمد اکبر مجسم دانشمندی، تدبر، سنجیدگی، وجوہات، جذبات، شفقت اور حقیقت پسندی تھا۔ رعایا کی ہر تکلیف کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اُسے دور کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی۔ عوامی مشکلات کا حل نکالنے اور اس پر عمل کرنے کی انتظامیہ کو ہدایتیں دیں۔ اکبر ایک جلیل القدر اور عظیم شہنشاہ تھا۔ اس کے عظیم کارناموں کی وجہ سے تاریخ میں اسے "اکبر اعظم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

3.4 نورالدین محمد جہانگیر (1605ء تا 1627ء)

شہزادہ سلیم 24 / اکتوبر 1605ء کو آگرہ میں نورالدین محمد جہانگیر کے لقب سے تخت نشین ہوا اور بارہ فرمان شاہی کے ذریعہ بارہ عوامی بھلائی کی اصلاحات کیں۔ جن میں تمغہ اور میر بحری کو منسوخ کرنے، شراب کو ممنوع قرار دینے، مجرمین کو بطور سزا انگوٹھے کاٹنے کی منسوخی، ہر اتوار اور جمعرات کو جانوروں کو ذبح کرنے کی ممانیت وغیرہ کے احکام شامل تھے۔ اس کے علاوہ جہانگیر نے انصاف کو بہت زیادہ توجہ دی۔

بنگال میں آباد افغان، مغلوں کے لیے ایک مسئلہ بنے ہوئے تھے۔ اس لیے جہانگیر نے بردوان کے جاگیردار علی قلی خان المعروف شیر افگن کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا، جس کے دوران افغان گورنر قطب الدین خان اور شیر افگن دونوں مارے گئے۔ شیر افگن کی بیوہ نورالنساء سے چار سال بعد جہانگیر نے نکاح کر لیا اور اُسے نور جہاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ نور جہاں نہایت قابل ہونے کے ساتھ گھڑسواری، شکار و اُمور سلطنت میں بھی دلچسپی رکھتی تھی۔ مغلیہ سکّے پر اس کا نام بھی کندہ کیا جانے لگا۔ وہ جھروکے میں بیٹھ کر رعایا کی تکالیف سُنا کرتی تھی اور سدباب کے احکام بھی جاری کرتی تھی۔

جہانگیر کی زندگی میں ہی جانشینی کے لیے کشمکش شروع ہوگئی۔ شاہ جہاں نے تو اپنے والد کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ نور جہاں، شہریار کے حق میں تھی جب کہ مہابت خان شہزادہ پرویز کو جانشین بنانا چاہتا تھا۔ آصف خان اپنے داماد شہزادہ شاہ جہاں کی تائید کر رہا تھا۔ جہانگیر اپنی زندگی کے آخری ایام گذارنے کشمیر چلا گیا وہاں اس نے باغات لگوائے۔ جب اس کی طبیعت بگڑنے لگی تو لاہور منتقل ہو گیا آخر کار 28 / اکتوبر 1627ء کو جہانگیر کا انتقال ہو گیا۔ جہانگیر کے عہد حکومت میں فنون لطیفہ کو بہت ترقی ہوئی۔ اس کے دربار میں فارسی شعراء کی خوب ہمت افزائی ہوئی۔ جہانگیر ہی کے دور حکومت میں انگریز جان ہاکنس آگرہ آیا تھا۔ سر تھامس رو بھی اسی دور میں ہندوستان آیا تھا۔

3.5 شہاب الدین محمد (خرم) شاہ جہاں (1628ء تا 1666ء)

جہانگیر کے انتقال کے بعد اُس کا بڑا لڑکا شہزادہ خرم شاہ جہاں 4 / فروری 1628ء کو آگرہ میں شہاب الدین محمد صاحب قرن ثانی کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ وہ اپنے دادا اکبر اعظم کے نقش قدم پر چلنے کا عہد کیا تھا۔ شاہ جہاں کی تخت نشینی کے وقت مُلک میں ہر طرف امن و امان تھا۔ راجپوتانے کے راجہ، اعلیٰ مرتبہ کے امراء، انتظامیہ اور فوجی افسران سب بادشاہ سے خوش اور وفادار تھے۔ شمالی ہندوستان میں سکون تھا۔ اُدھر دکن میں احمد نگر اور دولت آباد کے ناسازگار حالات نے شاہ جہاں کو دکن کا رُخ کرنے پر مجبور کر دیا۔ احمد

نگر کی نظام شاہی حکومت نے ایک باغی کو پناہ دی۔ شاہ جہاں ایک کثیر فوج لے کر احمد نگر پر حملہ کر دیا اور خوب تباہی مچائی۔ اسی دوران اطلاع آئی کہ اُس کی چہیتی بیوی ممتاز محل کا 7/ جون 1631ء کو انتقال ہوا۔ اس کے بعد شاہ جہاں اپنی مہم دکن کو اُدھورا چھوڑ کر آگرہ کے لیے روانہ ہوا۔ شاہ جہاں نے جاتے ہوئے مہابت خان کو دکن کا صوبیدار مقرر کیا۔ ممتاز محل کی یاد میں شاہ جہاں نے دنیا کی خوبصورت ترین و عالیشان عمارت "تاج محل" تعمیر کروائی۔ دولت آباد میں فتح خان اور شاہ جی بھوسلے کے درمیان ایک جاگیر کا تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ مجبوراً مہابت خان نے دولت آباد پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔

احمد نگر کی نظام شاہی حکومت مراٹھا سردار شاہ جی کے ہاتھوں کھلونا تھی۔ مرہٹوں نے جونار، پونہ، چکن اور پرندا پر قبضہ کر لیا تھا۔ مہابت خان سے جنگ ہوئی جس میں مہابت خان اکتوبر 1634ء میں فوت ہو گیا۔ ان حالات میں شاہ جہاں کو مجبوراً دکن کی طرف کوچ کرنا پڑا۔ سنہ 1636ء میں مغلیہ افواج دریائے نربدا پار کر کے دولت آباد میں داخل ہوئیں۔ شاہ جہاں نے قطب شاہی اور عادل شاہی حکمرانوں کو شاہ جی کی مدد کرنے سے باز رکھتے ہوئے مغل شہنشاہ کو خراج ادا کرنے پر مجبور کر دیا۔

دکن سے فارغ ہو کر شاہ جہاں نے مالوا، کانگرا، بگلان سے ہوتے ہوئے قندھار اور کابل بھی فتح کر لیا۔ مغلیہ سپہ سالار آگرہ سے دور قندھار میں قیام کو ناپسند کر رہا تھا چناں چہ بادشاہ نے شہزادہ مراد کے بجائے شہزادہ اورنگ زیب کو قندھار میں متعین افواج کا کمانڈر مقرر کیا باوجود اس تبدیلی کہ قندھار ہاتھ سے نکل گیا۔ 1649ء میں ایران کے زیر اثر چلا گیا۔ شمال مغربی سرحدوں کی توسیع بہت مہنگی ثابت ہوئی۔

1652ء میں اورنگ زیب کو دوبارہ دکن کا گورنر بنایا گیا۔ 1656ء میں اورنگ زیب گولکنڈہ پر حملہ آور ہوا مجبوراً عبداللہ قطب شاہ کو معاہدہ کے تحت اپنی بیٹی کی شادی اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ محمد سے کرنی پڑی اور خراج بھی ادا کرنا پڑا۔ یہی حال احمد نگر اور بیدر کے سلاطین کا ہوا۔

1657ء ستمبر میں شاہ جہاں شدید علیل ہوا اور یہ خبر گرم ہوئی کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ چناں چہ شہزادوں میں جانشینی کے لیے رسہ کشی شروع ہو گئی۔ شاہ جہاں کے بڑے لڑکے داراشکوہ کو باپ کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اس لیے اُس نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس وقت شجاع بنگال میں، مراد گجرات میں اور اورنگ زیب دکن میں تھا۔ ان چاروں نے اپنے تئیں جانشینی کی کوشش کی لیکن اورنگ زیب کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اُس نے شاہ جہاں کو آگرہ کے قلعہ میں قید کر دیا۔ جہاں 22/ جنوری 1666ء کو شاہ جہاں کا انتقال ہوا۔

3.6 شاہ جہاں کے عہد کی تاریخی عمارتیں

مغلیہ سلاطین میں شاہ جہاں کو بڑا امتیاز حاصل ہے اُس کے دور میں فنِ تعمیر اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اسی لیے اُسے شہنشاہ تعمیرات یا "شاہ مہندس" بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ اس نے بے شمار و بے مثل عمارتیں اور باغات تعمیر کروائے۔ ان میں درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

3.6.1 تاج محل

آگرہ میں دریائے جمنا کے کنارے تعمیر شدہ یہ حسین ترین عمارت دنیا کے عجائبات میں سے ایک ہے۔

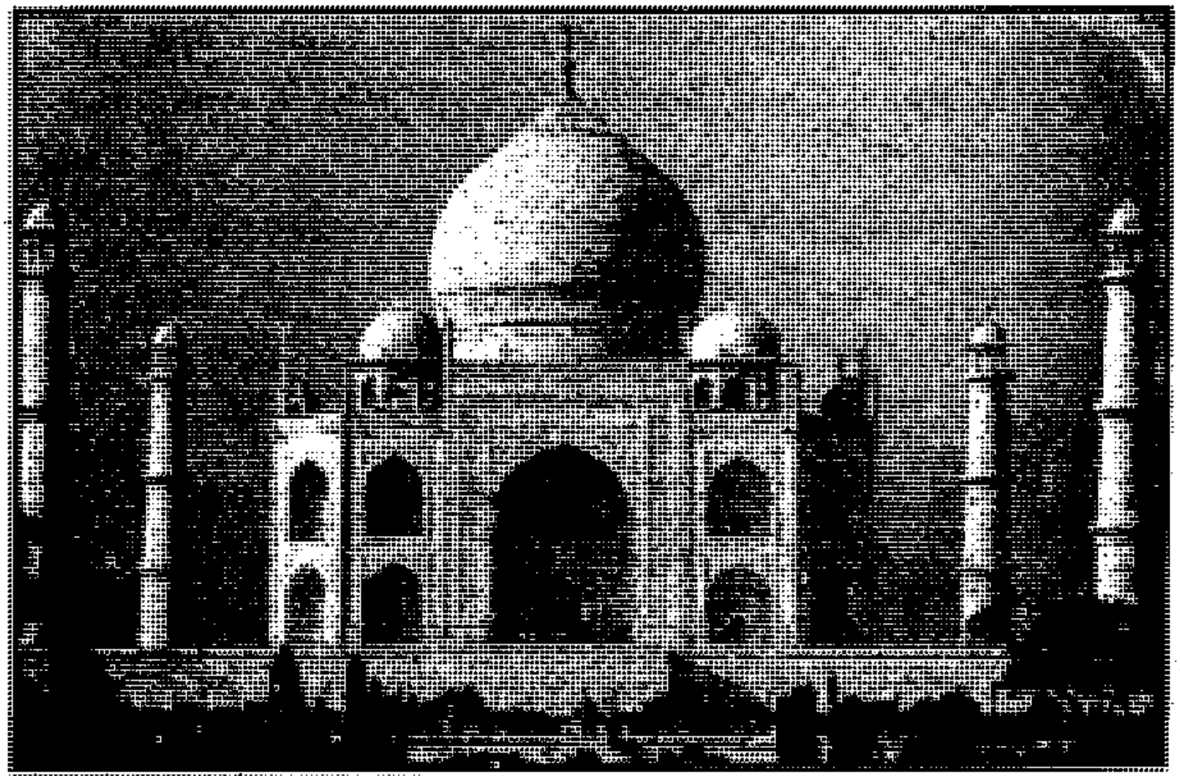

شکل نمبر 14.5 تاج محل

شاہ جہاں نے اپنی چہیتی ملکہ ممتاز محل کی یاد میں تعمیر کروایا تھا۔ اسے بجا طور پر مغلیہ فن تعمیر کا شاہکار کہا جاسکتا ہے۔ اس کا نقشہ اُستاد عیسیٰ نے تیار کیا تھا اور اسی کی نگرانی میں اس کی تعمیر بھی مکمل ہوئی تھی۔ اسے سفید سنگ مرمر میں کسی حسین خواب کا ایک خوبرو مرقع کہا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ اس کا گوشہ گوشہ نہ صرف متناسب و مزین بلکہ مسحور کن گلکاری سے آراستہ ہے۔ اسے 6.5 میٹر اونچی کرسی پر تعمیر کیا گیا ہے، جہاں سے اس کا درمیانی گنبد 56.1 میٹر بلند ہے۔

تاج محل کے اندرونی و بیرونی حصے نہایت آراستہ ہیں۔ ان میں دیدہ زیب نقاشی قرآنی آیات کی خوش نویسی اور گل بوٹوں جیسے نقش و نگار کی تزئین کاری سے مزین ہیں اور پھر چاروں کونوں پر ایستادہ مینار تاج محل کے حسن میں چار چاند لگاتے ہیں۔

تاج محل کے متصل حصے ہشت پہلو اور ایک دوسرے سے ملحق ہیں۔ مرکزی عمارت کے چاروں طرف ایسے دو دو حصے ہیں۔ اس حسین و جمیل عمارت کی کرسی سے چاروں سمت ایک ایک نہری تعمیر ہے جس کے کنارے سرو کے بلند و بالا درخت اور جس میں خوشنما چشمے اور بلند فوارے اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ تاج محل تمام تر باغوں اور چشموں سے گھرا ہوا ہے۔

اندرونی حصے میں داخل ہونے پر ہمیں شاہ جہاں اور ممتاز محل کی اوپری قبریں نظر آئیں گی لیکن جب ہم سیڑھیوں کے ذریعہ تاج محل کے نچلے حصے میں اتریں گے تو اُن کی اصلی تربتیں نظر آئیں گی۔

تاج محل کی تعمیر کے کام کی تکمیل کے لیے کوئی 22 سال درکار ہوئے جب کہ اس کی تعمیر پر اُس زمانے میں کُل تین کروڑ روپے صرف ہوئے۔ شاہ جہاں نے آگرہ کے قلعہ میں موتی مسجد بھی تعمیر کروائی تھی جو کامل سنگ مرمر سے تراشیدہ معلوم ہوتی ہے۔

3.6.2 دہلی کا لال قلعہ

شاہ جہاں نے اپنے پایہ تخت کو آگرہ سے دہلی منتقل کیا تھا اور وہاں ایک نئے شہر شاہ جہاں آباد کی بنیاد رکھی تھی۔ وہیں اُس نے دریائے جمنا کے کنارے دہلی کا لال قلعہ تعمیر کروایا تھا۔ یہ قلعہ نہایت وسیع و عریض خطہ زمین پر تمام تر سُرخ پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اُس کی تعمیر 1639ء میں شروع ہوئی تھی اور 1648ء میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔

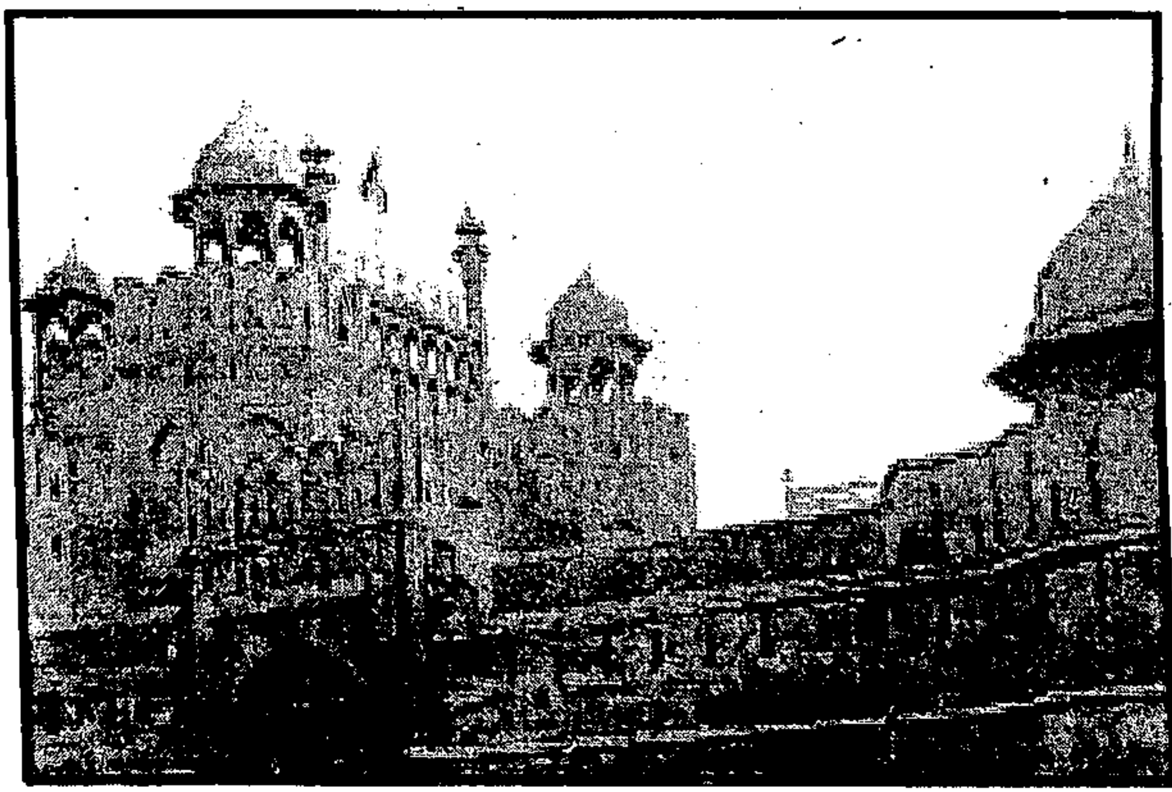

شکل نمبر 14.6 دہلی کا لال قلعہ

اس قلعہ کی شکل ایک متوازی الاضلاع مستطیل نما ہے جس کی لمبائی 930 میٹر اور چوڑائی 495 میٹر ہے اور جو مضبوط دیواروں سے محصور ہے۔ اس قلعہ کا مغربی دروازہ لاہوری گیٹ کہلاتا ہے، جسے ہم صدر دروازہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ایک اور صدر دروازہ ہے لیکن وہ کم ہی استعمال ہوتا ہے۔ فصیل کے چاروں طرف گہری خندق ہے۔

قلعہ میں کچھ اہم عمارتیں بھی ہیں جیسے دیوان عام، دیوان خاص، رنگ محل، موتی محل وغیرہ لیکن ان میں دیوان خاص میں زیادہ سج دھج اور شان و شوکت نظر آتی ہے۔ کیوں کہ اس کے در و دیوار اور چھت کو بیش قیمت چاندی کی استرکاری اور نادر و نایاب ہیرے

جواہرات سے مرصع کیا گیا تھا۔ نیز شاہی خلوت کدے 345 میٹر چوڑے اور 480 میٹر طویل احاطوں میں تعمیر کیے گئے تھے۔ جن سے جلال و جمال ہویدا تھا۔ ان تمام ہی عمارتوں کی خالص سنگ مرمر سے زیبائش کی گئی تھی، جس میں قیمتی پتھر جڑے ہوئے تھے۔ شاہ جہاں نے لال قلعہ میں اپنا پہلا دربار 18 اپریل 1648ء کو منعقد کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس منصوبے پر ایک کروڑ روپیہ کی خطیر رقم صرف ہوئی تھی۔

3.6.3 جامع مسجد دہلی

یہ عظیم الشان پر اثر مسجد لال قلعہ کے قریب ہی تعمیر کی گئی تھی۔ یہ نہ صرف ہندوستان بلکہ شاید دنیا کی سب سے بڑی مسجد ہے۔

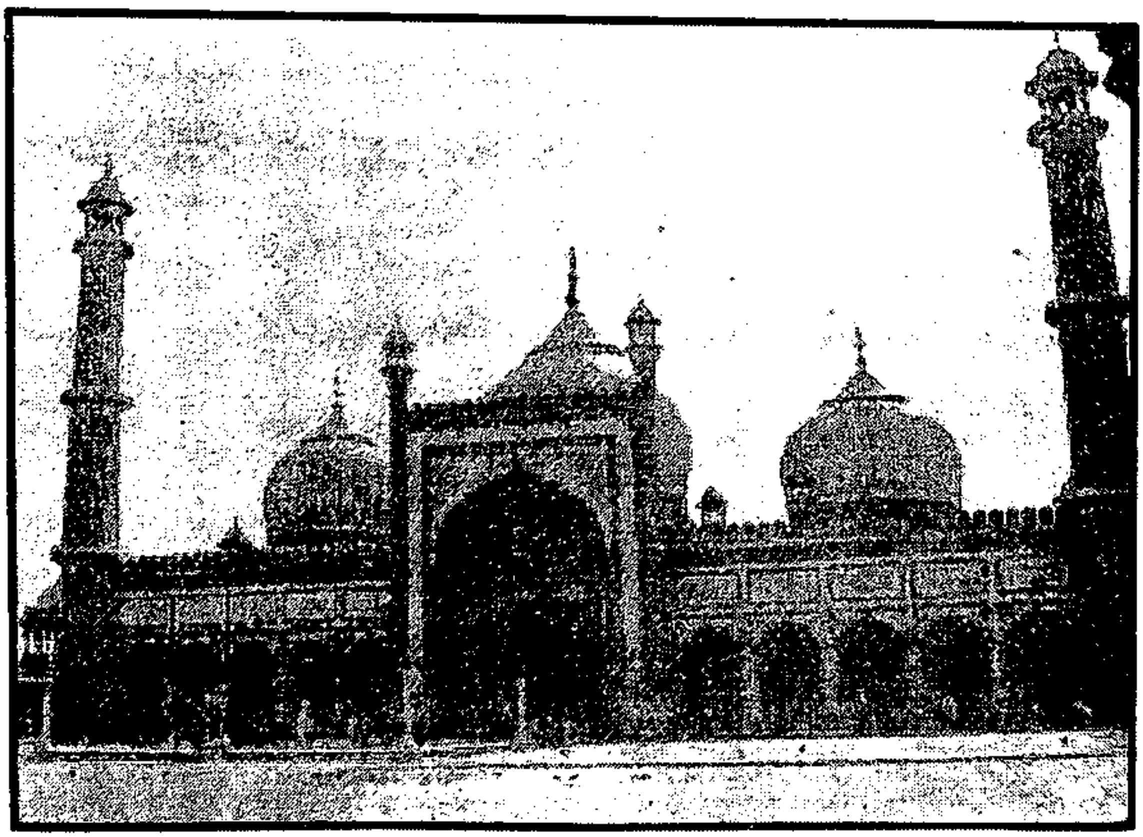

شکل نمبر 14.7 جامع مسجد دہلی

اس کی تعمیری خصوصیات یہ ہیں کہ اسے ایک بلند کرسی پر تعمیر کیا گیا ہے چھت میں تین گنبد ہیں جن پر دیدہ زیب کالی پٹیاں نظر آتی ہیں۔ اور چاروں کونوں پر چار مینار بنائے گئے ہیں۔ اس کے دالان کا رقبہ 37 مربع میٹر ہے اور وسط میں پانی کا ایک حوض تعمیر کیا گیا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر میں سنگ خارہ (Granite) کے علاوہ سُرخ ریتیلا پتھر اور سفید سنگ مرمر بھی استعمال کیے گئے تھے۔ اس کی تعمیر 1644ء میں شروع کی گئی تھی جو 1658ء میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اس مسجد میں بیک وقت کوئی دس ہزار لوگ نماز ادا کر سکتے ہیں۔

3.6.4 تختِ طاؤس

یہ مرصّع تختِ شاہی بھی شاہ جہاں کی عظمت کا ایک نشان تھا۔ اس کا نام کیرہ مینا کاری کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ جو بارہ زمردی ستونوں پر قائم تھا اور ہر ستون کو دو دو مور سہارے ہوئے تھے جن میں ہیرے جواہرات اور نگینے جڑے ہوئے تھے۔ ہر دو مور کے درمیان دیدہ زیب پیڑ بنائے گئے تھے جو ہیرے موتی، لعل، جواہر یاقوت سے دمک رہے تھے۔ 1739ء میں جب نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تو یہ تختِ طاؤس بھی اپنے ساتھ لے گیا۔

- شاہ جہاں نے کشمیر اور لاہور میں خوبصورت باغات بھی لگوائے تھے۔

3.7 محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر (1666ء تا 1707ء)

اورنگ زیب نے، جانشینی کی خونریز جنگوں کے بعد، عالمگیر کے لقب کی اختیاری کے ساتھ دہلی میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ وہ ایک مضبوط قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ اُس کی ابتدائی زندگی بڑی کامیاب رہی لیکن تخت و تاج سنبھالنے کے بعد خاندانی رواداری کی روایت سے سمجھوتہ نہ کرسکا لیکن ملک کی بھلائی اور توسیع میں کوئی کمی نہ کی۔

اورنگ زیب نے تخت نشینی کے بعد سب سے پہلے میر جملہ کی سرکردگی میں آسام کو مغل سلطنت میں شامل کیا۔ اسی دوران یوسف زئی قبیلے کے سردار "بھاگو" نے پشاور میں 1667ء میں اور اٹوک میں آفریدی قبیلے نے کابل میں تباہی مچادی جن کو سختی سے کچل دیا گیا۔ اورنگ زیب نے راجپوتوں سے تعلقات کو قائم رکھنے میں قدیم مغلیہ پالیسی کے بجائے سخت رویہ اختیار کیا۔ مال گذاری کی وصولی کے لیے مسلمان مقدم کی خدمات حاصل کیں۔ اس کے علاوہ غیر مذہب کے لوگوں پر جزیہ کی پانچ فیصد کے حساب سے وصولی کو ایک صدی قبل ممنوع قرار دیا تھا لیکن اورنگ زیب نے اسے پھر رائج کیا۔ بھنگ کی کاشت اور سکہ پر کلمہ کندہ کرنے کے طریقہ کو ختم کردیا۔

اورنگ زیب عالمگیر کو ہمیشہ دکن کی فکر لاحق رہی۔ شاہ جہاں کی بیماری نے دکن کی مہم کو ادھورہ چھوڑنے پر مجبور کردیا تھا۔ بیجاپور اور گولکنڈہ کے علاوہ مراٹھا سردار شیواجی بھی مغلیہ سلطنت کے لیے خطرہ بن گیا تھا۔ شیواجی نے بھی شیر شاہ کی طرح ترقی کے مدارج بہت تیزی سے طے کیے اور مغربی ہندوستان کے کئی قلعے فتح کرلیے۔ اورنگ زیب نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے جے سنگھ کو دکن کا گورنر مقرر کردیا جے سنگھ نے مہاراشٹرا میں مغلیہ افواج کی کثیر تعداد کو متعین کرکے حملہ کردیا۔ مراٹھا سردار کو "صلح نامہ پورندھار" پر دستخط کرنا پڑا۔ جس کے بعد 23 قلعے مغلوں کو واپس کرنے پڑے لیکن چار سال کی خاموشی کے بعد دوبارہ حرکت میں آتے ہوئے شیواجی نے برار، اورنگ آباد، دولت آباد وغیرہ پر قبضہ کرلیا اور شیواجی کی طاقت سے مجبور ہوکر بیجاپور کی حکومت نے اس سے معاہدہ کرلیا۔ شیواجی مغلوں کے لیے ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ شیواجی کا 3 اپریل 1680ء کو انتقال ہوا۔

اورنگ زیب 1686ء میں بیجاپور پر حملہ آور ہوا اور سکندر شاہ کو گرفتار کرکے دولت آباد روانہ کیا۔ بیجاپور کے بعد اُس نے گولکنڈہ کا رخ کیا لیکن کامیابی 1687ء میں ممکن ہوسکی۔ تانا شاہ کو دولت آباد لے جایا گیا۔

عالمگیر کا انتقال 20 اپریل 1707ء کو احمد نگر میں ہوا۔ اسے اورنگ آباد سے قریب خلد آباد میں دفن کیا گیا۔ وہ ایک نہایت قابل حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ عالم و فاضل بھی تھا۔ فارسی زبان پر اُسے عبور حاصل تھا۔ اُس نے ایک قرآن مجید بھی لکھی تھی۔ اورنگ زیب نے "قوانین شریعت" کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا جو کہ "فتوٰی عالمگیر" کے نام سے مشہور ہے۔ عالمگیر نے جو خطوط وقتاً فوقتاً اپنے بچوں کو لکھے ہیں اُن خطوط میں خیالات کا پختگی، صحت اور عمدگی قابل تعریف ہے۔ لیکن اُس کی عام تنگ نظری، محدود نظریات اور مذہبی انتہا پسندی اُس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی۔

3.8 سولھویں اور سترھویں صدی میں ہندوستان کے سماجی اور تمدنی حالات

سولھویں صدی کے آخر سے سترھویں صدی اواخر تک مغل سلطنت توسیع کے لحاظ سے اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ چکی تھی۔ سماجی اور تمدنی اعتبار سے اکبر کے عہد حکومت سے سترھویں صدی کے آخر تک کے زمانے میں اہم سماجی، معاشرتی اور تمدنی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ اس دور کے بیرونی سیاحوں نے اُس وقت کی سماجی حالت کا ذکر کیا ہے کہ ہندوستان میں رعایا خوش حال اور حکمران طبقہ پرشکوہ تھا، ساتھ ہی ساتھ کسانوں، دست کاروں اور مزدوروں کی غربت کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ رالف فچ یورپی سیاح سولھویں صدی کے اواخر میں ہندوستان آیا تھا وہ لکھتا ہے کہ "بنارس میں لوگ کمر سے لپٹے رہتے ہیں" اور "سردی کے موسم میں سوتی، روئی بھرے پوشاک اور رلائی کے ٹوپ پہنتے ہیں"۔ نکیتن دکن کے لوگوں کے بارے میں لکھتا ہے کہ "وہ ننگے پیر رہتے ہیں"۔

جہاں تک رہن سہن کا تعلق ہے دیہی علاقوں میں مٹی کے مکانات تھے جس میں چارپائی اور بانس کی چٹائیوں کا استعمال ہوتا تھا، یہی اُن کا فرنیچر تھا۔ مٹی کے برتن عام تھے کیوں کہ دھات کے برتنوں کی قیمت عام آدمی کے بس کی بات نہیں تھی۔ اہم اجناس میں چاول، باجرا اور دال کا شمار ہوتا تھا۔ جب کہ ساحلی علاقوں میں مچھلی و جھینگے اور جنوب میں گوشت کا عام رواج تھا۔ شمالی ہندوستان میں گیہوں کی روٹیاں، دال کی سبزی کھائی جاتی تھی۔ عام آدمی کا اصل کھانا شام میں ہوتا تھا۔ دن میں وہ بھنے ہوئے دانے یا کوئی دوسرا اناج چبا کر ہی گذارا کیا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں گھی، تیل، نسبتاً سستا اور غریبوں کی غذا کا اہم حصہ تھا۔ البتہ نمک اور شکر کسی قدر گراں ہوتی تھی۔ چراگاہیں بے حساب ہونے کی وجہ سے گائے اور بھینس کی پرورش زیادہ ہوا کرتی تھی۔ جس کی وجہ سے دودھ اور دودھ سے بننے والی اشیاء زیادہ تعداد میں میسر آتی تھیں۔

معیارِ زندگی کا سارا دار و مدار آمدنی پر ہی ہوتا تھا۔ گاؤں میں کسانوں کے پاس عام طور سے ہل اور بیل نہیں ہوتے تھے تو وہ عموماً بڑے زمینداروں کی زمین جوتتے تھے۔ قحط کے زمانے میں سب سے زیادہ مصیبت اُسی طبقہ کو اٹھانی پڑتی تھی، ایسے کسان جو اپنی ہی زمین پر کاشت کیا کرتے تھے خود کاشت کسان کہلاتے تھے۔ سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں یہاں گیہوں، چاول، چنا، جو، دالیں، باجرا وغیرہ کی کاشت کی جاتی تھی۔

عہد وسطیٰ میں یہاں کے لوگوں کا رہن سہن کچھ حد تک تو موسموں کے تابع اور کچھ حد تک میلوں، ٹھیلوں، تیرتھ یاتراؤں و دیگر جشنوں کے لحاظ سے ہوتا تھا۔ شہروں کا بڑا حصہ غریبوں یعنی دست کاروں، نوکروں، غلاموں، سپاہیوں وغیرہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ سیاحوں

کے سفرناموں کے بموجب سب سے نچلے درجے کے نوکر کی تنخواہ دو روپے ماہوار سے بھی کم تھی لیکن اس آمدنی میں بھی عام آدمی کے سارے خاندان کا بخوشی گذارا ہو جاتا تھا۔

اکبر اعظم کے عہد حکومت میں ہندوؤں کو امراء میں اہم مقام حاصل تھا۔ جن میں راجپوتوں کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ راجہ مان سنگھ اور راجہ بیربل دونوں ہی کی اکبر کے ساتھ ذاتی نوعیت کی دوستی تھی۔ راجہ ٹوڈرمل کو محصولات کے بندوبست میں سب سے زیادہ اہمیت تھی۔ جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہدِ حکومت میں منصب داروں میں افغانوں اور ہندوستانی مسلمانوں کو بھی شامل کیا گیا۔

ابوالفضل وغیرہ کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں زمین کی نجی ملکیت کا رواج کافی قدیم ہے۔ یہ ملکیت موروثی ہوتی تھی جو سب سے پہلے کوئی زمین جوتتا وہی اس کا مالک ہو جاتا تھا۔ فرانسیسی سیاح برنیئر کا کہنا ہے اُس زمانے میں ہندوستان میں لوگ یا تو بہت زیادہ امیر تھے یا تو بہت غریب۔ لیکن اس کے علاوہ اوسط طبقہ بھی تھا جو تاجروں، دکانداروں وغیرہ پر مشتمل تھا۔ یورپی سیاحوں نے آگرہ اور دہلی میں سکونت پذیر تاجروں کے شاندار اور عالیشان مکانات کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ چھوٹے تاجر اپنی دکانوں پر بنے مکانوں میں ہی رہتے تھے۔ سترھویں صدی میں کاروبار اور تجارت کو خوب فروغ ہوا جس کی سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ مغل عہد حکومت میں پورا ملک ایک اکائی بن گیا تھا اور ملک کے کونے کونے تک امن و امان قائم تھا۔ مغلوں نے سڑکوں اور سرایوں پر قابل لحاظ توجہ دی تھی جس سے مواصلات میں کافی سہولت ہو گئی تھی۔

3.9 مغلیہ سلطنت کا زوال

اورنگ زیب نے بیجاپور اور گولکنڈہ کی سلطنتوں کا خاتمہ کر کے اپنے لیے نئی مشکلات پیدا کر لی تھی۔ اب اُس نے اپنی ساری طاقت مراٹھوں کے خلاف لگا دی۔ 1689ء میں سنگ میشور پر مغلوں کے اچانک حملے سے سمبھاجی حیران و پریشان ہو گیا۔ اُسے گرفتار کر کے اورنگ زیب نے قتل کر دیا جو اورنگ زیب کی بڑی غلطی تھی۔ اس وقت اورنگ زیب اپنے تمام مخالفین اور دشمنوں کو ختم کر کے اپنے اقتدار کے نقطۂ عروج پر پہنچ چکا تھا۔ عالمگیر کو چاہیے تھا کہ وہ شمالی ہند واپس لوٹ جاتا اور مراٹھوں کی سرکوبی کا کام سپہ سالاروں پر چھوڑ دیتا۔ ولی عہد شاہ عالم و دیگر امراء کی یہ رائے تھی کہ کرناٹک کی ریاست کا بندوبست گولکنڈہ اور بیجاپور کے ماتحت حکمرانوں پر چھوڑ دیا جائے۔ لیکن اورنگ زیب نے ایک نہ سنی اور اپنی ساری توجہ کرناٹک کے وسیع اور خوش حال علاقوں کی جانب مبذول کی۔ اس طرح دوسرے علاقوں کے انتظام اور نظم و نسق کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ اُدھر مراٹھا سردار سمبھاجی کے چھوٹے بھائی راجہ رام مسلسل ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔ وہ جنجی میں بیٹھا مغلوں کے خلاف مسلسل جدو جہد جاری رکھے ہوئے تھا۔ اورنگ زیب نے جنجی میں راجہ رام کا محاصرہ کر لیا جو کافی طول کھینچا جنجی فتح ہوا لیکن راجہ رام فرار ہو گیا۔ اس کے بعد مراٹھوں کی مزاحمت میں شدت آ گئی جس کے باعث مغلوں کا بھاری نقصان ہوا۔ اورنگ زیب کا 1707ء میں احمد نگر میں انتقال ہو گیا لیکن اسے اورنگ آباد میں دفن کیا گیا۔ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی سلطنت چھوڑ گیا جو بالکل کمزور ہو چکی تھی۔

اورنگ زیب کی موت کے فوراً بعد ہی مغل سلطنت کا تیزی سے زوال شروع ہو گیا۔ مغل دربار امراء کی آپسی لڑائیوں کا اکھاڑہ

بن گیا اکثر صوبائی حاکموں نے خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ مراٹھوں کے حملے دکن سے بڑھ کر شمال کی طرف بھی ہونے لگے تھے۔ مغلوں کی کمزوری اس وقت ساری دُنیا کے سامنے آ گئی جب 1739ء میں نادرشاہ نے دہلی کو کھلے عام لوٹ لیا اور بادشاہ کو قیدی بنا لیا تھا۔

عہدِ وسطیٰ میں ہندوستان میں تجارت، صنعت اور غذائی اجناس کی پیداوار میں اضافہ اس وقت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق نہیں ہو رہا تھا۔ کیوں کہ زرخیز زمین کے باوجود زراعت میں رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔ اس کے علاوہ کاشت کاروں کو راغب کرنے میں زمینداروں اور گاؤں کے مکھیاؤں میں مسلسل مقابلہ چلتا رہتا تھا۔

اورنگ زیب مراٹھا مسئلہ کو حل کرنے میں ناکام رہا۔ ادھر مراٹھوں کی طاقت دن بدن بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ مغلوں کے علاقوں پر مراٹھوں کے حملے مسلسل جاری تھے۔

اورنگ زیب عالمگیر کی مذہبی پالیسی کو سماجی، معاشی اور سیاسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ اورنگ زیب کا انداز فکر نہایت قدامت پرستانہ تھا اور اُس نے اسلامی قوانین کے ہی دائرہ کار تک محدود رہنے کو ترجیح دی لیکن اسلامی قوانین کی نشوونما ہندوستان سے باہر بالکل مختلف ماحول میں ہوئی تھی جس کی وجہ سے ان کو ہندوستان پر سختی سے لاگو کرنا بہت مشکل تھا۔ اورنگ زیب نے جس طرح بے شمار موقعوں پر اپنی غیر مسلم رعایا کے جذبات کو نظر انداز کیا، مندروں کے تعلق سے قدیم پالیسی اختیار کی اور جزیہ عائد کیا لیکن اس کے باوجود وہ مسلمانوں کو اپنا ہمنوا نہیں بنا سکا اور اسلامی قوانین پر مبنی سلطنت کے حق میں کوئی زیادہ وفاداری پیدا نہیں کر سکا۔ دوسری طرف جزیہ وغیرہ کے نفاذ نے ہندو رعایا کو ناخوش کر دیا اور اُن لوگوں کے ہاتھ مضبوط ہو گئے جو سیاسی اور دیگر وجوہات کی بناء پر مغل سلطنت کے مخالف تھے۔ چنانچہ اورنگ زیب کے انتقال کے چھ سال کے اندر اندر جزیہ کی وصولی کو ختم کر دیا گیا اور مندروں کی تعمیر پر عائد پابندی میں ڈھیل دے دی گئی لیکن پھر بھی مغل سلطنت کے زوال کی تیزی اور انتشار کا عمل جاری رہا۔

اورنگ زیب کے بعد سلطنت مغلیہ تیزی سے روبہ زوال رہی، اس کے جانشین تمام ترکمے ثابت ہوئے جس کی وجہ سے انگریزوں کے قدم ہندوستان میں جم گئے۔ مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے عہد میں ہندوستانیوں نے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے لیے ان کے خلاف متحد ہو کر 1857ء میں آزادی کی جنگ چھیڑ دی، لیکن اس میں ہندوستانیوں کو کامیابی نہ مل سکی اور انگریزوں نے بہادر شاہ ظفر کو معزول کر کے مغلیہ عہد کا خاتمہ کر دیا۔

3.10 مغل تہذیبی ورثہ اور علمی سرپرستی

مغل عہد میں ہندوستان میں ہمہ جہت ثقافتی اور تہذیبی سرگرمیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ فن تعمیر، مصوری، ادب اور موسیقی کے میدانوں میں مغلیہ دور میں جو تخلیقات کی گئیں وہ ایک معیار ثابت ہوئیں اور آئندہ نسل پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ شمالی ہندوستان میں گپتا عہد کے بعد مغل عہد کو دوسرا کلاسیکی عہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ مغلوں کی آمد کے بعد ترکی، ایرانی اور ہندوستانی تہذیبوں کے سنگم سے ایک نئی تہذیب کا وجود ہوا۔ بابر کو اپنے وسطی ایشیاء اور مغربی ایشیائی تہذیبی ورثہ کا پورا احساس تھا۔ اس نے ہندوستان کی تہذیب کے کئی پہلوؤں کو تنقیدی نظر سے دیکھا تھا۔ پندرھویں صدی کا تہذیبی ارتقاء مغل تہذیب کی ترقی میں مددگار ثابت ہوا۔ مغل عہد حکومت

میں ہندوستان میں جس تہذیب کو فروغ حاصل ہوا وہ بلاشبہ ایک قومی تہذیب کی بنیاد ثابت ہوئی۔

مغلوں کے دور میں کئی ایرانی علماء نے ترک وطن کر کے ہندوستان کو ہی اپنا وطن بنالیا، جن کی مدد سے کئی سنسکرت کتابیں فارسی میں منتقل کی گئیں، چنانچہ اکبر اعظم کے عہد میں بدایونی نے ''رامائن'' کا ترجمہ فارسی میں کیا۔ ابوالفضل فیضی نے ''مہابھارت'' کو فارسی میں منتقل کیا۔ اسی طرح حاجی ابراہیم سرہندی نے اتھرو وید کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ان کے علاوہ کچھ تاریخی واقعات پر بھی کام ہوا، جیسے ابوالفضل نے ''آئین اکبری'' اور ''اکبر نامہ'' ترتیب دیا جن سے اکبر کی انتظامی ساخت اور عملداری کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے علاوہ بدایونی نے ''منتخب التواریخ'' اور نظام الدین احمد نے ''طبقات اکبری'' جیسی مستند تواریخ تصنیف کیں۔

جہانگیر نے اپنی سوانح حیات ''تزک جہانگیری'' فارسی میں تحریر کی۔ شاہ جہاں کے عہد میں ''پادشاہ نامہ'' کو عبدالحمید لاہوری نے تحریر کیا، جب کہ عنایت خاں نے ''شاہ جہاں نامہ'' لکھا۔

شاہ جہاں کے ولی عہد دارا شکوہ نے اپنشدوں کا ترجمہ فارسی میں کروایا تھا۔ اس دور میں قاضی خاں بھی مشہور ادیب گزرے ہیں جنھوں نے ''منتخب اللغات'' اور ''فتاویٰ عالمگیری'' جیسی معرکۃ الآراء کتابیں لکھیں، یہ کام اورنگ زیب کے دور میں ہوا۔ عبدالرشید نے فارسی قواعد بعنوان ''فرہنگ رشیدی'' تصنیف کی تھی۔

مغل دور میں فارسی کے علاوہ ہندی زبان نے بھی نمایاں ترقی کی تھی۔ اکبر اعظم نے ہندی زبان کی بڑی سرپرستی کی تھی۔ ملک محمد جائسی اس زمانے کا مشہور ہندی شاعر گزرا ہے جس نے 1540ء میں ''پدماوتی'' نظم کیا تھا۔ اکبر کے نورتنوں میں بیربل، راجہ مان سنگھ، راجہ بھگوان داس اور راجہ ٹوڈرمل ہندی زبان کے اچھے شاعر گزرے ہیں۔ ان کے علاوہ ہندی شاعری میں عبدالرحیم خان خاناں کا نام نہایت شہرت رکھتا ہے جو بیرم خاں کے بیٹے تھے۔ مغل دور میں تلسی داس 1532ء تا 1623ء رام بھگتی کا ایک عظیم الشان شاعر گزرا ہے جس نے ''رام چرتر مانس'' نامی مقبول عام کتاب لکھی۔

شاہ جہاں کے دور میں کیشو داس نے فن شاعری کے بارے میں لکھا۔ ''بہاری'' نے اپنے ''دوہے'' لکھ کر جادو جگایا جنھیں ''بہاری ستسہ سائی'' میں یکجا کیا گیا۔ اسی طرح بھوشن نے ہندو جنگجوؤں کے کارنامے لکھے۔

اسی دور میں ہندی اور فارسی کے اختلاط سے ایک نئی زبان وجود میں آئی جسے اُردو کہا جانے لگا، یہ لشکری زبان ہندی سے مشابہ تھی، فرق صرف اتنا تھا کہ اس کا رسم الخط فارسی سے لیا گیا تھا۔ پہلے اس کا نام ''زبان ہندوی'' تھا بعد میں ریختہ ہوا، پھر اُردوئے معلّٰی اور آخر اُردو زبان کے نام سے مشہور ہوئی۔ مغلیہ دور کے آخری زمانے میں اسے بے حد ترقی ہوئی، اس زمانے کے مشہور شاعروں میں میرؔ، غالبؔ، آبروؔ، سوداؔ، ذوقؔ وغیرہ کے مجموعہ کو ''دیوان'' کہا جاتا ہے۔ یہ زبان اپنی شیرینی کی وجہ سے آج بھی ملک کے طول عرض میں بولی جاتی ہے۔

3.11 فن تعمیر

مغلوں نے عظیم الشان عمارتیں، دروازے، مسجدیں، باؤلیاں وغیرہ تعمیر کروائیں۔ اس دور میں رواں پانی اور فواروں سے

مزین کئی باغات بھی لگوائے۔ شہنشاہ بابر نے آگرہ اور لاہور میں کئی باغ لگوائے۔ جہانگیر کے لگوائے ہوئے کشمیر کا نشاط باغ، لاہور کا شالیمار باغ اور پنجاب کی ترائی کا پنجور گارڈن آج بھی موجود ہے۔ اکبر اعظم نے سب سے پہلے بڑے پیمانے پر عمارتیں تعمیر کروائیں جن میں سب سے مشہور آگرہ کا قلعہ اور 1572ء میں آگرہ سے 36 کلومیٹر کے فاصلے پر عظیم الشان فتح پور سیکری کا قلعہ نما محل تعمیر کروایا۔ پہاڑی پر تعمیر اس محل میں ایک جھیل بھی تھی۔ ہوا خوری کے لیے پنج محل کی گجراتی طرز پر تعمیر عمل میں آئی۔ ایسی ہی عمارتیں آگرہ کے قلعہ میں بھی بنوائی گئیں۔ فتح پور سیکری کی سب سے شاندار عمارت اس کا بلند دروازہ اور مسجد ہے۔ یہ دروازہ گجرات کی فتح کی یاد میں بنایا گیا تھا۔ یہ بلند دروازہ نصف گنبد کی طرز پر تعمیر کروایا گیا تھا۔ جہانگیر کے عہد حکومت میں مکمل سنگ مرمر کی عمارتیں بنا کر اس میں قیمتی نگینوں کو جوڑنے گل کاری وگل بوٹے بنا کر دیواروں کی زینت بڑھانے کا سلسلہ شروع ہوا جو شاہ جہاں کے عہد میں نقطۂ عروج کو پہنچ گیا۔ فن تعمیر کا لاجواب شاہکار تاج محل کی تعمیر میں سنگ مرمر پر نگینوں، قیمتی پتھروں کی گل کاری میں سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ سنگ مرمر کی حسین جالیوں، قیمتی پتھروں کی مینا کاری اور چھتریوں سے اس کے حسن میں چار چاند لگ گئے۔ اس کا بڑا گنبد اور چبوترے کے چاروں کناروں پر چار مینار اپنی نظیر آپ ہیں۔

شاہ جہاں نے دہلی میں شاندار لال قلعہ تعمیر کروایا۔ اُس نے مساجد کی تعمیر پر بھی خاص توجہ دی۔ دورِ شاہجہانی کی دو سب سے خوبصورت مساجد میں ایک تو آگرہ کے قلعہ کی موتی مسجد ہے جو کہ تاج محل کی طرح ہی سنگ مرمر سے تعمیر کرائی گئی ہے، دوسری دتی کی جامع مسجد جو مکمل طور پر سنگ سُرخ کی بنی ہے۔ اس کے بلند دروازے، بلند مینار اور گنبدیں اس مسجد کی اہم خصوصیات ہیں۔

فن تعمیر کے ساتھ ساتھ مغلیہ عہد میں مصوری کے فن کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ انھوں نے فن مصوری کی ایک ایسی زندہ روایت کی بنیاد رکھی جو مغل سلطنت کے زوال کے بعد بھی کافی عرصہ تک ملک کے مختلف حصوں میں برقرار رہی۔ مغل طرز مصوری شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں عروج کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ گئی تھی۔ جہانگیر نے اس فن کی خوب قدر دانی کی۔ شکار، جنگ کا میدان اور شاہی دربار کے مناظر کی عکاسی اور انسانی چہروں اور جانداروں کی تصاویر بنانے کی سمت کافی پیش رفت ہوئی۔ فن مصوری میں منصور کی بڑی شہرت تھی۔ اس کے بعد شاہ جہاں کے عہد میں یہ فن جاری رہا لیکن اورنگ زیب نے مذہبی بنیادوں پر عدم دلچسپی کا اظہار کیا۔

4 سبق کا خلاصہ

ظہیر الدین بابر نے 1526ء عیسوی میں پہلی جنگ پانی پت میں ابراہیم لودھی کو شکست دینے کے بعد مغلیہ سلطنت کا بیج بویا تھا۔ 1529ء میں رانا سانگا کی شکست کے بعد جڑیں مضبوط کر لیں اور اس نے ہندوستان میں قیام کو ترجیح دی۔ بابر کے جانشین ہمایوں کی کمزور حکومت شیر خان جیسے بہادر کا مقابلہ نہ کر سکی۔ ہمایوں کو ورثہ میں ایک غیر مستحکم حکومت ملی تھی۔ جس کا استحکام ہمایوں کے بس کی بات نہیں تھی۔ بنگال کی مہم سے واپسی پر چونسہ کے مقام پر 1539ء میں شیر خان کے ہاتھوں شکست کے بعد ہمایوں تخت وتاج سے ہاتھ دھو بیٹھا اور ایران میں پناہ لی اور سولہ سال بعد دوبارہ 1555ء میں دہلی پر قبضہ کر لیا لیکن جلد ہی اس دُنیا سے کوچ کر گیا۔

شیر خان 62 سال کی عمر میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اُس میں انتظامی صلاحیتیں تھیں۔ وہ بہار کا بے تاج بادشاہ تھا۔ ہمایوں کو

شکست دے کر ایک طاقتور سلطنت قائم کی اور عوام کی بھلائی کے لیے کئی اصلاحات کیں۔ عالیشان عمارتیں، سڑکیں وغیرہ تعمیر کیں۔ اس کے انتقال کے بعد اسلام شاہ کو ہمایوں نے شکست دی۔

مغلیہ سلطنت کو استحکام اکبر کی تخت نشینی کے بعد نصیب ہوا۔ اکبر نے شیر شاہ سوری کی اصلاحات کو جاری رکھا لیکن اُس کے ساتھ نئی نئی اصلاحات بھی کیں۔ فوجی قوت میں اضافہ کیا۔ نظم ونسق پر توجہ مبذول کی۔ راجپوتوں سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ عمارتیں تعمیر کروائیں اکبر اعظم کا دور مغلیہ حکومت کا سنہری دور تھا۔ اکبر اعظم کے بعد جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب یکے بعد دیگر تخت نشین ہوئے۔ جہانگیر نے فنون لطیفہ، عدل وانصاف وغیرہ پر خاص توجہ دی۔ شراب کو ملک میں ممنوع قرار دیا۔ اُس نے کشمیر اور لاہور میں کئی باغات لگوائے جو آج بھی موجود ہیں۔ جہانگیر ہی کی زندگی میں جانشینی کے لیے کشمکش شروع ہو چکی تھی۔ اُس کے بعد بڑا لڑکا خرم، شاہ جہاں کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ شاہ جہاں کا دور حکومت امن وامان کا دور تھا۔ ملک میں چاروں طرف سکون اور رعایا خوش حال تھی۔ اس لیے شاہ جہاں نے فنون لطیفہ اور تعمیرات پر توجہ دی۔ دہلی میں لال قلعہ، جامع مسجد، آگرہ میں حسین وعالیشان تاج محل، آگرہ کے قلعہ کی موتی مسجد وغیرہ سب شاہ جہاں کے اعلیٰ ذوق تعمیرات کی نشانیاں ہیں۔ وہ ایک رعایا پرور بادشاہ تھا۔ سنہ 1666ء میں شاہ جہاں کا انتقال ہوا لیکن خونریز جنگوں کا سلسلہ ایک سال پہلے اُس کی زندگی میں شروع ہو چکا تھا۔ اورنگ زیب اپنے والد کو آگرہ کے قلعہ میں قید کر کے خود تخت نشین ہوا۔ اُس نے خاندانی روایت سے سمجھوتہ نہیں کیا۔ البتہ ملک کی بھلائی اور توسیع میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ کشمیر سے کنیا کماری تک اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ اورنگ زیب جب اپنے اقتدار کے نقطہ عروج پر تھا خواہ مخواہ دکن میں ایک طویل عرصہ تک قیام کر کے شمالی ہند میں بدامنی پھیلانے کا باعث بنا۔ حالاں کہ دکن کو کسی صوبہ دار کے حوالے کر کے وہ شمالی ہندوستان آ سکتا تھا لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ جس سے مرکزی حکومت کمزور ہو گئی۔ 1707ء میں اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال کے بعد اس کے جانشین اپنی نااہلی کی وجہ سے حکومت کو مضبوطی سے نہ چلا سکے اور مغلیہ سلطنت رفتہ رفتہ اور بتدریج زوال پذیر ہو گئی اور بہادر شاہ ظفر کے دور میں 1857ء کی پہلی جنگ آزادی میں ہندوستانیوں کی شکست کے بعد سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

مغل سلاطین نے علم وادب کی بڑی سرپرستی کی۔ اُن کے دربار سے سنسکرت، ہندی، فارسی اور اُردو کے عظیم تاریخ داں، شعراء، ادباء وابستہ رہے۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) پانی پت کی پہلی جنگ کس سنہ میں ہوئی تھی؟

2) ہمایوں کو ہندوستان سے باہر کس نے نکالا تھا؟

3) شیر شاہ سوری کا اصل نام کیا تھا؟

4) اکبر کہاں پیدا ہوا تھا؟

5) اورنگ زیب نے کتنے سال حکومت کی؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) شیر شاہ سوری کی اصلاحات بیان کیجیے۔

2) کس مغل بادشاہ نے سلطنت مغلیہ کو مضبوط و مستحکم کیا لکھیے۔

3) اکبر اعظم کی اصلاحات وانتظامی اُمور پر روشنی ڈالیے۔

4) شاہ جہاں کے بارے میں تفصیل لکھیے۔

5) اورنگ زیب کی فتوحات کے بارے میں لکھیے۔

6) سولھویں وسترھویں صدی کے ہندوستان کے سماجی وتمدنی حالات بیان کیجیے۔

7) مغلوں کے زوال کے اسباب بیان کیجیے۔

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) شمالی ہندوستان کی سیاسی .... کی وجہ سے .... کو ہندوستان آنے کا خیال آیا۔

2) 19-1518ء میں .... پار کرکے .... فتح کرکے .... کو پیغام بھیجا کہ .... کے زیر اثر سارے علاقہ اُس کے .... کردیں۔

3) رانا سانگا نے .... کو ہندوستان آنے کی .... دی تھی۔

4) ہمایوں بڑی مشکل سے ایک .... کی مدد سے .... پار کرکے اپنی جان بچا پایا۔

5) دیہی علاقوں میں .... کے .... تھے جس میں .... اور .... کی چٹائیاں استعمال کی جاتی تھیں۔

6) اکبر اعظم کے .... میں ہندوؤں کو بھی .... میں شامل کیا گیا۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) مالوہ میں واقع پر بھی فتح حاصل کرلی (چندیری، چندیری، سوندیری)

2) ہمایوں بعمر تخت نشین ہوا (25برس، 24برس، 23برس)

3) ہمایوں نے دہلی کے قریب شہر تعمیر کروایا (مخزن پناہ، دین پناہ، دین پناہ)

4) شیر شاہ کے ولی عہد نے قانون کو تحریری شکل دی (انعام شاہ، اسلام شاہ، اسلم شاہ)

5) شیر شاہ کی آخری فوجی کاروائی قلعہ پر تھی (نالنجر، کالنجر، شاہ لنجر)

6) اکبر اعظم نے اس مذہب کی بنیاد رکھی (دین الہامی، دین الٰہی، دین امامی)

7) شیواجی کا 3 راپریل سنہ کو انتقال ہوا (1707ء، 1780ء، 1680ء)

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) لاہور کی کامیابی نے اس کے	میں بہت غربت تھی۔
2) کابل اور دیگر افغان شہروں	ارادوں میں مضبوطی پیدا کر دی۔
3) رانا سانگا ابتداء میں مالوا میں	ابھی مغلیہ نظام حکومت مستحکم نہیں ہوا تھا۔
4) بابر سے ورثہ میں کئی مشکلات ملیں	محمود خلجی کو شکست دے کر بیلیا کھار تک پہنچ گیا تھا۔
5) اکبر نے منصب داری نظام کے ذریعہ	دور مغلیہ حکومت کا سنہری دور کہلاتا ہے۔
6) اکبر نے پچاس سال حکومت کی اس کا	فوجی افسروں اور سپاہیوں کو منظم کیا۔

سبق 11 بھکتی کی تحریک اور تصوف

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 بھکتی کی تحریک کا مطلب

3.1.1 بھکتی کی تحریک کی ابتداء

3.2 بھکتی تحریک کے مصلحین

3.2.1 سنت رامانج 1060ء

3.2.2 سنت رامانند

3.2.3 سنت نام دیو 1270ء تا 1350ء

3.2.4 سنت گیا نیشور 1275ء تا 1296ء

3.2.5 سنت کبیر 1440ء تا 1518ء

3.2.6 میرابائی 1448ء تا 1583ء

3.2.7 گرونانک 1469ء تا 1538ء

3.2.8 چیتنیہ مہاپربھو 1486ء تا 1533ء

3.2.9 سنت ایکناتھ 1533ء تا 1599ء

3.2.10 سنت تکارام 1608ء تا 1651ء

3.2.11 گرورام داس1608ء تا1681ء

3.3 تصوف کی ابتداء

3.3.1 تصوف کا مطلب

3.3.2 تصوف کی ابتداء

3.3.3 تصوف کی تعلیمات

3.4 صوفیائے کرام کے سلسلے

3.4.1 سلسلہ چشتیہ

3.4.2 سلسلہ سہروردیہ

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم بھکتی کی تحریک اور سوراج کی ابتداء کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے۔

☆ بھکتی سے کیا مراد ہے اس کی شروعات کہاں ہوئی اور اس میں کس چیز پر زور دیا گیا۔

☆ بھکتی تحریک میں کون کون لوگ شامل تھے اور ان کا کیا پیغام تھا۔

☆ مہاراشٹرا میں کن مہاپرشوں نے بھکتی کی تحریک کو آگے بڑھایا۔

☆ سنت گیانیشور کے کارہائے نمایاں

☆ سنت نام دیو کی نظمیں

☆ سنت تکارام کے کارنامے

☆ سنت ایکناتھ کا دور

☆ گرو رام داس کی تعلیمات اور سوراج کی ابتداء

☆ تصوف کی ابتداء

☆ تصوف کی تعلیمات

☆ تصوف کے سلسلے

2 تمہید

پچھلے سبق میں ہم نے سلطنت مغلیہ کے عروج و زوال کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اب اس سبق میں ہم بھکتی کی تحریک کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 بھکتی کی تحریک کا مطلب

بھکتی کا مطلب خدا اور انسان کے درمیان عارفانہ تعلقات قائم ہونا ہے۔ اس لیے بھکتی کی تحریک میں اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ انسان خدا سے بجائے خود عارفانہ تعلقات قائم کرے۔ ایک لحاظ سے یہ تحریک کوئی نئی تحریک نہیں ہے بلکہ ویدوں اور اپنشدوں میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے البتہ دور وسطیٰ میں یہ زور پکڑ گئی تھی۔

3.1.1 بھکتی کی تحریک کی ابتداء

کہا جاتا ہے کہ شری جگت گرو شنکراچاریہ نے سب سے پہلے اس تحریک کی ابتداء کی اور ایک خیال یہ بھی ہے کہ بھکتی تحریک کی ابتداء جنوبی ہند میں ہوئی، جب کہ "نائنار" اور "آلور" سنتوں نے عوام کو ان ہی کی مقامی زبان میں محبت اور خدا سے بھکتی کا درس دیا۔ ان کا مقصد دراصل "وشنو" اور "شیو" کے ماننے والوں کو باہم قریب لانا تھا۔ اس طرح بھکتی کے مسلک یا تحریک کا مقصد ہندوؤں میں

اصلاح برلانا تو تھا ہی لیکن چوں کہ اس کا تصور عہد وسطیٰ میں شدت اختیار کر گیا تھا اس لیے اس دور میں اس کا مقصد ہندوؤں کے علاوہ مسلمانوں اور دیگر تمام مسالک کے ماننے والوں میں اصلاح کے ساتھ ساتھ اتحاد پیدا کرنا تھا۔

3.2 بھکتی تحریک کے مصلحین

3.2.1 سنت رامانج 1060ء

پیدراس (موجودہ چنائی) کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ اور بھگوان وشنو کے بڑے بھکت تھے اور یہی پیغام انھوں نے مقامی زبان میں دیا کہ وہ وشنو کی بھکتی میں ڈوب جائیں۔

3.2.2 سنت رامانند

یہ سنت رامانج کے شاگرد تھے، وہ پراگ (الٰہ آباد) میں پیدا ہوئے تھے اور زیادہ تر پراگ اور بنارس میں ہی رہتے تھے۔ گو کہ وہ سنت رامانج کے شاگرد تھے مگر انھوں نے بھگوان وشنو کی بجائے بھگوان رام کی بھکتی کا درس دیا کیوں کہ بھگوان رام دراصل بھگوان وشنو کے ہی اوتار تھے۔

وہ پسماندہ طبقات کے ساتھ میل ملاپ کا درس دیتے تھے اور ان کے ساتھ کھانے پینے کی پابندی کے سخت مخالف تھے۔ ان کے شاگردوں میں تمام ذاتوں کے لوگ شامل تھے، مثلاً کبیر داس ایک جولاہے خاندان کے پروردہ تھے، سنت روی داس ایک موچی تھے، سنت سدانا اور سنت سینا نائی تھے، جب کہ سنت سکھنا ایک قصائی تھے۔

3.2.3 سنت نام دیو 1270ء تا 1350ء

ان کا جنم مہاراشٹرا میں پنڈھرپور میں ہوا تھا، جہاں آج بھی ایک عظیم تیرتھ یاترا منائی جاتی ہے۔ سنت نام دیو ذات کے درزی لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک پرگو شاعر بھی تھے۔ ان کی شاعری تمام تر بھکتی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ انھوں نے مراٹھی اور ہندی میں کئی گیت لکھے۔ ان کی نظمیں سکھوں کی "ادی گرنتھ" میں بھی شامل ہیں۔ انھوں نے اپنے پیغام کو دُور دُور تک پہنچایا۔ پورے ملک کا دورہ کیا۔ دہلی بھی گئے اور وہاں صوفی سنتوں سے تبادلۂ خیال کیا۔ سنت نام دیو دراصل مہاراشٹرا کی بھکتی تحریک اور شمالی ہند کی موحدانہ تحریک کے درمیان ایک کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں، کیوں کہ وہ بھی بت پرستی کے مخالف تھے۔ اس لیے انھیں "ورکری" روایات یعنی وشنو پرستانہ کا ہی ایک حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں "ہرگناشت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

3.2.4 سنت گیانیشور 1275ء تا 1296ء

مہاراشٹرا میں بھکتی تحریک کی ابتدا انھوں نے ہی کی تھی۔ وہ مہاراشٹرا کے تعلقہ پٹن کے موضع پیگاؤں میں ایک برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ جو دریائے گوداوری کے کنارے آباد ہے۔ وہ سری کرشن جی کی پوجا کرتے تھے۔ جنھیں مہاراشٹرا میں عام طور پر

ڈھوبایا ڈھل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شہر پنڈھر پور میں ان کا ایک بڑا مندر ہے، جہاں ہر سال بڑی جاترا ہوتی ہے، جس میں ہزاروں بھکت شامل ہوتے ہیں۔ سنت گیا نیشور نے پندرہ سال کی عمر میں ہی بھگوت گیتا کی تفسیر لکھی تھی۔ جو گیا نیشوری کے نام سے مقبول عام ہوئی۔ یہ مراٹھی زبان کے اولین ادب پاروں میں سے ایک اہم کام تھا۔ جو مہاراشٹرا میں بھکتی تحریک کی بنیاد ثابت ہوا۔ انھوں نے مراٹھی زبان میں کئی نظمیں بھی لکھیں، جنھیں ''ابھنگ'' کہا جاتا ہے۔ سنت گیا نیشور کو سنسکرت زبان پر بھی بڑی قدرت حاصل تھی۔ جس کی وجہ سے انھیں مراٹھی ادب میں بڑی مدد ملی۔ ان کی دیگر تصانیف میں ''امرتا نو بھوا''، ''آتما ی بھوا''، ''بھور تھ دیپکا'' اور ''کالنگا دیوا پرستی'' وغیرہ شامل ہیں۔

شکل نمبر 11.1 سنت گیا نیشور

سنت گیا نیشور رسم و رواج اور بھینٹ بلی کے سخت خلاف تھے۔ انھوں نے ذات پات میں امتیاز اور مورتی پوجا کی بھی مخالفت کی۔ اسی لیے انھیں ''ادنیان دیو'' کہا جاتا ہے۔ ان کے کئی عقیدت مند تھے، جنھیں ''ورکری'' کہا جاتا تھا۔ جن میں ہر ذات کے لوگ شامل تھے۔ وہ اپنے بھکتوں کو بھگوان کی تعریف میں بھجن گان کا درس دیتے تھے۔ مگر وہ محض 21 سال کی عمر میں پونے کے قریب النڈی کے مقام پر 1296ء میں وفات پا گئے۔

3.2.5 سنت کبیر 1440ء تا 1518ء

کہا جاتا ہے کہ کبیر ایک برہمن کے بڑے لڑکے تھے مگر ان کی پرورش ایک مسلم لاولد جوڑے نیما اور نیرو نے کی تھی۔ ہندو مسلم سبھی ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔

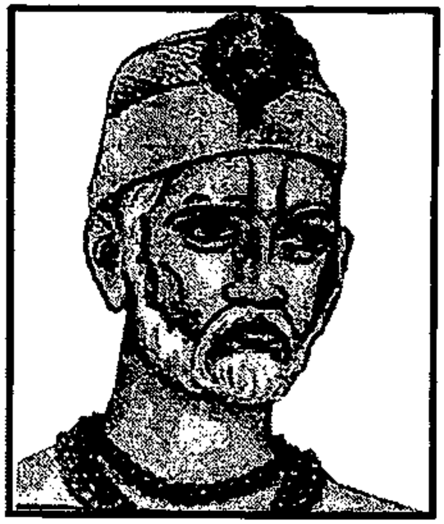

شکل نمبر 11.2 سنت کبیر

کبیر ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی تھے۔ کاشی میں قیام کے دوران ہندو سنتوں اور مسلم صوفیوں سے ان کا میل ملاپ رہا۔ کبیر خدا کی وحدانیت پر زور دیتے تھے، مگر دونوں مذاہب کی باقاعدہ عبادات کے حامی نہ تھے، بلکہ ان کا کہنا تھا کہ خدا کو رام، رحیم، ہری، گوبند، سائیں وغیرہ کسی بھی نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ انھیں محبت کے ایسے مذہب پر یقین تھا جو تمام ذاتوں اور طبقوں میں اتحاد قائم کرے۔ اس مقصد سے سنت کبیر نے کئی کتابیں لکھیں جو ان کے مشہور دوہوں کے علاوہ تھیں، جنھیں ہندو مسلم سبھی آج بھی پڑھتے اور سر دھنتے ہیں۔ سنت کبیر کے ماننے والے "کبیر پنتھی" کہلاتے ہیں۔

3.2.6 میرا بائی 1448ء تا 1583ء

ان کا تعلق میواڑ کے شاہی گھرانے سے تھا۔ یہ چیتنیہ مہاپربھو کی طرح کرشن مسلک سے تعلق رکھتی تھیں۔ انھوں نے کم عمری میں ہی عیش و عشرت کی زندگی کو ترک کر دیا اور سری کرشن کی بھکتی شروع کی۔ ان کی بھکتی میں میرا بائی نے کئی گیت اور بھجن راجستھانی زبان میں موزوں کیے، جنھیں بعد میں ہندی اور گجراتی میں بھی نظم کیا گیا۔

شکل نمبر 11.3 میرابائی

3.2.7 گرونانک 1469ء تا 1538ء

گرونانک پنجاب میں دریائے راوی کے کنارے ایک مقام تلونڈی کے ایک کھتری خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی پیدائش 1469ء میں ہوئی تھی۔ تلونڈی کو بعد میں عقیدتاً "ننکانا صاحب" کا نام دیا گیا۔ بچپن ہی سے وہ ہندو مسلم سنتوں اور صوفیوں کی صحبت میں رہے، چنانچہ انھوں نے اپنے ایک مسلم خادم "مردانا" اور ایک ہندو ساتھی "بالا" کی مدد سے رباب کی دھن پر حمد و ثنا پر مبنی کئی نغمے ترتیب دیئے۔ انھوں نے پورے ہندوستان کی سیر کی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مکہ شریف بھی تشریف لے گئے تھے۔ آخرکار وہ کرتارپور میں بس گئے۔

گرونانک عالمی بھائی چارہ کے علم بردار تھے۔ خدا کی وحدانیت کی تلقین کرتے اور صبر و ضبط کی تعلیم دیتے تھے وہ ذات پات غیر ضروری رسم و رواج اور مورتی پوجا کے خلاف تھے۔ ان کے ماننے والے سکھ کہلاتے ہیں۔ ان کی تعلیمات بھکتی تحریک سے مطابقت رکھتی ہیں۔

شکل نمبر 11.4   گرونانک

3.2.8 چیتنیہ مہاپربھو 1486ء تا 1533ء

یہ سکھال کے نادیہ ضلع میں 1486ء میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ سری کرشنا کے بہت بڑے بھگت تھے اور اسی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی شان میں موسیقی ریز بھجن اور کرتن کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ اگر کوئی شخص موسیقی اور رقص میں کھو کر بھگوان کی یاد میں ڈوب جائے تو وہ اپنے وجود کو بھلا دیتا ہے اور اسے بھگون کی جلوہ گری کا احساس ہوتا ہے۔ بھکتی تحریک کے دیگر مصلحین کی طرح انھوں نے بھی رسم ورواج اور ذات پات کی مخالفت کی، مگر بت پرستی میں وہ یقین رکھتے تھے۔ ان کے بھکتی کے گیت آج تک مشہور ہیں، جنھیں ان کی کتاب ''چیتنیہ چاری ترت'' میں یکجا کیا گیا ہے۔

شکل نمبر 11.5   چیتنیہ مہاپربھو

3.2.9 سنت ایکناتھ 1533ء تا 1599ء

یہ ایک برہمن خاندان میں پیدا ہوئے تھے اور 12 سال کی عمر میں جناردھن سوامی کے شاگرد بن گئے تھے۔ وہ مراٹھی اور سنسکرت کے بہت بڑے عالم تھے۔ انھوں نے شری مدبھگوت گیتا پران کی شرح لکھی، جسے "ایکناتھ بھگوت" کہتے ہیں، اسے مراٹھی ادب میں نگینہ کہا جاتا ہے۔ انھوں نے رامائن کی بھی شرح لکھی، جسے "بھورتھی رامائن" کہا جاتا ہے۔ ان کے گیتوں کو "ابھنگ" کہتے ہیں ۔ انھوں نے سماجی مساوات اور زہد وتقویٰ کی تعلیم دی اور گیتا کے اس پیام کی بھی تلقین کی کہ ہمیشہ دھرم، ادھرم (گناہ گار) پر فتح پاتا ہے ۔ انھوں نے نظام ذات پات کی بھی مخالفت کی۔ رسومات کی مخالفت کی اور لوگوں کو مساوات کا درس دیا۔ ان کی "ابھنگ" (نظمیں) مراٹھی ادب میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

3.2.10 سنت تکارام 1608ء تا 1651ء

سنت تکارام پونا کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں دیہو میں ایک غریب بنیے کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ ان کی نجی زندگی کے المیہ نے انھیں دھیان گیان کی راہ دکھادی۔ وہ مہاراشٹرا کے نہ صرف سب سے بڑے بھکتی سنت تھے، بلکہ پورے ملک کے بڑے بڑے سنتوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ وہ وٹھوبا کے بڑے پرستار تھے۔ انھوں نے لایعنی رسومات کی مخالفت کی اور لوگوں کو مساوات کا درس دیا۔ ان کی "ابھنگ" (نظمیں) مراٹھی ادب میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

سنت تکارام شیواجی مہاراج کے ہم عصر تھے۔ اگرچہ کہ شیواجی مہاراج ان سے کبھی نہیں ملے تھے، لیکن ان سے بہت متاثر تھے ۔ سنت تکارام عموماً پہاڑیوں پر چلے جاتے اور وٹھوبا کے بھجن گاتے رہتے تھے۔

شکل نمبر 11.6 سنت تکارام

3.2.11 گرو رام داس 1608ء تا 1681ء

گرو رام داس 1608ء میں مہاراشٹرا کے ایک گاؤں سب میں پیدا ہوئے تھے جو دریائے گوداوری کے کنارے واقع ہے۔ انھیں بچپن ہی سے حق کی تلاش تھی جس کے لیے انھوں نے بارہ سال کی نو عمری میں گھر چھوڑ دیا اور بارہ سال تک پورے ملک میں گھوم گھوم کر محبت اور عالمی یگانگت کی تعلیم دی۔

ان کا حقیقی نام نارائن تھا مگر وہ رام داس کے نام سے ہی مشہور ہوئے۔ انھوں نے کئی ''ابھنگ'' اور ''بھجن'' لکھے۔ ان کی لکھی ہوئی کتاب ''دسا بودھا'' کو شاہکار مانا جاتا ہے، جس میں انھوں نے اچھے اخلاق اور کردار کی تعلیم دی۔ انھوں نے کئی ''مٹھ'' قائم کیے جس میں وہ قومیت اور ہندو دھرم کے تصورات کی تعلیم و تشریح کیا کرتے۔ مرہٹوں نے انہی سے متاثر ہو کر ''سوراج'' کے تصور کو مضبوط کیا۔ رام داس نے انھیں ہندو دھرم کے تحفظ کی تعلیم دی، انھیں مراٹھی زباں عطا کی اور اپنے دیش دھرم کے تحفظ کی تلقین کی۔ وہ اسلام کے خلاف نہیں تھے بلکہ ایسے حکمرانوں کے خلاف تھے جو ظلم و زیادتی کرتے تھے۔ ان کی تعلیمات سے مرہٹوں میں ایک جوش و خروش پیدا ہوا اور وہ ایک جنگجو قوم بن گئے۔ شیواجی مہاراج نے انھیں متحد کر کے ایک آزاد مرہٹا ریاست کی راہ ہموار کی۔

بھکتی تحریک سے ہندوستانیوں کو یہ درس ملا کہ :

1) خدا ایک ہے اور بڑی عقیدت سے اس کی عبادت کرنی چاہیے۔ تمام مذاہب کا مقصد ایک ہی ہے، اس لیے خدا سے عقیدت سے روح کو نجات اور مکتی حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے بھکتی علم و عرفان یا کرما سے اعلیٰ و ارفع ہے۔

2) خدا کی نظر میں بلا لحاظ مذہب و ملت، ذات پات، رنگ و نسل سارے انسان برابر ہیں۔

3) نجات کا صحیح مفہوم گہری بھکتی میں پوشیدہ ہے جو صرف ایک گرو سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

4) خدا نہ تو مندر مسجد میں پوشیدہ ہے اور نہ ہی مذہبی قربانیوں، رسم و رواج سے اس کا کوئی تعلق ہے، اس لیے یہ تمام چیزیں ترک کر دینی چاہیے۔

5) بھکتی تحریک سے وابستہ مصلحین نے عوام کو ان کی زبان میں درس دیا۔

3.3 تصوف کی ابتداء

جب مسلمان ہندوستان میں آئے تو اپنے ساتھ ایک ایسا مذہبی اور سماجی نظام لے آئے جو ہندوستانی کلچر سے میل نہیں کھاتا تھا۔ یہاں کی عوام نے اسے پورے طور پر قبول بھی نہیں کیا اور نہ مسلمانوں کو ہندو مذہبی اور سماجی اقداریں منظور تھیں، لیکن یہ باہمی تناؤ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا، بلکہ آہستہ آہستہ ہندو مسلم قریب آئے اور ایک دوسرے کے طور طریقوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یعنی جہاں ہندو، مسلمانوں کی وحدانیت، بندگی، مساوات وغیرہ سے بہت متاثر ہوئے، وہیں مسلمان ہندوؤں کے نظریہ ''کرما'' (یعنی اچھے عمل کا انجام اچھا اور برے عمل کا انجام برا) نے مسلمانوں کو متاثر کیا۔ ان حالات میں ہندوؤں میں بھکتی کی تحریک شروع ہوئی اور مسلمانوں میں فلسفہ تصوف کا آغاز ہوا۔

3.3.1 تصوف کا مطلب

تصوف ان باطنی مگر متحرک رجحانات کو کہا جاتا ہے جو خدا اور بندہ میں راست تعلق استوار کرتا ہے، تاکہ انسان کا ظاہر و باطن ان آلائشوں سے پاک ہو، جو اس میں در آتی ہیں۔ مثلاً حرص و ہوس جس کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ مال و زر کا لالچ، بیہودگی اور اوچھا پن وغیرہ ۔ دراصل یہ بد خصلتیں اسلامی سماج میں راہ پا گئیں تھیں جنھیں دور کرنا ضروری تھا۔

3.3.2 تصوف کی ابتداء

کہا جاتا ہے کہ تصوف کی ابتداء ایران میں ہوئی تھی۔ یہ صوفی وہ بزرگ ہوا کرتے تھے جو سادہ زندگی پر زور دیتے تھے۔ ان کا یہ یقین تھا کہ خدا کی قربت عشق حقیقی میں پوشیدہ ہے اور یہی درس وہ عوام کو بھی دیتے تھے۔

تصوف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نظریہ یونان کے سوفسطائی تصورات سے متاثر ہے، کچھ کہتے ہیں کہ یہ دراصل ویدانت اور بدھی تصورات سے اخذ کیا گیا ہے، جب کہ کچھ علما اس کا سرچشمہ قرآن کو بتاتے ہیں۔

3.3.3 تصوف کی تعلیمات

صوفیوں کا یہ یقین ہوتا ہے کہ خدا ایک ہے اور تمام انسان اس کا خاندان ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی تعلیمات ذیل کی طرح ہیں:

1) تمام مذاہب یکساں ہیں۔
2) تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
3) خدا کو پانے کا ذریعہ محض عشق حقیقی ہے۔
4) مختلف مذاہب خدا تک رسائی کی مختلف راہیں ہیں۔
5) تصوف کی تعلیمات میں یہ بھی شامل ہے کہ کسی بھی شخص کو اسلام دھرم اختیار کرنے کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔
6) وہ عمل صالح پر زور دیتے تھے اور غیر ضروری رسومات کی مخالفت کرتے تھے۔

تصوف میں جب وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے تو حمد و ثنا کے ترانے ترنم سے گائے جاتے ہیں جسے قوالی کہتے ہیں۔

3.4 صوفیائے کرام کے سلسلے

یوں تو صوفیائے کرام کوئی بارہ سلسلوں میں تقسیم ہیں۔ ہر سلسلہ کا ایک روحانی پیشوا ہوتا ہے جسے "پیر" کہتے ہیں "پیر" کے پیرو "مرید" کہلاتے ہیں، جو اپنے پیر کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔ یہ پیر و مرشد عموماً خانقاہوں میں ریاضت کرتے ہیں۔ ایران سے یہ سلسلہ ہندوستان میں بھی منتقل ہوا۔

ہندوستان میں تصوف کے دو سلسلے زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔ ایک تو سلسلۂ چشتیہ اور دوسرے سلسلہ سہروردی۔ چوں کہ یہ لوگ

باہمی بھائی چارہ کا درس دیتے تھے اس لیے انھیں ہندوستان میں خوش آمدید کہا گیا۔ ہندوستان میں سب سے پہلے صوفی الہجویری نے قدم رنجہ فرمایا اور عوام کو اخوت و محبت کا درس دیا۔ انھوں نے لاہور میں پردہ فرمالیا۔

3.4.1 سلسلہ چشتیہ

آپ نے تاریخ میں پڑھا ہوگا کہ مشہور راجہ پرتھوی راج چوہان کے دور حکومت میں 1192ء میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ایران سے ہندوستان تشریف لائے، وہ غریبوں اور محتاجوں پر بڑی عنایت کی نظر رکھتے تھے۔ اسی لیے انھیں خواجہ غریب النواز کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ اجمیر شریف میں قیام پذیر ہوئے، وہیں ان کا روضۂ مبارک ہے، جہاں سالانہ عرس ہوتا ہے، جس میں بلا لحاظ مذہب و ملت لاکھوں بندگانِ خدا زیارت کرتے ہیں۔

ان کی تعلیمات میں یہ بات بھی شامل تھی کہ تمام مذاہب کا احترام کیا جائے اور ہر مذہب کے ماننے والے ایک دوسرے سے مل جل کر رہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے بعد شیخ حمید الدین ناگوری، ناگور شریف قطب الدین بختیار کاکی دہلی، بابا فرید الدین گنج شکر، بلبن ابودھیا وغیرہ سلسلہ چشتیہ کے مشاہیر گذرے ہیں۔ بابا فرید گنج شکر کے لکھے ہوئے حمد وثنا تو سکھوں کے ادی گرنتھ میں بھی شامل ہیں۔ لیکن اس سلسلے کے جلیل القدر صوفی شیخ نظام الدین اولیاء گذرے ہیں، جن کا قیام دہلی میں تھا، وہیں ان کے مزار پر ہر سال عرس بھی منایا جاتا ہے۔ ان کے ہندو معتقدین انھیں پیارے "سدھ" کہتے ہیں۔

دہلی میں ہی نصیر الدین چراغ دہلوی گذرے ہیں، ان کے علاوہ چشتیہ سلسلے میں فتح پور سیکری کے شیخ سلیم چشتی بلند پایہ صوفی تھے، کہا جاتا ہے کہ مغل شہزادہ سلیم ان ہی کی دعاؤں سے پیدا ہوا تھا۔ دکن میں چشتیہ سلسلہ میں حضرت خواجہ سید محمد گیسودراز گذرے ہیں جن کا مشہور مقبرہ گلبرگہ میں واقع ہے۔ یہ صوفیائے کرام ہندو مسلمان دونوں ہی کی نظروں میں محترم ہیں۔

3.4.2 سلسلہ سہروردیہ

سلسلہ چشتیہ کے بعد دوسرا اہم سلسلہ سہروردی صوفیائے کرام کا ہے، لیکن یہ سلسلہ سلاطین اور امرا کے قریب رہا، اور انتظامیہ میں زیادہ دخل رکھتا تھا، کیونکہ امرا اور حاکمین کو عوام کی خدمت کی ترغیب دینا بھی ضروری تھا۔ ان میں مشہور شیخ بہاء الدین ذکریا (1182ء تا 1262ء)، شیخ صدر الدین عارفؒ، شیخ رکن الدین ابوالفتح، شیخ جلال الدین سرخ، شیخ جلال الدین تبریزی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

انہی صوفیائے کرام کی بدولت ہندوستان کے طول و عرض میں امن و امان دوستی و آشتی کا دور دورہ رہا اور اس کے ساتھ ساتھ بھکتی کے سنتوں نے بھی سماج سے برائیوں کو دور کرنے میں اپنا حصہ ادا کیا۔ یہی گنگا جمنی تہذیب ہمارے وطن کی میراث ہے۔

4 خلاصہ سبق

بھکتی تحریک میں خدا اور انسان کے درمیان عارفانہ تعلق پر زور دیا گیا ہے۔ ساتویں تا بارھویں صدی عیسوی میں اس تحریک کو

جنوبی ہند میں فروغ حاصل ہوا۔ سنتوں اور عالموں نے اس تحریک کو شمالی ہند میں پہنچایا۔ شمالی ہند میں رامانج کے شاگرد راما نند نے وشنو کی بجائے رام کی بھکتی کی تلقین کی۔ اس تحریک میں ذات پات کا امتیاز نہیں تھا۔ اس لیے اس میں اعلیٰ اور ادنیٰ سبھی ذات کے لوگ شامل تھے۔ سنت کبیر نے بھی اپنے دوہوں کے ذریعہ اتحاد اور اتفاق کی تعلیم دی۔

سکھ مذہب کے بانی گرونانک تھے۔ ان کا جھکاؤ روحانیت کی طرف تھا۔ وہ خدا تک پہنچنے کے لیے کردار کی پاکیزگی پر زور دیتے تھے۔ ان کے ماننے والے سکھ کہلاتے ہیں۔

مہاراشٹرا میں بھی سماجی اور مذہبی تحریکیں شروع ہوئی تھیں، جن میں بھکتی کی تحریک مشترک رہی۔ ان مصلحین میں سنت گیانیشور، سنت نام دیو، سنت ایکناتھ، سنت تکارام، گرو رام داس وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

بھکتی کی تحریک کے ساتھ ساتھ تصوف نے بھی بندہ اور خدا کے رشتہ کو مضبوط کیا، یہ تصور ایران سے ہندوستان پہنچا۔ صوفیوں کا یہ یقین ہوتا ہے کہ خدا ایک ہے اور تمام انسان اس کا خاندان ہیں۔ وہ عمل صالح پر زور دیتے تھے۔

تصوف کے کوئی بارہ سلسلے ہیں، جن میں سے دو ہندوستان میں مقبول عام ہوئے۔ ان میں ایک چشتیہ سلسلہ ہے، جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ خانقاہوں میں عوام سے قریب تھا، جب کہ دوسرا سلسلہ سہروردیہ ہے۔ اس کے مشہور صوفی شیخ بہاؤالدین ذکریا تھے۔ یہ سلسلہ سلاطین اور امراء سے قریب تھا تا کہ انھیں عوام کی خدمت کی ترغیب دے۔

بھکتی تحریک اور تصوف کی تعلیمات نے سماج سے برائیوں کو دور کرنے اور بھائی چارہ اور اتحاد کو فروغ دینے میں بڑا حصہ ادا کیا۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) بھکتی تحریک میں خدا اور انسان کے درمیان کون سے تعلق پر زور دیا گیا ہے؟

2) بھکتی تحریک شمالی ہند میں کن کے ذریعہ پہنچی؟

3) سکھ مذہب کے بانی کون تھے؟

4) تصوف کی ابتداء کہاں ہوئی تھی؟

5) ہندوستان میں تصوف کے کون سے دو سلسلے مقبول ہوئے؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) بھکتی کی تحریک کی شروعات اور فروغ کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔

2) سکھ مذہب کی تعلیمات کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔
3) سنت گیانیشور کون تھے؟ ان کی ادبی خدمات بیان کیجیے۔
4) سنت نام دیو کون تھے۔ انھیں "نرگن سنت" کیوں کہا جاتا تھا؟
5) تصوف کی تعلیمات کی تفصیلی وضاحت کیجیے۔
6) ہندوستان میں تصوف کے کون سے دو سلسلے مقبول ہوئے؟ ان کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) بھکتی تحریک میں خدا اور انسان کے درمیان .... تعلق پر زور دیا گیا ہے۔
2) نام دیو نے وشنو کی بجائے .... کی بھکتی شروع کی۔
3) گرونانک .... میں پیدا ہوئے تھے۔
4) سنت گیانیشور موضع .... میں پیدا ہوئے تھے۔
5) حضرت خواجہ معین الدین چشتی .... میں ہندوستان آئے تھے۔

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1) کبیر کی پرورش کس نے کی؟ ( )
(i) ایک نائی نے (ii) موچی نے (iii) جولاہے نے

2) کبیر کس عقیدہ پر زور دیتے تھے؟ ( )
(i) وشنو بھکتی پر (ii) وحدانیت پر (iii) رام بھکتی پر

3) سکھ مذہب کے بانی گرونانک کہاں پیدا ہوئے تھے؟ ( )
(i) تلونڈی میں (ii) امرتسر میں (iii) لدھیانہ میں

4) مہاراشٹرا میں سری کرشن جی کو عام طور پر کیا کہا جاتا ہے؟ ( )
(i) ابھنگ (ii) اودنیان دیو (iii) وٹھوبا

5) "نرگنا سنت" کے نام سے کسے یاد کیا جاتا ہے۔ ( )
(i) سنت گیانیشور (ii) سنت نام دیو (iii) سنت ایکناتھ

6) تصوف کے کل کتنے سلسلے ہیں؟ ( )
(i) دس (ii) دو (iii) بارہ

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) کبیر اور گرونانک	(i) ادی گرنتھ میں شامل ہیں۔
2) وٹھوبا یا وٹھل کا مندر	(ii) بارہ سلسلے ہیں۔
3) بھگوت گیتا کی تفسیر	(iii) پنڈھرپور میں ہے۔
4) سنت نام دیو کی نظمیں	(iv) ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے۔
5) تصوف کے	(v) مراٹھی میں گیانیشوری کے نام سے مقبول ہوئی۔

سبق 12 سکھوں اور مراٹھوں کا عروج

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 سکھ دھرم کی ابتداء اور عروج

3.2 سکھ دھرم کی تعلیمات

3.2.1 گرونانک 1469ء تا 1538ء

3.2.2 گرو انگد 1538ء تا 1552ء

3.2.3 گرو امرداس 1552ء تا 1574ء

3.2.4 گرو رام داس 1574ء تا 1581ء

3.2.5 گرو ارجن دیو سنگھ 1581ء تا 1606ء

3.2.6 گرو ہرگوبند سنگھ 1606ء تا 1645ء

3.2.7 گرو ہررائے 1645ء تا 1661ء

3.2.8 گرو ہرکشن 1661ء تا 1664ء

3.2.9 گرو تیغ بہادر 1664ء تا 1675ء

3.2.10 گرو گوبند سنگھ 1675ء تا 1708ء

3.3 مرہٹہ سلطنت کی ابتداء اور عروج

3.3.1 سماجی و مذہبی تحریکات کا اثر

3.3.2 انتظامی اور فوجی تربیت

3.4 شیواجی 1627ء تا 1680ء

3.4.1 ابتدائی فتوحات

3.4.2 مرہٹہ سیاست میں پیشوا کا عروج اور کارنامے

3.4.3 پیشوا بالاجی وشوناتھ 1713ء تا 1720ء

3.4.4 پیشوا باجی راؤ اول 1720ء تا 1740ء

3.4.5 پیشوا بالاجی باجی راؤ 1740ء تا 1761ء

3.5 پانی پت کی تیسری جنگ 1761ء

4 سبق کا خلاصہ

5 زائد معلومات

6 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم سکھوں اور مراٹھوں کے عروج کے بارے میں درج ذیل معلومات حاصل کریں گے۔

☆ گرونانک اور سکھ پنتھ کی ابتداء
☆ سکھ دھرم کی تعلیمات
☆ گرو انگد اور ان کی خدمات
☆ گرو ارجن سنگھ
☆ گرو ہرگوبند سنگھ
☆ گرو ہررائے
☆ گرو ہرکشن
☆ گرو تیج بہادر
☆ گرو گوبند سنگھ اور خالصہ
☆ جنوبی ہند پر بھکتی کی تحریک کے اثرات اور مراٹھوں کا عروج
☆ مراٹھوں کی انتظامی اور فوجی تربیت
☆ چھترپتی شیواجی
☆ شیواجی مہاراج کی ابتدائی فتوحات
☆ چھترپتی شیواجی کی تاج پوشی
☆ شیواجی مہاراج کے بعد مراٹھا سیاست میں پیشوا کا عروج
☆ مرہٹہ سیاست میں پیشوا کا اثر
☆ پانی پت کی تیسری جنگ

2 تمہید

پچھلے سبق میں ہم نے بھکتی کی تحریک اور تصوف کے بارے میں معلومات حاصل کیں، جس کے دوران ہمیں معلوم ہوا کہ اس تحریک میں سبھی دھرم کے مہاپرشوں نے عوام کی اصلاح اور اتحاد کے لیے کوشش کی۔ سکھ دھرم کے بانی گرونانک کا شمار بھی ان میں کیا جاتا ہے جنھوں نے عوام کو اتحاد کی تعلیم دی۔ دکن میں تصوف اور بھکتی کی تحریک سے لوگوں میں بیداری کی لہر دوڑ گئی جس کی وجہ سے وہاں سوراج کی ابتداء ہوئی، جس میں مراٹھوں نے تن من دھن سے حصہ لیا، اس تحریک سے ہندو مسلمان بھی وابستہ تھے۔

3 سبق کا متن

3.1 سکھ دھرم کی ابتداء اور عروج

سکھ پنتھ دراصل ایک اصلاحی تحریک تھی تا کہ ہندوؤں میں جو غیر مذہبی برائیاں در آگئی ہیں انھیں دور کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ ہندوؤں اور مسلمانوں کو قریب لایا جائے۔ اس نئے مسلک کے بانی گرونانک تھے جن کے ماننے والے سکھ کہلاتے ہیں، ''سکھ'' کا مطلب سیکھنے والا یا شاگرد کے ہوتے ہیں۔

3.2 سکھ دھرم کی تعلیمات

1) سکھ دھرم میں خدا کے اوصاف ذیل کی طرح بتائے گئے ہیں۔

i) ''اک اونکار'' یعنی خدا ایک ہے۔

ii) ''نرنکار'' خدا شکل کا محتاج نہیں۔

iii) ''اکال'' خدا لافانی ہے۔

iv) ''الاکھی'' خدا لامحدود ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

2) سکھ دھرم میں مورتی پوجا اور نظام ذات پات کی مخالفت کی گئی ہے۔

3) غیر ضروری رسومات کی بھی مخالفت کی گئی اور یہ درس دیا گیا کہ تمام مذاہب برابر ہیں جن میں خدا کو الگ الگ ناموں سے پکارا گیا ہے۔

4) خدا کو ''ست نام'' یعنی سچا نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کے جاپ کی تلقین کی گئی ہے۔

5) اس دھرم میں ''کرما'' یعنی نیک عمل کے تصور کی تلقین کی گئی ہے۔

6) اپنے ''گرو'' کی پیروی کریں جو خدا کا صحیح علم وعرفان رکھتا ہے۔

7) عورت کی قدر اور عزت کریں کیوں کہ تمام عظیم ہستیاں اسی سے جنم لیتی ہیں۔

8) ''گرنتھ صاحب'' کو پڑھتے رہیں جو ایک مذہبی کتاب ہے اور اس میں گرونانک کی تعلیمات جمع ہیں۔

3.2.1 گرونانک 1469ء تا 1539ء

یہ مغربی پنجاب کے ضلع شیخ پورہ میں تلونڈی (ننکانا صاحب) میں پیدا ہوئے تھے، جو موجودہ پاکستان میں واقع ہے۔ ان کے والد کا نام مہتا کالو چند تھا جو ذات کے چھتری تھے اور پیشہ تجارت سے وابستہ تھے۔ لیکن گرونانک کو تجارت میں دلچسپی نہ تھی، ان کی شادی کم سنی یعنی چودہ سال کی عمر میں کردی گئی تھی جس کے بعد انھیں دو لڑکے ہوئے، لیکن خاندان کی ذمہ داریاں انھیں تلاش حق سے نہ روک سکیں۔

تیس سال کی عمر میں انھوں نے دنیوی مصروفیات سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور ایک سنیاسی کی زندگی بسر کرنے لگے، اسی

دوران اُنھوں نے دور دراز ملکوں کا بھی سفر کیا جن میں ایران، عراق، مکہ اور مدینہ اور دنیا کے دیگر ممالک شامل ہیں یہ سفر کوئی تیس سال تک جاری رہا

ہندوؤں، مسلمانوں اور دنیا کے حالات پر گہرے غور و فکر کے بعد اُنھوں نے محسوس کیا کہ دنیا کو عالمی بھائی چارہ اور برادری کی ضرورت ہے۔ انسان کا کردار پاکیزہ ہونا چاہیے، ایک خدا کی عبادت کریں اور مورتی پوجا ترک کریں، ان کا ایقان تھا کہ اچھے اعمال ہی خدا تک رسائی کا ذریعہ ہیں، اس طرح اُنھوں نے دنیا کو ایک طرز زندگی عطا کی۔

سکھ دھرم کی تعلیمات کی تکمیل کے بعد گرونانک 1538ء میں ضلع گرداس پور کے گاؤں کرتار پور میں چل بسے اُس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔

سکھ دھرم کا ہندوستان کے عظیم مذاہب میں شمار ہوتا ہے۔ خاص طور سے پنجاب میں اس کے ماننے والے کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

3.2.2 گرو انگد 1538ء تا 1552ء

گرونانک کے انتقال کے بعد انگد سکھ پنتھ کے روحانی پیشوا بنے، وہ اعلیٰ کردار کے حامل تھے گرو انگد ہمایوں کے ہم عصر تھے۔

3.2.3 گرو امرداس 1552ء تا 1574ء

امرداس سکھ پنتھ کے تیسرے گرو رہے۔ اکبر اعظم نے انھیں جاگیر عطا کی تھی۔

3.2.4 گرو رام داس 1574ء تا 1581ء

گرو امرداس کے بعد ان کے داماد گرو رام داس سکھ پنتھ کے پیشوا ہوئے، اُنھوں نے امرتسر میں اکبر اعظم کی عطا کردہ زمین پر ایک تالاب تیار کروایا اور سنہری مندر کی تعمیر کی شروعات کی، جس کے لیے بھکتوں سے چندہ وصول کیا جاتا تھا، جس کو "مسند" کہتے تھے۔ گرو رام داس نے دو سرور (تالاب) "امرتسر" اور "سنتوکسر" بھی تعمیر کیے تھے۔ ان کے بعد "گرو" کا سلسلہ وراثت اختیار کر گیا، چنانچہ انھوں نے اپنے بیٹے ارجن سنگھ کو گرو نامزد کیا۔

3.2.5 گرو ارجن دیو سنگھ 1581ء تا 1606ء

گرو ارجن سنگھ سکھوں کے پانچویں گرو تھے۔ انھوں نے سکھوں کو ایک فرقہ میں منظم کیا۔ انھوں نے سنہری مندر کی تعمیر مکمل کروائی۔ سکھوں کی مقدس کتاب "آدی گرنتھ" کی تدوین بھی گرو ارجن سنگھ نے ہی کی۔ ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے سکھوں کو حکومت کے انتظامیہ کی تربیت دی۔ وہ پہلے سکھ گرو ہیں جنھوں نے سیاست میں حصہ لیا اور جہانگیر کے باغی فرزند خسرو کی مدد کی جس کی وجہ سے جہانگیر ان سے ناراض ہو گیا اور ان پر دو لاکھ روپیہ جرمانہ عائد کیا، عدم ادائیگی کی وجہ سے بادشاہ نے انھیں سزائے موت سنائی۔ ان کی موت نے سکھ فرقہ کو ایک فوجی فرقہ میں تبدیل کر دیا۔

3.2.6 گرو ہرگوبند سنگھ 1606ء تا 1645ء

گروارجن سنگھ کے فرزند گرو ہرگوبند سنگھ سکھوں کے پیشوا بنے۔ انھوں نے سکھوں کو فوجی تربیت دی اور جاگیردارانہ طرز زندگی کو اپنایا۔ گروارجن سنگھ پر عائد کردہ جرمانہ ادا کرنے کی پاداش میں شہنشاہ جہانگیر نے انھیں گرفتار کرلیا، لیکن شاہ جہاں نے ان کو رہا کردیا، مگر کچھ عرصہ بعد گوبند سنگھ نے شاہ جہاں کے خلاف بھی بغاوت کردی اور امرتسر کے قریب مغلیہ فوج کو شکست دے دی۔ لیکن بعد میں مغل لشکر نے گوبند سنگھ کو شکست دی اور انھیں وادی کشمیر میں پناہ لینے پر مجبور کردیا۔

3.2.7 گرو ہررائے 1645ء تا 1661ء

گرو ہررائے سکھ پنتھ کے ساتویں گرو تھے۔ وہ امن کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد سکھوں میں جانشینی کے لیے رسہ کشی شروع ہوئی۔

3.2.8 گرو ہرکشن 1661ء تا 1664ء

جانشینی کی اس جنگ میں گرو ہرکشن 1661ء تا 1664ء کامیاب ہوئے اور سکھ پنتھ کے آٹھویں گرو مقرر ہوئے۔ لیکن وہ بھی جلد ہی یعنی 1664ء میں انتقال کرگئے۔

3.2.9 گرو تیغ بہادر 1664ء تا 1675ء

سکھ پنتھ کے نویں گرو تیغ بہادر تھے۔ گرو بننے سے پہلے وہ مغلوں کے لیے کام کیا کرتے تھے۔ وہ مغلوں کے ساتھ آسام کی جنگ میں شامل رہے مگر اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی سے ناخوش ہوکر انھوں نے مغلوں کی خدمت کو ترک کردیا۔ اورنگ زیب نے ان پر کشمیری عوام کو حکومت کے خلاف بھڑکانے کا الزام لگا کر گرفتار کرلیا اور سر قلم کردیا۔

3.2.10 گرو گوبند سنگھ 1675ء تا 1708ء

سکھ پنتھ کے دسویں اور آخری روحانی پیشوا گرو گوبند سنگھ تھے۔ 1676ء میں وہ روحانی پیشوا بنے۔ وہ سکھ فرقہ کو فوجی طاقت میں تبدیل کرنے والے بانی مانے جاتے ہیں۔ وہ ایک اعلیٰ درجہ کے منتظم اور فوجی صلاحیت کے حامل شخص تھے۔

گرو گوبند سنگھ نے سکھ برادری کو منظم کیا جس کو خالصہ کہا جاتا ہے۔ انھوں نے سکھوں کے لیے پانچ ایسی چیزوں کے رکھنے کا پابند کیا جن کے نام "ک" سے شروع ہوتے ہیں یعنی:

1) کیش یعنی بال
2) کنگھا
3) کچھا
4) کرپان اور
5) کڑا

شکل نمبر 12.1 گرو گوبند سنگھ

انھوں نے حکم دیا کہ ہر سکھ اپنے نام کے ساتھ لفظ "سنگھ" کا استعمال کرے۔ ساتھ ہی فوجی تربیت کو بھی ضروری قرار دیا۔ ایک اور اہم کام جو انھوں نے انجام دیا وہ "دسواں پادشاہ کا گرنتھ" کی تدوین ہے۔

گرو گوبند سنگھ اور مغلوں کے درمیان جنگیں جاری رہیں۔ ایسی ہی ایک جنگ میں گرو گوبند سنگھ کو شکست ہوئی اور ان کے دو بیٹوں کے ساتھ اہل خاندان بھی قتل ہوئے، جس کے بعد گرو گوبند سنگھ نے مغلوں پر مسلسل حملے جاری رکھے۔ بالآخر اورنگ زیب نے گرو گوبند سنگھ کو صلح کی دعوت دی، لیکن اسی دوران اورنگ زیب کا انتقال ہو گیا اس لیے دونوں کی ملاقات نہ ہو سکی۔

1708ء میں گرو گوبند سنگھ کو ایک باغی نے ضلع ناندیڑ (مہاراشٹرا) کے مقام پر قتل کر دیا تھا۔ جہاں ان کا مشہور گردوارہ تعمیر کیا گیا۔ گرو گوبند سنگھ جی کو سکھوں کا آخری روحانی پیشوا سمجھا جاتا ہے۔ البتہ انھوں نے اپنی زندگی ہی میں "بندا" کو فوجی جانشین مقرر کر دیا تھا۔

3.3 مرہٹہ سلطنت کی ابتداء اور عروج

پچھلے باب میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ بھکتی تحریک کی وجہ سے دکن کی عوام میں بیداری کی لہر دوڑ گئی تھی۔ ہندو مسلمان اور دیگر قومیں آپس میں اتحاد اور اتفاق سے رہنے لگیں اور ان میں ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی طاقت پیدا ہو گئی تھی۔ بھکتی کی تحریک سے خصوصاً مرہٹہ طبقہ کو کافی تقویت ملی اور ان میں سوراج کی امنگ پیدا ہو گئی۔

دکن کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں انتظامی اور فوجی امور کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی وجہ سے مراٹھوں میں دونوں لیاقتیں پیدا ہو گئیں تھیں۔ پھر دیگر عوامل جیسے بھکتی کی تعلیمات کا مراٹھی زبان میں دستیاب ہونا، سنتوں اور صوفیوں سے قربت کی وجہ سے بھی ان میں کافی شعور پیدا ہوا۔ مزید یہ کہ دکن کی زمین پتھریلی اور سنگلاخ ہے اور مشرق و مغرب دونوں جانب پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے جیسے مشرقی گھاٹ، مغربی گھاٹ، سہیادری، وندھیاچل وغیرہ بارش کی کمی، بنجر زمین کی وجہ سے زرعی پیداوار میں اکثر کمی ہو جاتی تھی۔ ان حالات

نے مرہٹوں کو محنتی اور جفاکش بنادیا تھا اور ایسے جفاکش لوگ فوج کے لیے نہایت موزوں ہوتے ہیں۔ پہاڑی سلسلوں میں مضبوط قلعے تعمیر کیے گئے جو اکثر ناقابل تسخیر ہوا کرتے تھے۔

3.3.1 سماجی و مذہبی تحریکوں کا اثر

سماجی استحکام اور مذہبی جذبہ کو قائم کرنے کے لیے مہاراشٹرا میں کئی سماجی و مذہبی تحریکات چلائی گئیں۔ یکناتھ، تکارام، رام داس اور دمن پنڈت نے مذہب میں داخل برائیوں کے خلاف تحریکیں چلائیں۔ ان کی تعلیمات نے مرہٹوں میں بیداری پیدا کرتے ہوئے ان میں موجود تفریقات کو فراموش کروایا اور انھیں ایک گروہ کے طور پر فکر و عمل کے لیے تیار کیا۔

3.3.2 انتظامی اور فوجی تربیت

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مرہٹوں نے دکن کی مسلم سلطنتوں جیسے احمد نگر اور بیجاپور میں انتظامی اور فوجی تربیت حاصل کی۔ ملک امبر نے کئی مرہٹہ سرداروں کو فوجی تربیت دی اور اس طرح غیر شعوری طور پر ان میں قومی جذبہ کو فروغ دیا۔ گولکنڈہ کی ریاست میں کئی مرہٹے جیسے مرادراؤ، مدن پنڈت اور دیگر نے دیوان اور دیگر عہدوں پر فائز رہے۔ اسی طرح نرسو کالے اور یسو پنڈت نے بیجاپور سلطنت میں اعلیٰ عہدوں پر کام کیا۔ احمد نگر کے سلطانوں نے مرہٹہ برہمنوں کو سفیروں کے عہدے پر فائز کیا۔ اس طرح مرہٹوں کو انتظامی اور فوجی تربیت حاصل ہوئی۔

3.4 شیواجی 1627ء تا 1680ء

شیواجی آزاد مرہٹہ حکومت کا بانی تھا۔ اس کی پیدائش 1627ء میں ہوئی۔ اس کے باپ کا نام شاہ جی بھونسلے اور ماں کا نام جیجا بائی تھا۔

جیجا بائی نے اپنے بیٹے کی بڑے بہتر انداز میں پرورش کی۔ اکبر کی طرح شیواجی کو بھی رسمی تعلیم حاصل نہ ہوئی، لیکن اس نے اپنے گرو دادا جی کونڈ دیو سے فوجی اور انتظامی تربیت حاصل کی۔ شیواجی کے مذہبی گرو رام داس تھے۔

3.4.1 ابتدائی فتوحات

شیواجی کی فتوحات کا سلسلہ 1646ء میں شروع ہوا تھا۔ جب انھوں نے تورنا (Torna) کے قلعہ کو فتح کیا۔ اس کے بعد چیکن (Chekan) باراستی، اندا پور، سمبا گڑھ، کونڈانا، رائے گڑھ، پورندھر کے قلعوں کو فتح کیا۔ رائے گڑھ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ جب شیواجی نے کلیان پر قبضہ کیا تو بیجاپور کے سلطان نے شیواجی کے والد شاہ جی بھونسلے کو قید کرلیا۔ مغل بادشاہ شاہ جہاں کی مداخلت کے باعث شاہ جی بھونسلے کی رہائی عمل میں آئی۔ شیواجی نے چھ سال تک اپنے حملے موقوف کردیے، لیکن وہ اس دوران اپنی طاقت اور وسائل کے اضافے میں مصروف رہے۔

1656ء میں شیواجی نے پھر سے حملے کرنے شروع کیے۔ جاولی قلعہ پر حملہ کرتے ہوئے اس پر قبضہ کرلیا۔ 1657ء میں شیواجی نے مغلیہ سلطنت کے علاقہ احمد نگر پر حملہ کیا لیکن مغلوں نے انھیں شکست دے دی۔ مغل فوج کی واپسی کے بعد شیواجی نے

بیجاپور میں اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔

1659ء میں بیجاپور کے سلطان نے اپنے فوجی جنرل افضل خاں کو شیواجی کے سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ شیواجی نے افضل خاں کو "باگ نکھ" یعنی شیر کے ناخن سے پیٹ اور سینہ چیر کر ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد شیواجی نے مغلوں کے علاقوں پر بھی حملے کرنے شروع کیے۔ اورنگ زیب نے شائستہ خاں کو شیواجی کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ شائستہ خاں نے پونے کو فتح کیا۔ جب شائستہ خاں ایک ایسے گھر میں قیام پذیر ہوا جہاں شیواجی نے اپنا بچپن گذارا تھا، تو ایسے میں شیواجی اپنے چار سو بہادر سپاہیوں کے ہمراہ شادی کی بارات کے بہانے شہر میں داخل ہوا اور مغلوں پر حملہ کر دیا، جس میں کئی مغل سپاہی مارے گئے اور شائستہ خاں نے کھڑکی سے کود کر اپنی جان بچائی پھر بھی شیواجی کے وار سے اس کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔

شائستہ خاں کی ناکامی کے بعد اورنگ زیب نے فوجی جنرل راجا جے سنگھ کو شیواجی کے خلاف روانہ کیا۔ اس نے 1665ء میں شیواجی کا پورندھر کے مقام پر محاصرہ کر لیا اور شیواجی کو اورنگ زیب کی اطاعت قبول کرنے کی ترغیب دی۔ پورندھر معاہدہ طے پایا، جس کی رو سے شیواجی نے 23 قلعے مغلوں کے حوالے کر دیے۔ لیکن 12 قلعوں پر اپنا تصرف برقرار رکھا۔

مئی 1666ء میں شیواجی نے اپنے بیٹے سمبھاجی کے ساتھ آگرہ کے مغل دربار میں حاضری دی لیکن شیواجی نے یہ محسوس کیا کہ دربار میں ان کی توہین ہوئی ہے۔ اس لیے دربار میں ہی انھوں نے اپنی ناراضگی کا اظہار کر دیا، اس لیے انھیں گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔ لیکن وہ بڑی چالاکی سے قید سے فرار ہو کر 1666ء میں دکن واپس ہوئے اور دوبارہ حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور وہ تمام قلعے جو مغلوں کے حوالے کیے تھے، ان پر بھی دوبارہ قبضہ کر لیا۔ کئی علاقوں بشمول سورت پر حملہ کیا۔ ان حملوں میں کثیر مال غنیمت مرہٹوں کے ہاتھ آیا۔

شیواجی کی تاجپوشی

شیواجی نے رائے گڑھ کو اپنا صدر مقام بناتے ہوئے جون 1674ء کو تاجپوشی کی رسم انجام دی اور چھترپتی کا لقب اختیار کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ ان کی سلطنت کو سوراجیہ کہا جاتا ہے۔

1680ء میں شیواجی کا رائے گڑھ میں انتقال ہوا۔

3.4.2 مرہٹہ سیاست میں پیشوا کا عروج اور کارنامے

شیواجی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا سمبھاجی مرہٹہ سلطنت کا حکمران ہوا۔ مغلوں نے سمبھاجی کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بیٹے ساہو کو مغلوں نے گرفتار کر لیا۔ کچھ عرصہ تک راجہ رام نے مرہٹہ حکومت کو چلایا اور اس کے بعد اس کی بیوی تارابائی نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد ساہو کو رہا کر دیا گیا۔ ساہو اور تارابائی کے درمیان جنگ چھڑ گئی، جس میں ساہو کامیاب رہا اور چھترپتی کے لقب کے ساتھ مرہٹہ حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔

اس نے بالاجی وشوناتھ کو اپنا پیشوا (وزیراعظم) مقرر کیا۔

3.4.3 پیشوا بالا جی وشوناتھ 1713ء تا 1720ء

بالا جی وشوناتھ ایک عظیم پیشوا تھا، جس نے مرہٹہ سلطنت کے لیے بے مثال کارنامے انجام دیے۔ اس کو مرہٹہ سلطنت کا دوسرا بانی کہا جاتا ہے۔ اس نے سلطنت کی مالی حالت کو درست کیا اور مرہٹہ سرداروں میں اتحاد پیدا کیا۔ 1720ء میں بالا جی وشوناتھ کا انتقال ہوا۔

3.4.4 پیشوا باجی راؤ اول 1720ء تا 1740ء

باجی راؤ اول 1720ء میں وشوناتھ کا جانشین بنا۔ وہ ایک مدبر اور بہترین سپاہی تھا۔ وہ شمالی ہند میں بھی مرہٹہ طاقت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے دور میں مرہٹوں نے گجرات، مالوہ اور بندیل کھنڈ کو فتح کیا۔ اس نے پرتگالیوں کو سالیٹی اور بسین کے علاقے میں شکست دی۔

باجی راؤ نے مرہٹہ سرداروں کو ایک وفاق میں منظم کیا۔ 1740ء میں باجی راؤ کا انتقال ہوا۔

3.4.5 پیشوا بالا جی باجی راؤ 1740ء تا 1761ء

باجی راؤ کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا بالا جی باجی راؤ اس کا جانشین ہوا۔ گو کہ وہ ایک کامیاب سپہ سالار نہیں تھا، لیکن اس میں انتظامی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ 1749ء میں ساہو کے انتقال کے بعد وہ مرہٹہ سلطنت کا سیاہ و سپید کا مالک ہو گیا۔ اس عہد میں مرہٹہ طاقت ہندوستان کے ایک وسیع علاقے پر قائم ہو چکی تھی۔ اس طرح مرہٹوں کی سلطنت دکن کے حدود کو پار کر کے شمالی ہند میں پنجاب کے قریب تک جا پہنچی۔ پنجاب اس وقت احمد شاہ ابدالی کی سلطنت میں شامل تھا۔ مرہٹوں کی فتوحات سے پریشان ہو کر احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں پر حملہ کر دیا۔

3.5 پانی پت کی تیسری جنگ 1761ء

احمد شاہ ابدالی کے حملہ کی خبر سن کر پیشوا بالا جی باجی راؤ نے اس سے مقابلہ کے لیے ایک لشکر روانہ کیا، جس کا سپہ سالار سدا شیو بھاؤ تھا۔ اس لشکر کا توپ خانہ ابراہیم خاں گاردی کے تحت تھا۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ پانی پت کے میدان میں 1761ء میں ہوا۔ افغان فوجیں مرہٹوں کے توپوں کی تاب نہ لاسکیں، لیکن اسی وقت ابراہیم خاں گاردی جنگ میں مارا گیا، جس کی وجہ سے مرہٹوں کی طاقت ٹوٹ گئی اور انھیں شکست ہوئی۔ اس صدمہ کو پیشوا برداشت نہ کر سکے اور وہ انتقال کر گئے۔

پانی پت کی تیسری جنگ میں نہ صرف ہندوستانیوں کو شکست ہوئی، بلکہ ملک میں انگریزوں کے قدم بھی جم گئے جو بنگالہ سے آہستہ آہستہ شمال کی جانب بڑھ رہے تھے۔

4 خلاصہ سبق

سکھ پنتھ کے بانی گرونانک تھے۔ سکھ دھرم دراصل ایک اصلاحی تحریک تھی، رفتہ رفتہ اس میں سیاست اور عسکریت شامل ہوتی گئی۔ گرونانک کے بعد سکھوں کے نو گرو گذرے ہیں۔ جنھوں نے سکھ دھرم کی اہم خدمات انجام دیں۔ ان میں گرو انگد، گرو امر داس،

گرورام داس، گروارجن دیوسنگھ، گروہر گوبند سنگھ، گروہر رائے، گروہر کشن سنگھ، گرو تیغ بہادر سنگھ اور گرو گوبند سنگھ شامل ہیں۔

سکھوں کی طرح دکن میں مرہٹوں کا عروج ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ مرہٹہ قوم کے عروج میں کئی عوامل کارفرما ہیں ان عوامل کی مدد سے شیواجی مہاراج نے مرہٹہ سلطنت اور سوراج کی بنیاد رکھی۔ ان کی موت کے بعد مرہٹہ حکومت میں پیشوا کا اثر اور رسوخ بڑھ گیا، جو مرہٹوں کا وزیر اعظم ہوا کرتا تھا۔ پیشواؤں کے عہد میں مرہٹہ سلطنت کے حدود شمال میں پنجاب تک جا ملے، مگر پانی پت کی تیسری جنگ کے بعد شمالی ہند سے مرہٹوں کا اثر جاتا رہا اور انگریزوں کو ملک میں اپنے قدم جمانے کا موقع مل گیا۔

5 زائد معلومات

چھترپتی شیواجی مہاراج کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ ان کی عظمت کا اظہار کئی طریقوں سے کیا جاسکتا ہے۔ حکومت ہند نے ان کے نام سے دو روپیہ کا سکہ جاری کیا ہے، جس کو آپ نے ضرور دیکھا ہوگا۔ اس میں چھترپتی شیواجی مہاراج کے نام اور تصویر کو ظاہر کیا گیا ہے۔

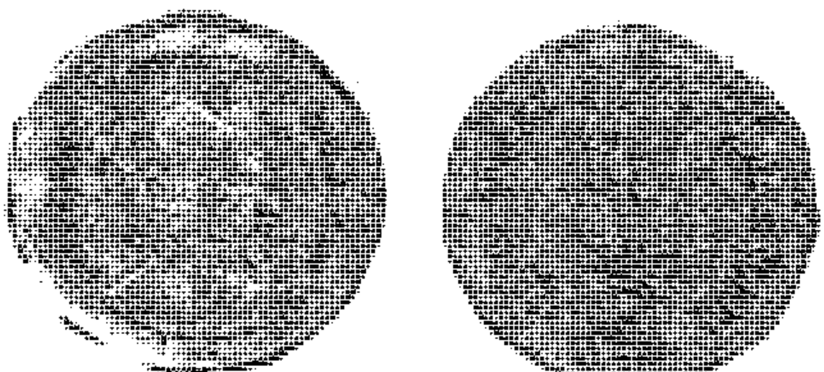

شکل نمبر 12.3 دو روپیہ کا رائج الوقت سکہ جس میں شیواجی مہاراج کی تصویر ظاہر کی گئی ہے

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) سکھ دھرم کے بانی کون تھے؟

2) لفظ "سکھ" کے کیا معنی ہوتے ہیں؟

3) سکھوں کے آخری گرو کون تھے؟

4) شیواجی مہاراج کے والد کا نام کیا تھا؟

5) شیواجی مہاراج کی والدہ کا نام کیا تھا؟

6) شیواجی مہاراج کی حکومت کا صدر مقام کون سا تھا؟

6.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) گرونانک کے حالات زندگی بیان کیجیے۔

2) سکھ دھرم کی تعلیمات بیان کیجیے۔

3) سکھوں اور مغل بادشاہوں کے درمیان کون کون سی جنگیں ہوئیں؟ تفصیل سے لکھیے۔

4) شیواجی مہاراج کی ابتدائی فتوحات بیان کیجیے۔

5) مرہٹہ سلطنت میں پیشواؤں کے کارنامے بیان کیجیے۔

6.3 معروضی سوالات

6.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) سکھوں کے گرو................ کو اکبر اعظم نے جاگیر عطا کی تھی۔

2) سنہری گردوارہ کی تعمیر گرو................ کے زمانے میں شروع ہوئی تھی۔

3) سکھ برادری................ کہلاتی ہے۔

4) شیواجی کے مذہبی گرو................ تھے۔

5) شیواجی کے والد کا نام................ تھا۔

6) شیواجی نے................ء میں احمد نگر پر حملہ کیا تھا۔

6.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1) گرونانک کس سنہ میں پیدا ہوئے تھے۔ (   )

(i) 1465ء (ii) 1470ء (iii) 1769ء (iv) 1472ء

2) گرونانک کا انتقال کس سنہ میں ہوا۔ (   )

(i) 1538ء (ii) 1539ء (iii) 1542ء (iv) 1545ء

3) گرو گوبند سنگھ کو کس مقام پر قتل کیا گیا۔ (   )

(i) امرتسر (ii) پٹنہ (iii) ناندیڑ (iv) تلونڈی

4) شیواجی مہاراج نے ہاگ نکھ سے کسے ہلاک کیا تھا۔ (   )

(i) شائستہ خاں (ii) افضل خاں (iii) راجا جے سنگھ (iv) ملک امبر

5) شیواجی مہاراج کی تاج پوشی کس سن میں ہوئی تھی۔ (   )

(i) 1674ء (ii) 1666ء (iii) 1659ء (iv) 1680ء

6.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) سکھ کے معنی ہیں	(i) سکھ برادری
2) سنہری گردوارہ	(ii) شیواجی مہاراج کا لقب تھا
3) خالصہ یعنی	(iii) سیکھنے والا
4) سوراجیہ	(iv) وزیر اعظم ہوتے ہیں
5) پیشوا کے معنی	(v) امرتسر میں ہے

سبق 13 دورِ وسطیٰ میں چین اور جاپان

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 عہد وسطیٰ کا چین

3.1.1 سیاسی ارتقاء

3.1.2 زراعت

3.1.3 صنعت

3.1.4 تجارت

3.1.5 فنونِ لطیفہ اور مذہب

3.1.6 سائنسی کارنامے

3.2 عہد وسطیٰ کا جاپان

3.2.1 سیاسی ارتقاء

3.2.2 سماجی و معاشی حالات

3.2.3 مذہب اور شنٹوازم

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں "دور وسطیٰ" میں چین اور جاپان کے تعلق سے مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

☆ عہد وسطیٰ میں چین

☆ سیاسی ارتقاء

☆ زراعت

☆ صنعت

☆ تجارت

☆ فنون لطیفہ

☆ سائنسی کارنامے

☆ عہد وسطیٰ میں جاپان

☆ سیاسی ارتقاء

☆ سماجی و معاشی حالات

☆ مذہب اور شنٹوازم

2 تمہید

پچھلے سبق میں عہد وسطیٰ میں ہندوستان کے سیاسی اور سماجی حالات کے متعلق معلومات حاصل کر چکے ہیں۔

چین براعظم ایشیاء کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ یہاں کی تہذیب بہت قدیم ہے۔ دور متوسط میں اس ملک پر کئی حکمرانوں نے حکومت کی اور اپنی سلطنت کے حدود میں توسیع کی۔ ان حکمرانوں نے عوام کی بھلائی اور سائنسی و معاشی ترقی پر بطور خاص توجہ دی۔ یہاں ابتداء سے زراعت کو اہمیت دی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ صنعتوں پر بھی زور دیا گیا۔ چینی باشندوں کا تیار کردہ ریشم، چینی برتن، کاغذ وغیرہ کی ایشیاء کے مشرقی ممالک کے علاوہ سارے عالم میں مانگ ہوئی۔ یہاں کے لوگ مختلف دھاتوں کی آمیزش کے فن سے بخوبی واقف تھے اور اسی فن کو استعمال میں لاتے ہوئے دھاتوں سے سکے ڈھالنے لگے۔

جاپان بھی براعظم کے مشرق میں واقع ہے، یہ ملک چار جزیروں پر مشتمل ہے، اس کو طلوع آفتاب کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ یہاں ابتداء ہی سے بادشاہت چلی آرہی ہے، ساتھ ہی طبقہ واریت بھی۔ جس میں زمینداروں کا مرتبہ سب سے اعلیٰ اور مزدور سب سے کمتر سمجھے جاتے تھے۔ چاروں جزیروں پر کوئلے کی کانیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ملک میں آتش فشاں کے باعث قابل کاشت زمین صرف سولہ فیصد ہی ہے یہ لوگ شروع سے ماہی گیری کرتے چلے آرہے ہیں۔ چین اور جاپان میں اپنے اجداد کی پرستش کا رواج چلا آرہا ہے۔

3 سبق کا متن

3.1 عہدِ وسطیٰ کا چین

3.1.1 سیاسی ارتقاء

چین، براعظم ایشیاء کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ قدیم چینی تہذیب عہدِ وسطیٰ میں بھی اُسی آن بان کے ساتھ برقرار رہی۔ البتہ یان سلطنت کے زوال کے بعد مُلک میں بدامنی، بے چینی، افراتفری اور نزاع کا عالم تھا۔ یہ حالات 590 عیسوی تک یعنی سیان (HSIAN) سلطنت کے قیام تک برقرار رہے۔ سیان حکمرانوں نے امن وامان اور نظم ونسق کی بحالی وبرقراری پر بطورِ خاص توجہ دی۔ اس عہد میں چینی سلطنت کے حدود کو مغرب میں کافی وسعت حاصل ہوئی۔ ان کے بعد تانگ (TANG) خاندان نے 618 سے 906 عیسوی تک کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔ تانگ حکمرانوں نے تقریباً تین سو سالہ اپنے دورِ حکومت میں سلطنت کے حدود کو منچوریا اور ترکستان تک توسیع دی۔ اس دور میں زراعت، صنعتوں اور تجارت کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ تانگ حکمرانوں نے کئی اصلاحات کیں۔

چینی حکومت نے عوام کو اُن کی قابلیت کے لحاظ سے ملازمت کے مواقع فراہم کرنے کی خاطر سرکاری ملازمین کے تقرر کے لیے مسابقتی امتحانات کا طریقہ رائج کیا۔ یہ دنیا میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا، جس میں امیدواروں کو مسابقتی امتحان کامیاب کرنے پر ہی ملازمت دی جاتی تھی۔ اس طرح مستحق افراد ہی سرکاری ملازمت میں تقرر پاتے تھے جس سے کام کا معیار بلند ہوتا تھا۔ تانگ سلطنت کے خاتمے کے بعد مُلک چین میں پچاس برس تک سیاسی انتشار اور افراتفری کا عالم رہا۔ اس کے بعد سنہ 960ء میں سانگ حکمرانوں نے اپنی سلطنت قائم کی، جو تقریباً تین سو برس تک کامیابی کے ساتھ برقرار رہی۔ سانگ سلطنت کے قیام کے بعد مُلک میں پھیلے انتشار، افراتفری اور بدامنی کو سختی کے ساتھ کچل کر ایک کارکرد حکومت قائم کی۔ اس دور میں چین میں سائنس اور ثقافت کے میدان میں بہت ترقی ہوئی۔ سانگ حکمرانوں نے رعایا کی بھلائی کے لیے کئی اصلاحات کیں۔ زراعت میں سہولت کی خاطر نہریں نکلوائیں۔

تیرھویں صدی عیسوی میں منگولوں کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس دوران منگولوں نے ایشیاء اور یورپ کے کئی ممالک پر حملے کیے جس میں چین بھی شامل تھا، چین پر حملے کے بعد انھوں نے اس کے سرحدی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ منگول بہت ہی طاقتور اور جنگجو قوم تھی۔ منگولوں کے حملوں سے سانگ سلطنت کمزور ہوگئی اور سنہ 1279ء میں آخر کار اس کا خاتمہ ہوگیا۔

سانگ سلاطین کے بعد منگ سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ منگ خاندان نے بھی تقریباً تین سو سال تک حکومت کی اور عوام کی بھلائی کے کاموں میں بہت دلچسپی لی۔ منگ خاندان کے خاتمے کے بعد منچو سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ منچو حکمرانوں نے 1644ء سے 1911ء تک چین پر بڑی کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔ اس دوران چین معاشی طور پر بہت مضبوط ہوگیا۔ منگ دورِ حکومت میں چین تمام شعبوں میں ترقی کرتا گیا۔

3.1.2 زراعت

عہدِ وسطیٰ میں چینی باشندوں کی اکثریت دیہاتوں میں قیام کو ترجیح دیتی تھی اور اُن لوگوں کا بنیادی پیشہ زراعت تھا۔ باجرہ، گنّا اور چائے کی پتی یہاں کی اہم فصلیں تھیں۔ زراعت میں سہولت کی خاطر سانگ خاندان کے عہد میں دریاؤں سے نہریں نکلوائی گئیں جس سے زرعی پیداوار میں بہت اضافہ ہوا۔ چین کی زمین بہت زرخیز تھی۔ آب پاشی میں سہولتیں مہیا ہوئیں تو سال میں دو تین فصلیں تیار کی جانے لگیں۔ فاضل غذائی پیداوار کی فروخت سے معاشی ترقی ہوئی۔

عہدِ وسطیٰ کا چین کسانوں کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ کسان خوشحال نہیں تھے کیوں کہ حکومت کسانوں کی زرعی پیداوار کا بڑا حصہ محصول یا مال گزاری کے طور پر وصول کر لیتی تھی اس لیے اکثر کسان دیہاتوں میں مکانات کی تعمیر میں حصہ لیتے تھے تاکہ اُن کی آمدنی میں اضافہ ہو سکے لیکن بعد میں حالات نے پلٹا کھایا۔ سانگ حکمرانوں نے کسانوں کی مشکلات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو اصلاحات کیں اُس سے زراعت میں ترقی ہوئی اور کسان خوش حال ہوئے۔

3.1.3 صنعت

سانگ حکمرانوں نے زراعت کے ساتھ ساتھ صنعت اور تجارت پر بھی خاص توجہ دی۔ بیرونی ممالک میں چینی صنعت جیسے ریشمی کپڑے اور چینی برتن کی بہت مانگ تھی۔ اس مانگ کو پورا کرنے کی خاطر ریشم، کاغذ اور چینی برتنوں کی تیاری بڑی نفاست اور خوبصورتی سے کی جاتی تھی۔ زمانۂ قدیم سے چینی برتن اور ریشمی کپڑوں کی دُنیا میں شہرت تھی۔ اس کے بعد چین میں کاغذ کی تیاری کا آغاز ہوا۔ یہ کاغذ بھی نہایت نفیس تیار کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ہاتھی دانت سے تیار کی ہوئی اشیاء، صندل کی لکڑی سے تیار کی ہوئی خوشنما اشیاء وغیرہ اہم صنعتیں تھیں۔

3.1.4 تجارت

سانگ حکمرانوں نے تجارت پر بھی بطور خاص توجہ دی تھی۔ ریشمی کپڑے، چینی برتنوں، کاغذ، صندل کی لکڑی، ہاتھی دانت اور چائے وغیرہ کی تجارت ایشیاء اور یورپ کے کئی ممالک سے کی جاتی تھی۔ چین کے تجارتی تعلقات ہندوستان، ویٹ نام، برطانیہ، انڈونیشیاء وغیرہ سے تھے۔ ان ممالک کے تجارتی راستے کو "ریشم کے راستے" سے موسوم کیا گیا تھا کیوں کہ چینی برتنوں اور آرائشی سامان کی طرح چینی ریشم بھی نہایت نفیس و معیاری ہوتا تھا۔ چین کے ریشم کی بیرونی ممالک میں بہت مانگ تھی جس کے باعث بڑی مقدار میں ریشم برآمد کیا جاتا تھا۔ ریشم سے لدے بحری جہاز بیرونی ممالک کو روانہ کیے جاتے تھے۔ یہی حال کاغذ اور چائے کی پتی کا تھا۔ اس زمانے میں چین میں عمدہ کاغذ تیار کیا جاتا تھا۔ منگ سلطنت کے حکمران نے دنیا میں سب سے پہلے کاغذ کے سکّے جاری کیے۔

3.1.5 فنونِ لطیفہ اور مذہب

فنِ مصوری میں چینی باشندوں نے اپنی الگ پہچان بنائی ہے۔ چین میں یہ فن زمانۂ قدیم سے رائج ہے۔ چینی لوگ دھاتوں کی آمیزش سے بخوبی واقف تھے۔ انھوں نے اس فن کو سکّے کی تیاری کے لیے استعمال کیا۔ چینیوں نے ہندوستانی علم طب سیکھا اور اس

کو مزید فروغ دیا۔ انھوں نے ہی چیچک کا ٹیکہ ایجاد کیا۔ چین میں داستان گوئی، تاریخ اور علم عروض پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ رسم الخط کو درست کر کے طلباء کو آسانیاں مہیا کیں۔ کاغذ چین میں ایجاد ہوا اور چھاپے خانے کی مشینیں بھی یہیں ایجاد ہوئیں۔ انھوں نے تانبے ،پیتل، ہاتھی دانت، صندل کی لکڑی اور کپڑے سے خوبصورت اور خوش نما چیزیں تیار کیں۔ جن کو برآمد کیا جاتا تھا۔ اُن کے طرز تعمیر میں بدھ مت کے استوپاؤں کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے کیوں کہ بدھ مت چین میں کافی عرصہ تک اہم مذہب رہا ہے اور بہت عرصہ بعد کنفیوشیس کی تعلیمات نے جڑیں مضبوط کیں۔ کنفیوشیس کی تعلیمات کے عام ہونے پر بدھ مت کو زوال ہونے لگا۔

چین میں بدھ مت کی جگہ کنفیوشیس کی تعلیمات نے لے لی لیکن چین کے باشندے زمانے قدیم سے ایک عجیب وغریب رسم پر عمل پیرا ہوتے چلے آرہے ہیں۔ وہ رسم یہ ہے کہ چینی باشندے برسہا برس سے اپنے آبا واجداد کی پرستش کرتے چلے آرہے ہیں۔ زمانے نے کئی کروٹیں بدلیں لیکن ہر دور میں یہ رسم جوں کی توں برقرار رہی۔ اس رسم کو بعد میں جاپانیوں نے اپنا لیا تھا۔

3.1.6 سائنسی کارنامے

چینی سائنسدانوں نے کئی کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ مقناطیس کو سب سے پہلے چینی باشندوں نے ایجاد کیا اور اُس کے استعمال سے ساری دنیا کو واقف کروایا۔ اسی مقناطیس کی مدد سے انھوں نے سمندری سفر میں ملاحوں کی سہولت کی خاطر قطب نما ایجاد کیا۔ جس کی مدد سے ملاح سمندری سفر میں صحیح سمت کا اندازہ کر کے اپنی منزل کی طرف پہنچتے اور بعض خطرات سے بھی محفوظ رہتے تھے ۔ قطب نما کی ایجاد چینیوں کا اہم کارنامہ ہے۔ انھوں نے مغربی ممالک سے تقریباً چار سو برس قبل بارود کا استعمال کیا۔ وہ لوگ لوہے اور فولاد کو پگھلانے کے طریقے سے زمانے قدیم سے واقف تھے اور لوہے کو پگھلا کر اس سے اوزار، ہتھیار وغیرہ تیار کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ چینی باشندوں نے میکانیکی گھڑیاں بنائیں اور علم فلکیات کی تحقیق میں سہولت کے لیے اوزار بھی تیار کیے۔ گیارھویں صدی عیسوی تک چھاپے خانے کو فروغ دیا گیا اور علم جغرافیہ میں چینیوں نے ملکہ حاصل کر لیا تھا۔ انھوں نے اپنے ملک کے نقشے جغرافیائی مہارت سے بنائے۔

چینی سیاح فاہیان اور ہیون سانگ نے کئی ممالک کا سفر کیا اور اپنے سفرناموں کے ذریعہ اُن ممالک کو ساری دنیا سے روشناس کروایا۔ ہیون سانگ نے راجہ ہرش وردھن کے عہد حکومت میں ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ اُس نے اس دور کے حالات اپنے سفرنامے میں تفصیلی بیان کیے ہیں۔

3.2 عہد وسطیٰ کا جاپان

3.2.1 سیاسی ارتقاء

جاپان کو طلوع آفتاب کی سرزمین کہا جاتا تھا۔ دنیا کے مشرق میں واقع ہونے کی وجہ سے سورج کی کرنیں صبح سویرے سب سے پہلے جاپان کی سرزمین پر ہی پڑتی ہیں۔ ابتدائی عہد وسطیٰ میں جاپان دنیا کے تقریباً تمام ممالک سے الگ تھلگ رہا۔ اٹھارویں صدی عیسوی تک بھی یہی حالت رہی، وہ دُنیا کی نظر سے پوشیدہ رہا۔ صرف یورپی چند ممالک ہی واقف تھے۔

چین کی طرح جاپان میں بھی بادشاہت تھی اور آج بھی ہے۔ بادشاہ کو زمین پر خُدا کا نمائندہ تصور کیا جاتا تھا اور اُس کی بے انتہا عزت کی جاتی تھی۔ بادشاہ کے احکام پر عمل کرنا عوام اپنا اولین فریضہ سمجھتے تھے۔

3.2.2 سماجی و معاشی حالات

جاپان میں اُس زمانے میں سماج زمینداروں، سوداگروں، تاجروں، کسانوں، مزدوروں اور غلاموں پر مشتمل تھا۔ زمینداروں کا سماج میں اعلیٰ مرتبہ تھا۔ وہ لوگ ایک معنی میں معاشرے میں سب سے اونچا مقام رکھتے تھے۔ اُن کے اختیارات کسی حاکم سے کم نہ تھے۔ زمینداروں کا طبقہ ملک میں بہت با اثر تھا۔

ملک کی تجارت اور صنعتی اشیاء کی فروخت تجارتی طبقہ کی گرفت میں تھی۔ یہ لوگ ملکی صنعتوں کی پڑوسی ممالک سے تجارت کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے معاشی ترقی کی راہیں ہموار ہوتی تھیں۔ ملک کی معاشی خوش حالی میں کسانوں، زمینداروں اور تاجروں کا بہت ہی اہم کردار ہوتا تھا۔ مزدور اور غلاموں کی حالت بہت بُری تھی۔ یہ لوگ سماج کی نچلی سطح پر سے کبھی اوپر نہ اٹھ سکے۔ اُن کی زندگی بے انتہا پریشان کن تھی۔ ان کا کام سماج کے اعلیٰ طبقات کی خدمت کرنا، مزدوروں اور غلاموں کے پیشے موروثی تھے۔ خاندان در خاندان اسی پیشے سے وابستہ رہنا پڑتا۔ سپاہیوں، فوجی عہدیداروں اور فن کاروں کا سماج میں خصوصی موقف تھا۔

جاپان دراصل چار جزیروں پر مشتمل ہے۔ ان چاروں جزیروں پر مجموعی طور پر صرف سولہ فیصد زمین کاشت کے قابل تھی۔ ملک کی دریائیں جہازرانی کے لیے موزوں نہیں تھیں، لیکن پانی سے برقی (بجلی) کی پیداوار کے لیے نہایت ہی مُفید تھیں۔ پیچ و خم کھاتا ہوا جاپان کا ساحل ماہی گیری (مچھلی پکڑنے) کے لیے بہت زیادہ موزوں تھا۔ عہدِ وسطیٰ میں ماہی گیری سارے مُلک کا سب سے اہم پیشہ بن گئی تھی۔

جاپان میں کوئلے کی کانیں بے شمار ہیں۔ یہ کانیں چاروں جزیروں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اس مُلک میں آتش فشاں سے اکثر کافی نقصان ہوتا ہے۔ آتش فشاں پہاڑ وہ قطعۂ زمین کو کہتے ہیں جہاں گرم اور سیّال مادہ پھوٹ کر اوپر آجائے اور دہانے کے چاروں طرف لاوے کی تہیں جم جانے سے ایک پہاڑ کی چوٹی کی شکل اختیار کر لے۔ زمین کے اندر اتنی زیادہ حرارت رہتی ہے کہ اس میں چٹانیں اور دوسرے مادّے پگھل جاتے ہیں۔ اس پگھلے ہوئے مادّے کو لاوا کہتے ہیں یہ لاوا اندرونی درجہ حرارت کی شدت، مختلف گیسوں اور بعض اوقات پانی کی آمیزش سے بھاپ کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور باہر نکلنے کی کوشش کے دوران جہاں کہیں بھی اُسے زمین کا نرم حصہ مل جائے اُس کو توڑ کر اُبل پڑتا ہے اور اوپر سے بہنے لگتا ہے۔ یہ لاوا ٹھنڈا ہو کر جم جاتا ہے۔ اس طرح بار بار لاوا نکلتا اور ٹھنڈا ہوتے ہوئے ایک پہاڑ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جس کے اوپر ایک پیالہ نما چوٹی ہوتی ہے، جس کو دہانہ کہتے ہیں۔ جاپان میں فیوجی یاما مشہور آتش فشاں ہے۔

شکل 10.1 فیوجی یاما آتش فشاں، جاپان

آتش فشاں پہاڑوں کی وادیاں اور اطراف واکناف کے علاقے اکثر غیر آباد رہتے ہیں کیوں کہ اُن علاقوں کی زمین کسی بھی طرح کے زرعی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ لاوا کے بہنے اور گرمی کی شدت بھی اس جگہ کے ویران رہنے کی اصل وجہ ہے۔

جاپانی باشندے تجارت کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ وہاں ابتداء سے کوئلے کی تجارت عام ہے۔ جاپان میں کوئلے کی کانوں کی بہتات کی وجہ سے مزدوروں کی بہت زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ یہ مزدور کانوں سے کوئلہ نکالتے ہیں۔ یہ کوئلہ سمندری جہازوں کے ذریعہ چین، فارموسا، ویت نام وغیرہ ممالک کو لے جاکر فروخت کیا جاتا تھا۔ کوئلہ جاپان کی سب سے اہم معدنی پیداوار ہے۔ جس کی بدولت جاپان کی معاشی ترقی ممکن ہوسکی۔ اس کے علاوہ جاپان صنعت وحرفت، دست کاری میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا ہے۔ یہاں کی دست کاری کی صنعت کی بھی ایشیاء اور یورپ کے ممالک میں بہت مانگ تھی۔

کنفیوشیس کی تعلیمات کے عام ہونے کے ساتھ ہی بدھ مت کو زوال ہونے لگا۔ چین میں ایک عجیب رسم کا رواج برسہا برس چلا آرہا تھا۔ چینی باشندے اپنے آباواجداد کی پرستش کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہر دور میں یہ رسم جوں کی توں برقرار رہی۔ اس رسم کو بعد میں جاپانی باشندوں نے اپنالیا۔

جاپان کو طلوع آفتاب کی سرزمین کہا جاتا تھا۔ مشرق میں واقع ہونے کی وجہ سے سورج جب صبح سویرے طلوع ہوتا ہے تو اس کی روشنی سب سے پہلے جاپان پر پڑتی ہے۔ عہدِ وسطیٰ میں جاپان تقریباً دنیا کے تمام ممالک سے الگ تھلگ رہا، یہی حالات انیسویں

صدی عیسوی تک بھی رہے۔ یعنی اُنیسویں صدی عیسوی میں بھی وہ دنیا کی نظر سے پوشیدہ رہا۔

چین کی طرح جاپان میں بھی بادشاہت ہی طاقت کا سرچشمہ تھی، بادشاہ کو زمین پر خدا کا نمائندہ تصور کیا جاتا تھا اور اس کی بے انتہا عزت کی جاتی تھی۔ اس کے احکام کی پابندی عوام اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔ سماج زمینداروں، سوداگروں، تاجروں، مزدوروں اور غلاموں پر مشتمل تھا۔ زمینداروں کے اختیارات کی کوئی حد ہی نہ تھی۔ زمینداروں کا طبقہ ملک میں بہت بااثر تھا۔

ملک کی تجارت اور صنعتی اشیاء کی فروخت تجارتی طبقہ کی گرفت میں تھی۔ مزدور اور غلام سماج کی نچلی سطح پر تھے۔ وہ لوگ بے انتہا پریشان کن زندگی بسر کرتے اور سماج کے اعلیٰ طبقات کے افراد کی خدمت کیا کرتے۔ یہ پیشے موروثی تھے۔ سپاہیوں، فوجی عہدیداروں اور فن کاروں کا سماج میں خصوصی موقف تھا۔

جاپان دراصل چار جزیروں پر مشتمل ہے۔ ان چاروں جزیروں پر مجموعی طور پر صرف سولہ فیصد زمین ہی کاشت کے قابل تھی۔ ملک کی دریائیں جہازرانی کے لیے موزوں نہیں تھیں لیکن پانی سے بجلی (برقی) کی پیداوار کے لیے بہت ہی مفید تھے۔ پیچ و خم اور بل کھاتا ہوا جاپان کا ساحل ماہی گیری کے لیے بہت زیادہ موزوں تھا۔ اُس زمانے میں ماہی گیری سارے ملک کا سب سے اہم پیشہ بن گئی تھی۔ جاپان میں کوئلے کی کانیں بے حساب ہیں، یہ کانیں چاروں جزیروں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ جاپان میں آتش فشاں سے بھی تباہی ہوتی ہے۔ آتش فشاں جب اُبل پڑتے ہیں تو گرم گرم لاوا نکل کر قرب و جوار میں تباہی مچاتا ہے۔ ایسے علاقوں پر نہ تو رہائش اختیار کی جاسکتی ہے اور نہ ہی کاشت کاری اور زراعت کی جاسکتی ہے۔

جاپان میں بادشاہ کے بعد امراء اور جاگیرداروں کو آمرانہ اختیارات حاصل تھے وہ جو چاہے کرسکتے تھے انھیں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا یہ جاگیردار اپنی جاگیر کے ایک معنوں میں حکمران ہوا کرتے تھے۔ جاگیریں خاندان در خاندان چلی آتی تھیں۔ اسی لیے ان جاگیرات کو موروثی جاگیرات کہا جاتا تھا۔ جاگیردار اپنی علحدہ فوج تیار رکھا کرتے تھے اور من مانی کیا کرتے تھے۔ کیوں کہ بادشاہ کا عوام پر زیادہ اثر نہیں تھا۔ عوام ان جاگیرداروں سے خوف زدہ ہوتی تھی۔

3.2.3 مذہب اور شنتوازم

یورپ کے تاجروں کا جاپان سے رابطہ تھا لیکن اُن کا اثر کم تھا۔ اسی طرح یورپی تاجروں کے ہمراہ عیسائی مبلغین بھی جاپان چلے آئے لیکن خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کرسکے۔ جاپانی پہلے سے اپنے مرحومین کی پرستش کرتے چلے آرہے تھے۔ اس سلسلے میں جاپانی باشندے چینی باشندوں سے متاثر تھے۔ مرے ہوئے لوگوں کی پرستش کے طریقے کو شنتوازم (SHINTOISM) کہا جاتا تھا۔ بدھ مت کے راہبوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے ذریعہ کافی اثر ڈالا تھا۔

جاپانی باشندے یا تاجر قرب و جوار کے ممالک سے کوئلے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اُس کے بدلے میں اُن ممالک سے غذائی اجناس اور دیگر ضروریات زندگی کی اشیاء حاصل کرلیتے تھے۔ مزدور پیشہ لوگ کوئلے کی کانوں سے کوئلہ نکالتے تھے۔ کوئلہ جاپان کی سب سے اہم معدنی پیداوار تھی۔ جو جاپان کی معاشی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرتی تھی۔

عہدِ وسطیٰ میں چین اور جاپان کی طرزِ زندگی تقریباً یکساں تھی۔

عہدِ وسطیٰ میں چین اور جاپان کی طرزِ زندگی تقریباً یکساں تھی۔ دونوں کے رہن سہن میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا۔ حالاں کہ اُس زمانے میں یورپی ممالک کے تاجر جاپان آنے لگے تھے لیکن جاپانیوں نے اپنی روش نہیں چھوڑی۔

عہدِ وسطیٰ میں یورپی تاجر ایشیاء کے مختلف ممالک کو تجارت کی غرض سے آنے لگے تھے۔ جب آمد و رفت بڑھی تو ان یورپی تاجروں کے ہمراہ عیسائی مبلغین بھی مذہب عیسائیت کی تبلیغ کے لیے جاپان چلے آئے اور عیسائیت کے فروغ کی ہر ممکنہ کوشش کی لیکن اُنھیں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ کیوں کہ جاپانی باشندے پہلے ہی سے اپنے خاندان کے مرے ہوئے لوگوں کی پرستش کرتے چلے آرہے تھے۔ یہ مرحومین کی پرستش کا طریقہ چین کے باشندوں سے رابطہ اور میل ملاپ کا نتیجہ تھا۔ چینی باشندے زمانے قدیم سے اپنے اجداد کی پرستش کرتے چلے آرہے تھے۔ چینیوں سے متاثر ہو کر جاپانیوں نے بھی اپنے آباواجداد کی پرستش کرنا شروع کر دی۔ مرے ہوئے لوگوں کی پرستش کے طریقے کو "شنٹوازم" (SHINTOISM) کہتے ہیں۔

جاپان میں بدھ مت کا بھی چلن رہا ہے۔ ابتداء میں بدھ مت کے راہبوں نے چین اور جاپان میں بدھ مت کی بڑے پیمانے پر تبلیغ کی۔ جس سے کافی لوگ متاثر بھی ہوئے اور بدھ مت اختیار کیا۔ جاپان کے طول و عرض میں بدھ مت کے پگوڈے (منادر) بے حساب تعمیر کیے گئے۔ جاپان کو ان بدھ مت کے منادر کی وجہ سے لوگ دُور دُور سے دیکھنے آتے ہیں۔ بدھ مت کے ماننے والے جاپان میں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ جاپان اور چین میں مذہب کے علاوہ رسوم و رواج میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے۔

4 سبق کا خلاصہ

چین کی تہذیب بہت قدیم ہے۔ اس ملک پر "ہان، سیان، تانگ، سانگ، منگ اور منچو" خاندانوں نے سنہ 550 عیسوی سے 1911ء تک حکومت کی۔ تانگ حکمرانوں نے اپنی سلطنت کے حدود کو ترکستان تک پھیلا دیا۔ ہر دور میں زراعت، صنعتوں اور تجارت کو خوب فروغ حاصل ہوا۔

یہاں کے حکمرانوں نے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کئی اصلاحات نافذ کیں۔ عوام کو اُن کی قابلیت کے لحاظ سے ملازمت مہیا کرنے کی خاطر مسابقتی امتحان کا طریقہ رائج کیا۔ زراعت میں سہولت کی خاطر نہریں تعمیر کی گئیں۔ سائنس اور ثقافت کے میدان میں بھی بہت ترقی ہوئی۔ ریشمی کپڑا، کاغذ، چینی برتن کی صنعتیں معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ چین کے باشندے بدھ مت اور آباواجداد کی پرستش پر کاربند تھے۔

جاپان کو طلوعِ آفتاب کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ جاپان چار جزیروں پر مشتمل ہے۔ جہاں پر صرف سولہ فیصد زمین قابلِ کاشت ہے کیوں کہ آتش فشاں سے بہنے والے لاوے کی وجہ سے زمین کاشت کاری کے قابل نہیں رہتی ہے۔ البتہ بجلی (برقی) کی پیداوار کے لیے یہ جزائر بہت مفید ہیں۔ عہدِ وسطیٰ میں جاپان دنیا کے تقریباً تمام ممالک سے پوشیدہ رہا۔ بعد میں یورپی تاجروں نے کھوج نکالا۔ جاپان کا سماج زمینداروں، تاجروں، سوداگروں، کسانوں، مزدوروں اور غلاموں پر مشتمل تھا۔ ان میں زمینداروں کا مرتبہ بہت بلند تھا

اور وہ لوگ حاکمانہ اختیارات کے مالک تھے۔ تجارت، صنعت وغیرہ تاجروں کے طبقے کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ پڑوسی ممالک چین، فارموسا وغیرہ سے تجارت کیا کرتے تھے۔

جاپانی ساحل ماہی گیری کے لیے بہت موزوں ہے۔ جاپان میں کوئلے کی کئی کانیں ہیں۔ کوئلے کی تجارت پڑوسی ممالک سے ہوا کرتی تھی۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) چین میں سانگ حکمرانوں نے اپنی سلطنت کس سنہ میں قائم کی تھی۔
2) چین کی اہم فصلیں کون کونسی تھیں؟
3) چین میں کاغذ کے سکے کس کے زمانے میں جاری ہوئے؟
4) آتش فشاں سے کیا مراد ہے؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) چین کے سیاسی ارتقاء پر روشنی ڈالیے۔
2) چینی باشندوں کے مذہبی عقیدے کے بارے میں لکھیے۔
3) چین کے فنون لطیفہ کے بارے میں لکھیے۔
4) چین کے سائنسی کارنامے بیان کیجیے۔
5) جاپان کے سماجی و معاشی حالات پر روشنی ڈالیے۔
6) شنٹوازم سے کیا مراد ہے؟ جاپانی کس مذہب کو مانتے تھے؟

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) یان سلطنت کے.......... کے بعد ملک میں.........، بے چینی اور.......... کا عالم تھا۔
2) تانگ.......... نے اپنے سلطنت کے حدود کو.......... اور.......... تک توسیع دی۔
3) سانگ.......... کے بعد.......... سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔
4) جاپان میں کوئلے کے.......... کی.......... کی وجہ سے مزدوروں کی بہت زیادہ.......... پڑتی ہے۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) ملک میں بدامنی، بے چینی وغیرہ کا عالم تک رہا۔ (590-490-690)

2) تانگ حکمرانوں نے کئی کیں۔ (فتوحات، اصلاحات، عداوات)

3) سانگ سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ (1379ء، 1279ء، 1179ء)

4) جاپان کو آفتاب کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ (غروب، عروج، طلوع)

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) اس طرح مستحق افراد ہی سرکاری	پچاس برس تک سیاسی افراتفری کا عالم رہا۔
2) تانگ سلطنت کے خاتمے کے بعد ملک میں	ملازمت میں تقرر پاتے تھے۔
3) تیرہویں صدی عیسوی میں منگولوں	ریشمی کپڑے اور چینی برتنوں کی بہت مانگ تھی۔
4) بیرونی ممالک میں چینی صنعت جیسے	کے عروج کا زمانہ تھا۔
5) کنفیوشیس کی تعلیمات کے عام ہونے پر	کافی نقصان ہوتا ہے۔
6) ملک میں آتش فشاں سے اکثر	بدھ مت کو زوال ہونے لگا۔

سبق 14 دورِ وسطیٰ کا یورپ

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 رومن سلطنت

3.2 بزنطینی سلطنت

3.3 جاگیردارانہ نظام

3.4 دورِ وسطیٰ کے یورپ میں تجارت

3.5 چرچ اور مذہبی حالات

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں دورِ متوسط کے یورپ کے بارے میں حسبِ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

☆ رومن سلطنت

☆ بزنطینی سلطنت

☆ جاگیردارانہ نظام

☆ دورِ متوسط کے یورپ میں تجارت

☆ چرچ اور مذہبی حالات

2 تمہید

پچھلے سبق میں ہم دورِ وسطیٰ میں چین اور جاپان کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ اس سبق میں ہم "دورِ وسطیٰ کے یورپ" کے بارے میں مواد فراہم کریں گے۔

قدیم اور جدید دور کا درمیانی حصہ "دورِ وسطیٰ" کہلاتا ہے۔ جو چوتھی صدی عیسوی میں رومن سلطنت کے زوال کے بعد سے پندرھویں صدی عیسوی کے آغاز تک کا دور ہے۔ اس دور میں یورپ میں عیسائیت، فنونِ لطیفہ، سائنس، فلسفہ وغیرہ میں بہت تیزی سے فروغ حاصل ہوا۔ اسی لیے یورپ میں دورِ متوسط کی بڑی اہمیت ہے۔ رومن سلطنت کے زوال کے بعد فرانس کے بادشاہ نے فرانس، جرمنی اور برطانیہ کو ملا کر ایک طاقتور حکومت سنہ 800 عیسوی میں قائم کی لیکن اس بادشاہ کے انتقال کے بعد یہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ پھر روم کے عظیم شہنشاہ "کانسٹن ٹائن" نے مشرقی روم کے کئی ممالک کو اپنے زیرِ اثر لے کر ایک بہت ہی مضبوط، طاقتور اور "عظیم بزنطینی سلطنت" کا قیام عمل میں لایا۔ بزنطینی سلطنت کا دارالخلافہ کانسٹن ٹائن یعنی قسطنطنیہ کو بنایا گیا۔ بزنطینی حکمرانوں نے رعایا کی بھلائی کے لیے کئی اصلاحات کیں۔ بزنطینی تہذیب پر ایرانی تہذیب کا گہرا اثر رہا ہے۔ جب ترکوں نے مسلسل حملے شروع کیے تو بزنطینی سلطنت کمزور ہوتی گئی، آخرکار اس سلطنت کو زوال آ گیا۔

دورِ متوسط کے یورپ کی ایک خصوصیت جاگیردارانہ نظام ہے۔ جاگیردار، زمیندار، اور پادری بڑی بڑی زمینوں کے مالک تھے اور کسانوں سے غلاموں جیسا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ جاگیرداروں کا یہ ظالمانہ سلوک برسہا برس جاری رہا آخرکار مزدوروں نے متحد ہو کر اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی جو جلد ہی ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی اور جاگیردارانہ نظام کے اختتام تک جاری رہی۔ دورِ متوسط مذہبی دور بھی تصور کیا جاتا ہے۔

3 سبق کا متن

3.1 رومن سلطنت

روم میں جمہوری طرز کی حکومت تھی۔ جمہوریت کے باوجود امراء اور دولت مند طبقے کی ہر طرح سے ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی تعداد تقریباً تین لاکھ تھی۔ حکومت ان لوگوں کے آرام و آسائش، عیش و عشرت کا ہر طرح سے خیال

رکھتی اوران کی آسائشوں اورآرام دہ زندگی کی کفالت حکومت کی طرف سے کی جاتی تھی۔اس سے سرکاری خزانے پر بہت بار پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے حکومت معاشی طور پر پریشانی میں مبتلا ہوگئی۔اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فرانس اور جرمنی کے قبائیلیوں نے بھی اپنی طاقت بڑھالی تھی اور روم پر مسلسل حملے جاری رکھے۔ان حملوں نے بھی رومن سلطنت کونہایت کمزور کر دیا تھا۔اس طرح وہ زوال پذیر ہوگئی۔

رومی سلطنت کے زوال کی وجہ سے مغربی یورپ میں انتشار پھیل گیا۔اس علاقے پر کئی وحشی قبائل نے حملے کیے جن کی کمزور حکومتیں روک تھام نہ کرسکیں۔اندرونی انتشار اور آپسی کشمکش کی وجہ سے کئی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں وجود میں آگئیں۔اس کے باوجود ملک روم میں نراج اور انتشار کا عالم برقرار رہا۔حالاں کہ فرانس کے بادشاہ نے 800ء میں ایک عظیم سلطنت قائم کی۔جس میں فرانس، جرمنی اور برطانیہ کا حصہ بھی شامل تھا۔لیکن اس بادشاہ کی موت کے بعد یہ سلطنت بھی ٹوٹ گئی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔اس کے بعد 1000 عیسوی میں ایک نئی مقدس رومی سلطنت قائم ہوئی لیکن ایک طاقتور حکمران کی غیر موجودگی نے اطالیہ کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔

3.2 بزنطینی سلطنت

روم کے عظیم شہنشاہ "کانسٹن ٹائن" (CONSTANTINE) نے 330ء میں مشرقی روم کے ممالک کو اپنے زیر قیادت متحد کیا اور یونانی شہر بزنطینی کو ان متحدہ ممالک کا دارالحکومت بنایا۔یہ شہر بعد میں قسطنطنیہ کے نام سے مشہور ہوا اور ترکستان (ترکی) میں شامل کرلیا گیا۔چوتھی صدی عیسوی میں مغربی رومی سلطنت پر مسلسل قبائلی حملوں کی وجہ سے اُس کا خاتمہ ہوگیا۔مشرقی یورپی ممالک شام ،مصر، ترکستان، فلسطین، ایشیائے کوچک وغیرہ پر مشتمل بزنطینی سلطنت وجود میں آئی۔اس سے یورپ کی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔اس سلطنت کے لائق اور طاقتور حکمرانوں نے اپنی سلطنت کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھا۔ان کی بحری اور بری فوج نہایت منظم تھی۔قدیم قوانین میں اصلاح کی گئی اور اُسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ملک میں امن وامان اور خوش حالی کو فروغ ہوا۔جس کی وجہ سے حکومت پائیدار رہی۔اُس زمانے میں قسطنطنیہ ایک خوبصورت، وسیع اور مشہور شہر تھا جب کہ لندن اور پیرس نہایت چھوٹے شہر تھے۔بزنطینی سلطنت کا دارالحکومت ہونے کی وجہ سے قسطنطنیہ کی اہمیت یورپ کے دیگر شہروں کی بہ نسبت زیادہ تھی۔دارالحکومت میں کئی کتب خانے، دواخانے، شفاخانے، مدارس، تھیٹرس، گرجا گھر، دارالمطالعے وغیرہ تھے۔مشرقی ممالک سے تجارتی تعلقات خوشگوار تھے۔بزنطینی باشندوں نے مشرق کے ثقافتی رجحانات کو اپنایا۔اس سلطنت پر ایرانی تہذیب کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

بزنطینی حکمرانوں نے ملک میں کئی اصلاحات کیں۔اراضیات کو ملکیت میں تقسیم کیا گیا۔سلطنت کے قیام سے پہلے ہی سے بہت ساری اراضیات گرجا گھروں (چرچ) کے قبضے میں تھیں۔ان زمینات پر کاشت کاری کرنے والے کسانوں کے ساتھ مزدوروں یا جبری مزدوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔اُن کی حالت غلاموں سے بھی بدتر تھی۔انھیں سخت محنت اور مشقت کے بعد تھوڑا سا اناج دے دیا جاتا تھا۔جس سے وہ لوگ انتہائی مشکل سے اپنا گزر بسر کرتے تھے۔

بزنطینی سلطنت معاشی طور پر بہت ہی مستحکم تھی۔بزنطینی سکے کو سارا عالم قدر کی نظر سے دیکھتا تھا۔یہاں کے سونے کے سکے بحیرہ روم کے سارے ممالک میں معیاری تصور کیے جاتے تھے۔دنیا کے کئی ممالک سے اس سلطنت کے تجارتی تعلقات تھے۔

بزنطینی باشندے قدیم عیسائی مذہب کے پیرو تھے۔ براعظم یورپ کے ساحلی ممالک میں عیسائیت کا زور تھا۔اس سلطنت میں یعنی ساحلی علاقوں میں حکمران مذہبی سربراہ بھی ہوتے تھے۔ یہ روایت مغربی نظام حکومت سے بالکل مختلف تھی اور ایشیائی تہذیب کا اثر صاف سمجھ میں آتا ہے۔ایشیاء کے اکثر قدیم تہذیبوں میں حکمرانوں کو مذہبی سربراہ مانا جاتا تھا۔

بزنطینی فن تعمیر میں گرجا گھروں کے عمارتوں کی بڑی اہمیت تھی۔ان عمارتوں میں سینٹ صوفی کے گرجا گھر کو بہت اہم تصور کیا جاتا ہے۔گرجا گھروں کی تعمیر پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ یہ بزنطینی فن تعمیر کی خصوصیت ہے کہ چرچ بہت ہی خوشنما بنوائے جاتے تھے۔مشہور بزنطینی شہنشاہ ''جیوٹ نام'' (JUTENAM) نے سینٹ صوفی چرچ تعمیر کروایا تھا۔انھوں نے اس گرجا گھر کی تعمیر میں یونانی اور رومی فن تعمیر کو اپنایا اور ہلال (نیا چاند) کی شکل کی گنبد بنائی گئی تھی۔ یہ گنبد انوکھی طرز کی ہوتی تھی۔گنبدوں پر خوبصورت نقش ونگار کیے جاتے تھے۔لکڑی اور ہاتھی دانت پر بھی بڑی مہارت سے نقش ونگار اور گل کاری کی جاتی تھی۔ جو بزنطینی باشندوں کی فنکارانہ و ماہرانہ صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔

بزنطینی سلطنت میں معاشی خوش حالی تھی۔اس لیے یہ فنون لطیفہ اور ادب کا مرکز بن گئی تھی۔ یہاں کا نظم ونسق بہتر تھا۔رعایا بہت ہی خوش حال تھی۔ یہ عظیم سلطنت ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ تک قائم رہی۔اسی دوران ترکوں کی طاقت بتدریج بڑھتی گئی آخرکار 1453 عیسوی میں ترکوں نے حملہ کرکے اس سلطنت کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ترکی نے ملک مصر تک اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔قسطنطنیہ آج بھی ترکستان میں اُسی نام سے موجود ہے اور تہذیبی وثقافتی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔

3.3 جاگیردارانہ نظام

دور متوسط کے یورپ کی سب سے اہم خصوصیت جاگیردارانہ نظام ہے۔سماج دو طبقات میں تقسیم ہوگیا تھا۔ایک زمیندار اور دوسرا مزدور طبقہ تھا۔مزدور طبقہ زمینداروں کے تابع تھا۔مختصر زمینیں رکھنے والے لوگ اپنی زمینات بڑے بڑے زمینداروں کو فروخت کرکے شہروں کی طرف نقل مقام کرگئے تاکہ گزر بسر کے لیے کوئی دوسرا کاروبار کریں۔

امراء اور جاگیردار وزمیندار وسیع اراضیات پر قابض تھے۔صدر پادری، دیگر پادریوں اور گرجا گھروں کا بھی اراضیات رکھنے والوں کے طبقے سے تعلق تھا۔ ہر گرجا گھر کے تحت ایک بڑی زمین تھی جس پر کاشت کی جاتی تھی۔اسی طرح صدر پادری کے حصے میں کئی اراضیات آتی تھیں۔زمینداروں کے جاگیرات میں کئی کئی مواضعات ودیہات ہوا کرتے تھے۔ان میں کاشت کاری کے لیے رعیت دیہاتوں میں ہی مل جاتی تھی۔دیہاتوں میں رہنے والے کسانوں کو رعیت سمجھا جاتا تھا۔ان کی حالت قابل رحم تھی۔ان کے ساتھ سماج میں امتیازی سلوک کیا جاتا تھا۔انھیں غلاموں سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا اور یہ بے چارے ہر قسم کا ظلم برداشت کرتے ہوئے جاگیردارانہ نظام میں بڑی ہی تکلیف دہ زندگی گزار رہے تھے۔ وہ مختلف قسم کی ناانصافیوں کا شکار تھے۔ ان جاگیرداروں نے کسانوں کی زندگی اجیرن کردی تھی۔ان لوگوں سے جانوروں سے بھی بدتر برتاؤ کیا جاتا تھا۔نہ کبھی پیٹ بھر کھانا نصیب ہوا اور نہ ہی چین وآرام۔چناں چہ یہ کسان کب تک جاگیردارانہ ظلم وستم سہتے، آخرکار ان لوگوں نے ناآسودہ زندگی سے چھٹکارہ پانے کے لیے انقلابی راستے کو اپنایا اور یورپ میں جاگیردارانہ نظام کے خلاف باقاعدہ تحریک شروع ہوگئی جو اس نظام جاگیرات کے خاتمہ تک چلتی رہی۔

شکل نمبر 11.1 شہنشاہ کانسٹین ٹائین کی بزنطینی سلطنت

3.4 دورِ وسطیٰ کے یورپ میں تجارت

مختلف ادوار کی خصوصیات کے فرق کو واضح کرنے کی خاطر عہدِ قدیم، عہدِ وسطیٰ اور عہدِ جدید کو تین ادوار میں تقسیم کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ قدیم دور میں یونانی اور رومن تہذیبوں نے سارے عالم کی تہذیب کے ارتقاء پر گہرے اثرات مُرتب کیے تھے۔ اسی طرح براعظم یورپ میں فنون لطیفہ، فنِ تعمیرات، ادب، فلسفہ اور انسانی زندگی کی دیگر ضروریات سے تعلق رکھنے والے شعبوں کے فروغ میں بھی مددگار ثابت ہوا۔ اسی دور میں یورپ میں تجارت میں بھی کافی اضافہ ہوا۔ متوسط دور کے یورپ میں نہ صرف یورپی ممالک سے تجارت کی جاتی تھی بلکہ افریقہ کے شمالی علاقے جیسے مصر، ایشیائے کوچک، ایشیاء کے وسط میں واقع ممالک سے بھی تجارتی خوشگوار تعلقات تھے۔ دورِ وسطیٰ میں ہندوستان سے بھی تجارت کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ عرب ممالک اور ترکی سے بھی تجارتی تعلقات قائم تھے۔ لیکن بعد میں ترکوں نے مشرقی یورپ کے سارے علاقوں کو فتح کرکے عظیم ترکی حکومت قائم کرلی۔

قدیم اور جدید دور کا درمیانی دور عام طور پر "دورِ وسطیٰ" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کسی بھی دور کا اثر ایک ہی وقت میں فروغ نہیں پاتا بلکہ اس کے لیے کافی عرصہ درکار ہوتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں رومن سلطنت کے زوال کے بعد سے پندرھویں صدی عیسوی کے آغاز تک کے دور کو "دورِ وسطیٰ" کہا جاتا ہے۔ اس دور میں فنون لطیفہ، سائنس، فلسفہ وغیرہ میں بہت ترقی ہوئی اور بری اور بحری راستوں سے تجارت میں بھی اضافہ ہوا۔ یہ جہاز اسکندریہ، فلسطین وغیرہ کی بندرگاہوں تک اپنا مال لے جاتے اور وہاں فروخت کرتے اسی طرح قسطنطنیہ وغیرہ سے تجارتی مال زمین کے راستے سے ایران، افغانستان اور ہندوستان تک لے جاکر فروخت کیا کرتے تھے۔

3.5 چرچ اور مذہبی حالات

دورِ وسطیٰ کو عام طور پر تمام دُنیا میں بطور خاص یورپ میں مذہبی دور سے مانا جاتا ہے۔ روم مذہب عیسائیت کا مرکز بن گیا تھا۔ روم میں واقع سینٹ پیٹر کے چرچ کے بشپ کو پوپ کی حیثیت حاصل تھی۔ بشپ (BISHOP) کو پوپ یعنی رومن کیتھولک چرچ کے سربراہ کا درجہ حاصل تھا۔ وہ سارے عیسائی گرجاؤں کا صدر اور حضرت عیسیٰؑ کے نمائندے کی حیثیت سے اس کا احترام کیا جاتا تھا۔ دورِ وسطیٰ میں پوپ اور گرجاؤں کے عہدیداروں کے اقتدار میں بہت زیادہ اضافہ کیا گیا اور روم کو عیسائی مذہب کے مرکز کی حیثیت حاصل ہوئی۔ روم کے عظیم شہنشاہ کانسٹن ٹائن نے عیسائیت کو رومن سلطنت کا سرکاری مذہب بنادیا تھا جس کی سرپرستی میں اس مذہب نے روم میں نہ صرف قدم جمائے بلکہ یہیں پھلا پُھولا اور یہیں سے ساری دنیا میں پھیلا۔ اس لیے روم کو مرکزیت حاصل ہوئی۔ عیسائیت نے کئی دیوتاؤں کے نظریے کو رد کردیا۔

روم میں چرچ کو بڑی اہمیت حاصل تھی چناں چہ ہر چرچ کو حکومت کی طرف سے اراضی عطا کی جاتی تھی۔ اسی طرح ہر چرچ کے پادری یعنی مذہبی رہنما کو بھی اراضی دی جاتی تھی۔ ہر ضلع میں جو صدر پادری ہوتا اس کو اُس کے رتبہ اور مرتبہ کی بنیاد پر زیادہ اراضی بطور جاگیر حکومت کی طرف سے دی جاتی تھی۔ یہ سب اراضیات قابل کاشت ہوا کرتی تا کہ وہ ان اراضیات پر رعیت کے ذریعہ کاشت کریں۔ اس طرح پادریوں کا درجہ بھی جاگیرداروں کے برابر تھا۔ شہروں اور دیہاتوں میں بہت ساری اراضیات چرچ (کلیسا یا

گرجاؤں) کے قبضے میں تھیں۔

پادریوں کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ عیسائیت میں محبت، شفقت، صداقت، عدم تشدد، مہربانی، رحم دلی اور توبہ پر زور دیا گیا ہے چوں کہ عبادت میں کسی قسم کی تفریق نہیں برتی جاتی اس لیے عیسائیت کو سارے یورپ میں فروغ ہوا۔

4 سبق کا خلاصہ

قدیم دور اور جدید دور کا درمیانی عہد "عہدِ وسطیٰ" کہلاتا ہے۔ رومن سلطنت کے زوال کے بعد سے پندرھویں صدی عیسوی کے آغاز تک کے درمیانی دور کو "دورِ وسطیٰ" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ فرانسیسی اور جرمن قبائلیوں کے مسلسل حملوں سے رومن سلطنت معاشی طور پر بدحال ہوگئی اور چھوٹی چھوٹی فرانسیسی اور جرمن حکومتیں قائم ہوگئیں۔ سنہ 800ء میں فرانس کے بادشاہ نے فرانس، جرمنی اور برطانیہ کے کچھ حصے کو ملا کر ایک سلطنت قائم کی تھی، جو اُس کے مرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

روم کے عظیم شہنشاہ کانسٹن ٹائن نے 330 عیسوی میں مشرقی روم کے ممالک کو متحد کر کے یونانی شہر بزنطینی کو اُس کا دارالحکومت بنایا یہی شہر بعد میں قسطنطنیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ بڑی طاقتور اور پائیدار حکومت تھی۔ عوام خوشحال تھے۔ بزنطینی باشندے عیسائی مذہب کے ماننے والے تھے۔ سینٹ پیٹر چرچ کے صدر پادری (بشپ) کو پوپ (POPE) کی حیثیت حاصل ہوئی۔ روم عیسائیت کا مرکز بن گیا۔ بزنطینی سلطنت میں سماج میں طبقہ واری تقسیم ہوئی یعنی زمیندار اور مزدور۔ مزدوروں پر مظالم جب حد سے بڑھ گئے تو ایک انقلاب آیا اور یہ حکومت ختم ہوگئی۔

رومن سلطنت میں چرچ اور پادریوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ حکومت نے چرچ اور پادریوں کو اراضیات کی شکل میں جاگیرات عطا کی تھیں۔ سماج میں پادریوں کا مرتبہ بہت بلند تھا۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) بزنطینی سلطنت کا بانی کون تھا؟
2) قسطنطنیہ موجودہ دور میں کس ملک میں واقع ہے؟
3) کس چرچ کے صدر پادری کو پوپ کی حیثیت حاصل ہے؟
4) ترکوں نے کس سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا؟
5) کس ملک کے بادشاہ نے 800ء میں سلطنت قائم کی تھی؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) رومن سلطنت کے زوال کی وجوہات بیان کیجیے؟

2) بزنطینی سلطنت کے بارے میں تفصیل لکھیے؟

3) گرجا گھروں کی تعمیر کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں لکھیے؟

4) متوسط دور کسے کہتے ہیں لکھیے؟

5) جاگیردارانہ نظام پر روشنی ڈالیے؟

6) رومن سلطنت کی تجارت کن ممالک سے تھی لکھیے؟

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) کسی بھی دور کا..........ایک ہی وقت میں.......... نہیں پاتا۔

2) ....اور..........کے..........کے مسلسل حملوں سے معاشی بدحالی آئی۔

3) .... تہذیب کے..........اس سلطنت پر مرتب ہوئے۔

4) ....باشندوں کا..........قدیم..........تھا۔

5) ....نے کسانوں کی زندگی.......... کردی تھی۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) متحدہ سلطنت کا دارالحکومت بنایا (فلسطین، چین

2) جاگیردارانہ نظام کے خلاف شروع ہوگئی (تعریف، تحریک

3) کو ملکیت میں تقسیم کیا (جائیداد، جاگیرات، سیاست)

4) فتح کر کے عظیم حکومت قائم کی (ایرانی، ترکی، افغانی)

5) غلاموں کی حالت تھی (بدتر، کمتر، بہتر)

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) امرا اور دولت مند طبقے کی	اور حکومت معاشی طور پر پریشان ہوگئی
2) سرکاری خزانے پر بہت بار پڑا	اس سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے
3) اس بادشاہ کی موت کے بعد	ہر طرح سے ہمت افزائی کی جاتی تھی
4) تجارتی مال زمین کے راستے سے	پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے
5) عیسائیت میں محبت، شفقت اور توبہ	ایران، افغانستان اور ہندوستان لے جایا جاتا

سبق 15 دورِ جدید کی ابتداء

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 یورپ

3.1.1 جاگیردارانہ نظام

3.1.2 زوال کے اسباب

3.1.3 جغرافیائی انکشافات

3.1.4 تجارت کی ترقی

3.1.5 متوسط طبقہ کا عروج

3.2 نشاۃ ثانیہ

3.2.1 آرٹ اور ادب

3.2.2 چھاپے خانے کی ایجاد

3.2.3 جدید سائنس کی ابتداء

3.3 مذہبی اصلاحی تحریک

3.3.1 کیتھولک چرچ کی خامیاں

3.3.2 چرچ کے خلاف ابتدائی بغاوتیں

3.4 مارٹن لوتھر

3.5 جان کالون

3.6 کیتھولک اصلاحی تحریک

3.7 مذہبی جنگیں

3.8 جغرافیائی دریافتوں کے اثرات

3.8.1 تجارت

3.8.2 معیشت اور نوآبادیاتی نظام

3.8.3 قومی ریاستوں کا عروج

3.8.4 رقابتیں

3.9 انگلستان کا انقلاب

3.9.1 بادشاہت اور پارلیمنٹ میں تصادم

3.9.2 1688ء کا شاندار انقلاب

3.9.3 پارلیمانی طاقت کی برتری

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم دورِ جدید کی ابتداء سے متعلق حسب ذیل معلومات حاصل کریں گے:

☆ یورپ

☆ جاگیردارانہ نظام

☆ زوال کے اسباب

☆ جغرافیائی انکشافات

☆ تجارت کی ترقی

☆ متوسط طبقے کا عروج

☆ نشاۃ ثانیہ

☆ آرٹ اور ادب

☆ چھاپے خانے کی ایجاد

☆ جدید سائنس کی ابتداء

☆ مذہبی اصلاحی تحریک

☆ کیتھولک چرچ کی خامیاں

☆ چرچ کے خلاف ابتدائی بغاوتیں

☆ مارٹن لوتھر

☆ جان کالون

☆ مذہبی جنگیں

☆ جغرافیائی دریافتوں کے اثرات

☆ تجارت

☆ معیشت اور نوآبادیاتی نظام

☆ قومی ریاستوں کا عروج

☆ رقابتیں

☆ انگلستان کا انقلاب

☆ بادشاہت اور پارلیمنٹ میں تصادم

☆ 1688ء کا شاندار انقلاب

☆ پارلیمنٹ طاقت کی برتری

2 تمہید

گزشتہ سبق میں ہم دور وسطیٰ کے یورپ کے حالات کا جائزہ لے چکے ہیں۔ اس سبق میں دور جدید کے یورپ کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

عہد وسطیٰ کے آخر میں یورپ میں دور جدید کی ابتداء ہوئی۔ اس وقت سماج پر جاگیرداروں کا غلبہ تھا۔ ان کی جاگیر میں کسانوں پر ظلم وزیادتی کی جاتی تھی اور جن جاگیرداروں کے پاس فوج ہوتی وہ بادشاہ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اس طرح بادشاہ کے لیے خطرہ بن گئے تو رفتہ رفتہ ان کا خاتمہ کردیا گیا تو ان کے بجائے قومی ریاستوں کا وجود ہوا۔

اسی دور کی دین نوآبادیاتی نظام ہے جو ملاحوں کے سمندری سفر کے دوران دریافت ہوئے علاقوں پر قائم ہوئی نوآبادیوں کی وجہ سے وجود میں آیا۔ اس سے یورپی ممالک کی تجارت ورقابت میں فروغ ہوا۔ جدید دور میں سائنسی ترقی سے نئی نئی ایجادات ہوئیں اور مختلف شعبوں میں تبدیلیاں رونما ہوئیں جس میں مذہب بھی شامل ہے۔ رومن کیتھولک پادریوں کی بالادستی کے خلاف تحریک نے ایک نئے فرقہ "پروٹسٹنٹ" کو وجود میں لایا۔

انگلستان میں فرد کی آزادی کی تحریک شروع ہوئی تو حکومت نے فرد کی آزادی کو تسلیم کرلیا۔ جان لاک نے قدرتی بنیادی حقوق کی تعلیم دی جس کے باعث سارے یورپ میں انقلابی تحریکات شروع ہوگئیں۔ جب یہ تحریک انگلستان میں زور پکڑی تو بادشاہت برائے نام رہ گئی اور پارلیمنٹ کے اختیارات میں اضافہ ہوگیا تو بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان تصادم اور خانہ جنگی ہوئی جس میں بادشاہ کو شکست ہوئی اور بعد میں بادشاہ کا قتل کردیا گیا۔ 1688ء کے شاندار انقلاب کے نتیجے میں ایک خطرہ خون بہائے بغیر بادشاہ کے سارے اختیارات پارلیمنٹ کے حوالے کردیے گئے اور بادشاہ صرف برائے نام رہ گیا۔

3 سبق کا متن

3.1 یورپ

یورپ کی عظیم رومن سلطنت کے زوال میں سلاؤ اور جرمن قبائیلیوں کے حملے کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہ مسلسل حملے کرتے رہتے تھے بعد میں ان قبائیلیوں نے یورپ کے مختلف علاقوں میں قیام کرنے کو ترجیح دی۔ جس کے نتیجے میں قدیم آبادی، وہاں کی زبانوں اور طرز حکومت میں بھی تبدیلی واقع ہوئی۔ مقامی آبادی سے میل ملاپ کے نتیجے میں آج کے جدید یورپی قوموں کی داغ بیل پڑی۔ عہد وسطیٰ نے قدیم اور جدید دور کے درمیان ایک رابطہ کا کام کیا۔ عہد وسطیٰ کے آخری مرحلہ میں جدید دور کا آغاز ہوا۔ مغربی ممالک میں جدید دور میں بحرہ روم کے ساحل پر کئی نئے شہر آباد ہوئے۔ یورپ کے براعظم میں قدیم رومی اور یونانی تہذیبوں کی جگہ نئی سائنسی معلومات کو فروغ ہوا۔

3.1.1 جاگیردارانہ نظام

رومن سلطنت کی شکست کے بعد یورپ میں ایک نئے طرز کے معاشرے اور ایک نئی طرز حکومت کی بنیاد پڑی۔ یہی نیا نظام رفتہ رفتہ اُبھر کر جاگیردارانہ نظام کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس معاشرے میں ان سرداروں کو بہت اہمیت حاصل تھی جو فوجی طاقت سے زمین کے بڑے حصے پر اپنا قبضہ جما رکھے تھے اور حکومت میں بھی اُن کا اثر ورسوخ ہوتا تھا۔ بادشاہ زیادہ طاقت ور سرداروں میں سے ایک کی طرح ہوتا تھا مگر وقت کے ساتھ ساتھ بادشاہت طاقتور ہوتی گئی اور یہ زمیندار، جاگیردار بادشاہ کے باج گزار ہو گئے۔ جس کے بدلے میں بادشاہ ان جاگیرداروں کی قبضے والی زمین کو اُن کی جاگیروں کی شکل میں تسلیم کر لیتا تھا۔ یہ جاگیردار اپنے سے چھوٹے یا کمتر درجے کے سرداروں کو اپنے جاگیرداروں کے طور پر مقرر کرتے تھے۔ اس طرح جاگیردارانہ نظام میں حکومت میں زمینوں کے مالکین کا ہی بول بالا تھا۔ یہ نظام موروثی ہوتا تھا اور اس بات کی کوشش کی جاتی تھی کہ اس دائرے میں باہر کا کوئی آدمی شامل نہ ہونے پائے۔

یورپ کے جاگیردارانہ نظام کی دو اہم خصوصیات تھیں۔ پہلی خصوصیت رعیتی نظام کی ہے، رعیت وہ کسان ہوتا تھا جو کھیت میں کام کرتا تھا۔ لیکن ان کسانوں کو بڑی سخت زندگی گزارنی پڑتی تھی۔

یورپ کے کئی ممالک میں گڑھی یا قلعہ کا نظام بھی رائج تھا۔ یہ قلعہ جاگیردار کی رہائش گاہ کہلاتی تھی۔ اس کے تحت زمینات کا بہت بڑا حصہ ہوتا تھا۔ جس پر جاگیردار کی رعیت اُس کے لیے کاشت کیا کرتی تھی۔ رعیت کو اپنی زمین پر کھیتی اور جاگیردار کی زمینات پر کاشت کرنے کے لیے اپنے وقت کو برابر برابر تقسیم کرنا پڑتا تھا۔ چوں کہ یہ ساری اراضیات نظریاتی طور پر جاگیرداروں کی ملکیت ہوا کرتی تھیں۔ اس لیے رعیت کو محصول نقد رقم یا دوسرے سامان کی شکل میں ادا کرنا پڑتا تھا۔ یہ زمیندار امراء کے علاوہ چرچ کے پادری، صدر پادری بھی ہوا کرتے تھے کیوں کہ چرچ کے تحت بھی زمینات کا بڑا حصہ قابل کاشت ہوتا تھا۔ صدر پادری کے اختیارات میں سیاسی، سماجی اور اخلاقی حقوق شامل تھے۔ زمینداروں اور جاگیرداروں کے مظالم کے خلاف ایک تحریک شروع ہوئی جو جاگیردارانہ نظام کے زوال پر ختم ہوئی۔

3.1.2 زوال کے اسباب

جاگیرداروں کی زمینات پر جو کسان (رعیت) کاشت کاری کیا کرتے تھے لیکن اُن کی حیثیت بندھوا مزدور کی سی تھی۔ وہ لوگ نہ تو اپنا پیشہ کاشت کاری تبدیل کر سکتے تھے اور نہ ہی مقام کی تبدیلی کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ کسان اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کسانوں کا زمینداری اور جاگیردارانہ نظام میں سب سے زیادہ اہم کام تھا کاشت کاری کرنا، لیکن اُن کی حالت قابل رحم تھی۔ یہ لوگ اپنی زندگی کا زیادہ وقت جاگیرداروں کی خدمت میں گزارتے پھر بھی انہی کو اس نظام کے ظلم و ستم سہنے پڑتے تھے۔ سماج اور معاشرے میں اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا۔ وہ ہمیشہ ناانصافیوں کا شکار بنتے جس کے خلاف آواز اٹھانے کی اُن میں سکت نہیں تھی یہ کسان اپنا خون پسینہ بہا کر جاگیردار کی زمین اور اپنی زمین پر کاشت کرتا لیکن اس کی اپنی زمین بھی نظریاتی طور پر تو جاگیردار ہی کی ہوتی ہے، اس لیے کسان کو محصول بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح اس کی محنت کی کمائی پر بھی زمیندار کا حصہ ہوتا

تھا۔اس طرح جاگیرداروں نے کسانوں کی زندگی اجیرن کردی تھی۔ چناں چہ ان کسانوں نے پانی سر سے اُونچا ہونے پر ایک انقلابی راستہ اپنایا تا کہ ان حالات سے چھٹکارا حاصل کرسکیں۔اس کے علاوہ خود بادشاہ، جاگیرداروں سے ناراض تھا۔ رفتہ رفتہ ان کے اختیارات سلب کردیتے ہوئے ان کا خاتمہ کردیا گیا۔

3.1.3 جغرافیائی انکشافات

تُرکوں کے قسطنطنیہ پر حملے کے بعد یونانیوں نے مغربی یورپ کو نقل مقام کیا اور نئے نئے ممالک کو دریافت کرنے کی کوششیں کیں۔ان کوششوں کو جغرافیائی انکشافات یا جغرافیائی دریافتیں کہتے ہیں۔کئی مُہم پسند ملاحوں نے نئے علاقوں کو دریافت کرنے کی خاطر مسلسل سمندری سفر کیے اور ایسے سفر کے دوران بے شمار جغرافیائی انکشافات کیے۔ جس کا دنیا کو اس سے قبل کوئی علم نہ تھا۔ کیوں کہ رومیوں کو صرف بحیرہ روم سے ہی واقفیت تھی۔ مارکوپولو نے وینس سے لے کر مشرقی ممالک چین اور جاپان تک کا سفر کیا اور اپنے سفری روزنامچہ (ڈائری) میں مشرقی ممالک کی دولت اور خوبصورت فن مصوری اور فن تعمیر کی بہت تعریف کی ہے۔مارکوپولو نے چین کی بے پناہ دولت اور جاپان کے سنہری مندروں، مشرقی ساحلی ممالک کے قیمتی خوشبوؤں سے معطر عطریات اور مصنوعات کے علاوہ ہندوستان کے باشندوں کی عیش وآرام کی زندگی کے بارے میں بھی لکھا ہے۔ بحیرہ اوقیانوس کے ساحلی علاقوں کی دریافت بہت ہی مشکل کام تھا۔ پرتگالی بادشاہ ہنری نے سمندری راستے سے آفریقہ کے ساحل تک سفر کیا اور نقشے بھی تیار کیے۔ جس سے ملاحوں کو بڑی سہولت اور رہنمائی ہوئی۔

مشہور ملاح واسکوڈی گاما آفریقی "راس امید" سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں کالی کٹ کے ساحل تک سفر کیا۔ یہ یورپی ملاحوں کی سمندری راستوں کے ذریعہ ہندوستان تک پہنچنے کی پہلی کوشش تھی۔ ملاح بارتھولومیو آفریقی "راس امید" تک پہنچا۔ اطالوی ملاح کولمبس بحیرہ اوقیانوس میں مغربی سمت میں چار ہزار میل کا سمندری سفر کرنے کے بعد خیال کیا کہ وہ ہندوستان پہنچ گیا ہے اور اس نے اُن جزیروں کو ویسٹ انڈیز کے نام سے موسوم کیا۔ کولمبس کے بعد اور ایک اطالوی ملاح امریگو ویسپوچی (AMERIGO VESPUCCI) نے مزید سمندری سفر کرتے ہوئے ایک براعظم دریافت کیا جو اُس کے نام پر امریکہ کہلایا۔ اس کے علاوہ کورٹس اور پیزارو اسپین کے ملاحوں نے لاطینی امریکہ دریافت کیا۔ ایک پُرتگالی ملاح میگلیان نے جنوبی امریکہ کی راس کے اطراف چکّر لگاتے ہوئے کسی طرح ہندوستان پہنچا اور راس کی پُرسکون فضاء کی وجہ سے اس سمندر کو بحرالکاہل کے نام سے موسوم کیا۔ ان ملاحوں کی کوشش، تلاش وجستجو کی وجہ سے دنیا کی تاریخ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ ان ملاحوں نے جن جزیروں یا علاقوں پر قدم رکھا وہاں اپنا قومی پرچم لہرایا۔اس طرح نوآبادیاتی نظام کی بنیاد پڑی اور یہ یورپی نوآبادیاتی علاقے تجارتی مراکز میں تبدیل ہوگئے۔

3.1.4 تجارت کی ترقی

یورپی تاجروں نے مشرقی ساحلی ممالک کے بیش بہا عطریات اور قیمتی مصنوعات کی تجارت سے خوب منافع کمایا۔ کیوں کہ عطریات کی تجارت نہایت فائدہ بخش تھی لیکن تُرکوں نے عطریات کی تجارت پر پابندی عائد کردی تو یورپ کے باشندوں کے لیے نئے

راستوں کی دریافت لازمی ہوگئی۔ یورپی ممالک کے ملاحوں کے دریافت شدہ علاقے نوآبادیاتی تجارتی مراکز کے قیام سے یورپی ممالک دولت مند ہو گئے۔ یورپی ممالک کے سونے کے ذخائر 1600ء تک دُگنے ہو گئے جب کہ چاندی کے ذخائر میں دس گنا اضافہ ہوا۔ نئے سمندری راستوں اور نئے علاقوں کی دریافت کی وجہ سے تجارت کی نئی راہیں ہموار ہوئیں۔ اس طرح اطالیہ (اٹلی) کے شہروں کی اہمیت ختم ہوگئی اور بحیرہ اوقیانوس کے ساحلی علاقوں کی اہمیت میں اضافہ ہوگیا۔ تجارت میں خانگی تجارتی کمپنیاں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگیں جس سے خانگی تجارتی کمپنیاں دولت مند بن گئیں اور سیاسی اہمیت کی حامل ہوگئیں۔ نئے تجارتی راستوں کی دریافت سے بین الاقوامی تجارت اور عالمی معاشی میدان میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس سے بتدریج نوآبادیاتی نظام کی ابتداء ہوئی۔

3.1.5 متوسط طبقہ کا عروج

یورپ میں متوسط طبقہ تجارت سے وابستہ تھا۔ ان لوگوں نے اپنی خانگی تجارتی کمپنیاں قائم کر رکھی تھیں۔ جب تجارت میں فروغ ہوا تو یہ خانگی کمپنیاں بے حساب دولت کی مالک ہوگئیں۔ نئے نئے تجارتی مراکز کے وجود میں آنے سے تجارت اور سوداگری میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ جس کے باعث متوسط طبقہ بااثر بن جانے کی وجہ سے قدیم زمینداروں اور پادریوں کی اہمیت ختم ہوگئی۔ یوں متوسط طبقہ دولت مند ہوگیا تو اس طبقہ کے افراد نے گرجا گھروں کے تحت جو زمینات تھیں اُسے خریدنا شروع کیا۔ اس طرح متوسط طبقہ متمول طبقہ میں تبدیل ہوگیا جس کے باعث ان لوگوں کی سیاسیات میں اہمیت بڑھ گئی۔ سماج کی ان تبدیلیوں نے انقلاب کی راہ ہموار کردی۔

3.2 نشاۃ ثانیہ

مغربی ممالک میں جدید دور کے اثرات 500 عیسوی سے 1800 عیسوی کے درمیان میں مرتب ہوئے۔ اس دور میں کئی اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ سماجی کمیونٹی نے انسانیت کو اپنا نصب العین بنایا۔ صلیبی جنگیں، مارکو پولو، واسکوڈی گاما، کولمبس وغیرہ کی تحریریں، مشرقی ممالک سے رابطہ نے نئی طرز فکر اور جدید معلومات میں اضافہ کیا۔ بحیرہ روم کے ساحل پر کئی نئے شہر بسائے گئے۔ براعظم یورپ میں قدیم رومی اور یونانی تہذیبوں کی جگہ نئی سائنسی معلومات لے لی۔ مشرقی ممالک سے رابطہ کے نتیجے میں ایک نئی تہذیب وجود میں آئی۔ معاشی میدان میں کئی انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ عیسائیت کی تعلیمات کا معقولیت پسندی کی روشنی میں جائزہ لیا جانے لگا۔ جس سے مستقبل میں مذہبی اصلاح کی راہیں ہموار ہوئیں۔ اظہار خیال کی آزادی اور آزادانہ فکر کو جگہ دی گئی۔ علم ریاضیات، فلسفہ اور سائنس میں دلچسپی پیدا ہونے کی وجہ سے متوسط طبقہ ایک سیاسی طاقت بن گیا۔ اوہام پرستی، اندھے عقیدوں کو دور کرتے ہوئے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس کو نشاط ثانیہ کہتے ہیں۔

نشاط ثانیہ کے معنی دوبارہ پیدا ہونے کے ہیں۔ یہاں پر نشاط ثانیہ کا مطلب تبدیلیوں سے لیا گیا ہے۔ یہ تبدیلیاں زندگی کے ہر شعبے میں محسوس کی گئیں۔ لوگوں کی طرز زندگی، اُن کی تحریریں، اُن کے انداز فکر، آرٹ، مصوری اور سنگ تراشی کے میدان میں تبدیلیاں واضح طور پر نمایاں رہیں۔ لوگ گرجا گھروں کے اقتدار کے خلاف آواز بلند کرنے لگے۔ نشاط ثانیہ نے آرٹ اور ادب میں

تبدیلیاں لائیں اور نئے رجحانات نے انسان کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

3.2.1 آرٹ اور ادب

نشاۃ ثانیہ کا بنیادی مقصد یونانی اور رومی فنون لطیفہ کو دوبارہ روشناس کروانا تھا۔ سب سے پہلے نشاۃ ثانیہ کی تحریک کا آغاز اطالیہ میں ہوا۔ نئے شہروں جیسے روم، میلان اور فلورنس میں لوگوں کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ یونانی علماء کے آزادانہ اظہار خیال اور بحث اور مباحثے سے نشاۃ ثانیہ کی تحریک کو مزید تقویت اس وقت حاصل ہوئی جب یونانی دانشور ترکوں کے حملے کے بعد اطالیہ چلے آئے۔ یونانی مفکرین کی تعلیمات کی وجہ سے سارے اطالیہ میں قدیم یونانی تعلیمات و تصورات کو فروغ حاصل ہوا۔ یونانی دانشوروں کے خیالات کا اثر ادب پر بھی پڑا۔ مشہور اطالوی شاعر دانتے نے مقدس طربیہ لکھی جو کلیسا (گرجا گھر) کی بدعنوانیوں پر ایک گہرا طنز تھی۔ اس میں اُس دور کی سماجی اور مذہبی زندگی کی عکاسی کی گئی تھی۔ ایک دوسرے عظیم شاعر پٹراک نے ایک کتاب لکھی، جس میں اس دور کے معاشرے پر سخت نکتہ چینی کی گئی تھی۔

فن مصوری میں لیونارڈ وڈا آونسی، میکل اور رافل کو بہت ہی اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ وہ لوگ "تین بڑے" (THREE GREATS) کے نام سے جانے جاتے تھے۔ لیونارڈ وڈا آونسی ہر فن مولا تھا۔ وہ ایک ماہر مصور، سنگتراش، گلوکار، شاعر، فلسفی، انجینئر اور سائنس دان بھی تھا۔ اُس کی بنائی ہوئی شہرت یافتہ شاہکار تصاویر میں "آخری عشائیہ" اور "مونالیزا" قابل ذکر ہیں۔ جن کے باعث لیونارڈو کا نام رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ اگر چہ کہ وہ تصاویر عیسائی مذہب کی ترجمان ہیں لیکن اُن میں انسانی جذبات کی بہت ہی گہرائی سے ترجمانی کی گئی ہے۔ "آخری فیصلہ" اور "انسان کا زوال" کو فن مصوری کی دنیا کا بے مثال نمونہ تصور کیا جاتا ہے۔ جنھیں دیکھنے کے لیے ساری دنیا سے لوگ میوزیم کو آتے ہیں۔ رافل بھی اسی دور کا ایک بہت ہی معروف اطالوی مصور تھا۔ اُس کی بنائی ہوئی تصویر "میڈونا" (MADONA) ایک شاہکار تصویر خیال کی جاتی ہے۔

نشاۃ ثانیہ (Rennaissance) اطالیہ سے سارے یورپ میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔ جس سے لاطینی زبانوں کو فروغ ہوا۔ لاطینی زبان دانشوروں کی ترسیل کا ذریعہ تھی۔ لاطینی زبان کو فروغ ہوا تو اُس سے دیگر مقامی زبانوں کو بھی بہت فائدہ ہوا۔ مقامی زبانیں بھی ترقی کرنے لگیں اور اہمیت کی حامل بن گئیں۔ کئی عظیم کتابیں عوامی مقبول زبانوں میں تحریر کی گئیں۔ اُن کتابوں سے اس دور کے حالات کا پتہ چلتا ہے کہ عوام کی زندگی کس طرح کی تھی۔

ہالینڈ کا مشہور ادیب "ایراس مُس" (ERASMUS) تھا۔ اُس نے پادریوں کی بدعنوانیوں کو بے نقاب کرتے ہوئے اُن کا مذاق اڑایا ہے۔ اُس کی تحریر کردہ کتاب "غلطی کی ستائش" میں گرجا گھروں میں ہونے والی بدعنوانیوں پر کھل کر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ انگلینڈ کے ادیب "تھامس مور" نے "اؤٹوپرا" (UTOPRA) لکھی، جس میں انسان کی مثالی زندگی کی عکاسی کی گئی۔ اطالوی شہر فلورنس کے ممتاز ادیب و فلسفی "میکاولی" کو جدید سیاسی فلسفہ کا باوا آدم سمجھا جاتا ہے۔ اُس نے سیاست اور مذہب کو ایک دوسرے سے علحدہ کیا۔ اسپین کے ادیب ایم۔ سروِنٹس (M.CERVENTES) نے ڈان کیوکزوٹ (DONXIXOTE) تحریر کی جو کہ

عہدِ وسطیٰ کے لغو رسومات پر گہرا طنز تھی۔ فرانیس بیکن نے اپنے مضامین کے ذریعہ عام قاری کا دل موہ لیا۔ شہری آفاق انگریزی ڈرامہ نگار "ولیم شیکسپیئر" کا بھی اسی دور سے تعلق تھا۔ اُس نے اپنے ڈراموں میں انسانی جذبات کی بھرپور ترجمانی کی۔ شیکسپیئر کے ڈراموں سے نشاط ثانیہ میں وقوع ہونے والی تبدیلیوں کی صحیح عکاسی ہوتی ہے۔

3.2.2 چھاپے خانے کی ایجاد

دور متوسط میں جانِ گلن برگ نے چھاپے خانے یعنی (PRINTING PRESS) کی مشین ایجاد کی۔ اس ایجاد نے انقلابی تبدیلیاں پیدا کر دیں اور کتابوں کی چھپوائی میں آسانی سے کئی نادر و نایاب قلمی نسخوں کی اشاعت عمل میں آئی۔ پہلی دفعہ "انجیل مقدس" کو شائع کیا گیا جس سے لوگوں کو انجیل مقدس کے مطالعہ کا زیادہ سے زیادہ موقع دستیاب ہوا۔ اسی پرنٹنگ پریس کی بدولت تحریک اصلاح پر اثرات مرتب ہوئے۔ چھاپے خانے کی ایجاد کے بعد کئی یونانی اور رومی نایاب کتب کی اشاعت عمل میں آئی جس کے مطالعے سے یونانی اور رومی ادب میں عوام کی دلچسپی بڑھتی چلی گئی۔

3.2.3 جدید سائنس کی ابتداء

بیکن نے سائنٹفک نقطۂ نظر کی حوصلہ افزائی کی۔ اس نے علم کے حصول کے لیے مفروضہ، مشاہدہ اور تجربے کی وکالت کی۔ علم کے فروغ سے کئی دریافتیں اور ایجادات ہوئیں۔ عہدِ وسطیٰ کے بہت سے قدیم و فرسودہ عقیدوں کو علم کے عام ہونے کے بعد رد کر دیا گیا۔ اسٹارچس (STARCHESS) نے سابقہ عقیدے کے برعکس یہ ثابت کیا کہ زمین کائنات کا مرکز نہیں اور یہ کہ زمین ایک چھوٹا سیارہ ہے جو سورج کے اطراف گردش کرتا رہتا ہے۔ کوپرنکس (COOPER NICKS) پہلا یورپی سائنسدان تھا جس نے اس نظریہ کو پیش کیا۔ وہ پولینڈ کا باشندہ تھا۔ چند یورپی سائنسدانوں نے اس کے نظریے کی مخالفت کی۔ اس کے علاوہ مصری ماہر علم فلکیات "بطلیموس" نے بھی اس نظریے کو مسترد کر دیا۔ ایسا کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ یہ نظریہ انجیل مقدس کی تعلیمات کے خلاف تھا، اسی لیے مذہبی علماء نے بھی اس کی بڑھ چڑھ کر مخالفت کی۔ چالیس برس بعد اطالوی سائنسدان "گیلی لیو" نے دوربین کے ذریعہ سورج اور ستاروں کو دکھاتے ہوئے بطلیموس کے نظریہ کی تائید کی۔ سر نیوٹن نے زمین کی قوت کشش کے کلیات پیش کیے اور اس نے یہ ثابت کیا کہ تمام اجرام (جسم) فلکی قوت کشش کے قانون کے تحت گردش کرتے ہیں۔ مشہور سائنسدان "یاروے" نے انسانی جسم کے اندر خون کی گردش کو دریافت کیا۔ اس دور میں یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شئے کی ماہیت کو جاننے کے لیے اس کا مطالعہ، مشاہدہ اور تجربہ کرنا چاہیے۔ نشاط ثانیہ کی ہی بدولت ہماری سائنسی معلومات میں روز افزوں اضافہ ہوا۔ دراصل یہی دور جدید سائنس کی ابتداء ہے۔

3.3 مذہبی اصلاحی تحریک

رومن کلیسا کے کیتھولک پادری عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ان پادریوں کی بدعنوانیوں پر چاروں طرف سے تنقیدیں ہونے لگیں۔ ایک اصلاحی تحریک ان بدعنوانیوں کے خلاف شروع کی گئی۔ جسے پروٹسٹنٹ تحریک اصلاح سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس اصلاحی تحریک کے نتیجے میں کئی ممالک میں خودمختار قومی کلیساؤں کا قیام عمل میں آیا۔ یہ کلیسا (گرجا گھر) پوپ کی بالادستی سے

آزاد تھے۔ ایک جانب عوام الناس نشاۃ ثانیہ سے متاثر تھے تو دوسری جانب قومی ریاستوں کے حکمرانوں نے قومی جذبے کے تحت پوپ کی بالادستی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کی وجہ سے اصلاحی تحریک کو مزید تقویت پہنچی۔ مارٹن لوتھر نے سنہ 1517 عیسوی میں پوپ اور کیتھولک چرچ کے خلاف بیانات دیتے ہوئے اُن کی بالادستی کو یکسر مسترد کر دیا۔ اس طرح یہ مذہبی اصلاحی تحریک آگے بڑھتی گئی۔

3.3.1 کیتھولک چرچ کی خامیاں

انجیل مقدس کی تعلیمات کے مطابق پوپ اور دوسرے اہم پادریوں کو ایک سیدھی سادی اور پاک صاف و نیک زندگی بسر کرنی چاہیے تھی۔ لیکن وہ دولت کو جمع کرنے لگے اور عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے۔ اس زمانے میں بہت سی قابل کاشت زرخیز زمین چرچوں کے کنٹرول یا تحت تھی۔ فرانس میں کل اراضیات میں سے پانچواں حصہ اور جرمنی میں تیسرا حصہ قابل کاشت زمینات پر کلیسا کی اجارہ داری تھی، یہ زمینات محصول سے مستثنیٰ تھیں اور ریاست کی آمدنی کے لیے نقصان دہ تھیں۔ اس نقصان کی پابجائی کے لیے دوسرے مختلف قسم کے محصول عوام الناس پر عائد کیے گئے۔ اس کے علاوہ کلیسا کے ارباب مجاز مختلف قسم کے مذہبی ٹیکس عوام سے وصول کرتے اور انھیں جمع کر کے روم روانہ کرتے تھے۔ بادشاہوں، سوداگروں، تاجروں اور صنعت کاروں کا خیال تھا کہ یہ چندے ملک و قوم کی دولت کو لوٹنے کے برابر ہے۔

3.3.2 چرچ کے خلاف ابتدائی بغاوتیں

چرچ کے خلاف بغاوت کی ابتداء فرانس اور انگلستان میں تقریباً ایک ساتھ شروع ہوئی تھی۔ انگلستان کے ادیب جان وکلف نے پہلی مرتبہ گیارھویں صدی عیسوی میں پادریوں کی غیر اخلاقی زندگی کے خلاف کھلے عام طور پر لکھا کہ پادریوں کو غیر مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے چاہنے والوں نے اس تحریک باغیانہ کو وسطی یورپ تک تیزی کے ساتھ پھیلا دیا۔ وکلف نے عام آدمی کو مذہب سے واقف کروانے اور پادریوں کی غیر اخلاقی زندگی اور انجیل مقدس کی تعلیمات کی سیدھی سادی زندگی کے فرق سے روشناس کروانے کی خاطر انجیل مقدس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ جس سے عوام کو مقدس کتاب کی تعلیمات کو سمجھنے میں بھی سہولت ہوئی۔ اس کے علاوہ پروفیسر جان ہس (JOHN HUSS) نے کلیسا کے خلاف آواز بلند کی تو کلیسا کے ارباب نے اس کو زندہ نذر آتش کر دیا تھا۔ اس کے بعد عوام نے چرچ کے خلاف بغاوت کر دی۔

پادریوں کی من مانی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا تا تھا۔ پوپ لیو دہم نے جنت کے پروانوں کو ٹیٹزال (TETZAL) کے ذریعہ فروخت کرنے کی اجازت دی۔ ان پروانوں کے ذریعہ گناہوں سے معافی دے دی۔ جن لوگوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا اور مذہبی فرائض انجام دینے سے قاصر رہے اُن لوگوں کو پادریوں نے دستاویزات کی فروخت کے ذریعہ گناہوں سے مستثنیٰ قرار دیا۔ دستاویزات سے حاصل رقم کو پادریوں نے اپنے عیش و نشاط پر خرچ کیا۔ عوام نے اس رسم کے خلاف آواز بلند کی اور بغاوت کر دی۔

3.4 مارٹن لوتھر

مارٹن لوتھر کا تعلق مزدوروں کے خاندان سے تھا۔ مارٹن لوتھر نے سنہ 1517 عیسوی میں پوپ اور کیتھولک چرچ کی بالادستی کو

صاف طور سے مسترد کردیا اور اس نے چرچ کے خلاف جرمنی میں ہوئی تحریک کی قیادت کی۔ اُس وقت وہ جرمن یونیورسٹی میں بطور پروفیسر کام کررہا تھا۔ اِسی دوران وہ عیسائیت کا مذہبی درویش بن چکا تھا۔ کئی بار لوتھر نے شہر روم کا سفر کیا تا کہ مذہب کے نام پر کی جانے والی بدعنوانیوں کا خود شخصی طور پر مشاہدہ کر سکے۔ وہاں ہونے والی بدعنوانیوں کو دیکھنے کے بعد لوتھر نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد کئی ممالک کے بادشاہوں، تاجروں، سوداگروں، کسانوں اور مزدوروں نے بھی اس تحریک کی تائید کی۔ بالآخر لوتھر کی تحریک کی وجہ سے پروٹسٹنٹ مذہب اور قومی کلیسا کا قیام عمل میں آیا۔ اس طرح کیتھولک چرچ کے خلاف تحریک نے ایک اور فرقہ کو وجود میں لایا۔

3.5 جان کالون

جان کالون، ایک پروٹسٹنٹ فرقہ کا رہنما تھا، نے سوئٹزرلینڈ میں جدید طرز فکر کی تلقین کی۔ اُس کی تعلیمات میں کسی بھی قسم کی سختی نہیں تھی۔ انگلستان اور امریکہ میں اس کے پیش کردہ نظریہ کے ماننے والوں کو پروٹسٹنٹ (PURITANS) کہا جاتا ہے۔ انھیں اسکاٹ لینڈ میں ''پریس بی ٹیرینس'' (PRESBYTARIONS) اور فرانس میں اُنھیں ہوگیناٹس (HUGENOTS) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پروٹسٹنٹ مذہب کو یورپ میں بہت جلدی مقبولیت مل گئی۔ ڈنمارک، ناروے، سویڈن کے حکمرانوں نے پروٹسٹنٹ کلیسا کو تسلیم کرلیا۔ ہنری ہشتم اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا تھا۔ جب پوپ نے ہنری ہشتم کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کی اجازت نہیں دی تو وہ کلیسا کا سربراہ بن گیا۔ اس سے پوپ کے ماننے والوں اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگوں کے درمیان جھگڑا ہونے لگا۔ جان کالون کے نظریے کو انگلستان میں سب سے بڑی کامیابی اُس وقت ہوئی جب ملکہ برطانیہ الزبتھ اول نے سنہ 1559 عیسوی میں انگلستان میں پروٹسٹنٹ کلیسا قائم کیا اور پوپ کی بالادستی کو یکسر مسترد کردیا۔

3.6 کیتھولک اصلاحی تحریک

تحریک اصلاح چوں کہ طاقتور ہوتی جارہی تھی اس لیے کیتھولک کلیسا کے ارباب مجاز نے چند اصلاحات نافذ کرنے کی کوشش کی تا کہ اس کا کھویا ہوا وقار پھر سے بحال ہوجائے وہ تحریک جو کلیسا کے کھوئے ہوئے وقار اور اقتدار کو واپس لانے کی کوشش میں کی گئی اس کو مخالف اصلاح تحریک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسپین میں اگنی ٹیس لائیولا (IGNETIUS LOYALA) نے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ جسے ''عیسیٰ مسیح کے سپاہی'' کا نام دیا گیا۔ اس تنظیم نے کیتھولک کلیسا کی سابقہ بالادستی، اقتدار اور وقار کو بحال کرنے کی کوشش کی۔ تنظیم کے افراد نے فرانس جا کر ایک بار پھر کیتھولک کلیسا کی بالادستی قائم کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔ انھوں نے چین، ہندوستان، آفریقہ کے کئی ممالک اور امریکہ کی مختلف ریاستوں میں اپنی تنظیم کی شاخیں قائم کیں اور مدارس بھی قائم کیے۔ وہ مسیحی مدارس کئی ممالک میں آج بھی موجود ہیں۔

مخالف تحریک اصلاح نے پروٹسٹنٹ اور کیتھولک فرقہ کے افراد کے درمیان نفرت پیدا کردی۔ نیدرلینڈس کے کیتھولک حکمران نے عیسائیت کی عفو و درگزر کی تعلیم کو فراموش کر کے ہزارہا کالوی نسٹس (CALVINISTS) کو پھانسی دے دی۔ عیسائی بزرگوں کے احترام کے دن فرانس میں پروٹسٹنٹ لوگوں کا قتل عام کلیسا کے دامن پر ایک دھبہ رہا۔ انگلستان میں ان جھگڑوں نے عوام کو نقل مقام کرنے پر مجبور کردیا۔

3.7 مذہبی جنگیں

کیتھولک اور پروٹسٹنٹ لوگوں کے درمیان پیدا شدہ عداوت کی وجہ سے انگلستان میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ نیدرلینڈس میں کیتھولک حکمران نے ہزار ہا پروٹسٹنٹ افراد کا قتل عام کیا۔ اسی طرح فرانس میں بھی پروٹسٹنٹ فرقہ کے افراد کا برسر عام قتل کیا گیا۔ انگلستان میں خانہ جنگی کے نتیجے میں بادشاہ چارلس اول کو پھانسی پر چڑھادیا گیا تھا۔ انگلستان اور فرانس میں 1337 تا 1453 عیسوی کے درمیان سوسالہ جنگیں ہوئیں، جس کے باعث فرانسیسی بادشاہوں کو فرانس میں اپنے اقتدار کو قائم کرنے کا موقع ملا۔ انگلستان میں ہوئے مذہبی جھگڑوں سے تنگ آکر پروٹسٹنٹ لوگوں نے شمالی امریکہ کو نقل مقام کیا اور وہاں قیام پذیر ہوتے ہوئے موجودہ ریاست متحدہ امریکہ کو قائم کیا۔

3.8 جغرافیائی دریافتوں کے اثرات

عہد وسطیٰ میں جاگیردارانہ نظام عروج پر تھا۔ اس نظام میں جاگیردار بہت زیادہ طاقتور بن گئے تھے اور ایک خودمختار کی حیثیت حاصل تھی۔ انگلستان اور فرانس میں بادشاہوں نے اُن کو اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کی اور عہد متوسط کے اواخر تک کئی بادشاہوں نے انھیں اپنے زیراثر رکھنے میں کامیابی حاصل کی۔ اس کے نتیجے میں واضح طور پر جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ قومی ریاستیں قائم کی گئیں۔ متوسط طبقہ کو اہمیت حاصل ہوئی۔ ان اسباب کی وجہ سے قومی ریاستوں کا قیام عمل میں آیا۔ واضح جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ سیاسی تقسیم عمل میں آئی۔

3.8.1 تجارت

قومی ریاستوں کے قیام سے تجارت کے لیے نئی راہیں ہموار ہوئیں۔ اس طرح قومی تجارت بین الاقوامی تجارت میں تبدیل ہوگئی۔ جب تجارت کو فروغ حاصل ہوا تو تاجروں اور سوداگروں کو بادشاہ کی جانب سے تحفظ وسلامتی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جس پر بادشاہوں نے احکام صادر کیے۔ اسی دور میں جبری مزدوری کی لعنت کا خاتمہ ہوا۔ چوں کہ بین الاقوامی تجارت میں کڑی مسابقت شروع ہوگئی تھی اس لیے قومی ریاستوں نے پیداوار میں اضافہ کے لیے نئے نئے طریقے اختیار کر لیے۔ اس کے نتیجہ میں معیشت کو فروغ حاصل ہوا۔

3.8.2 معیشت اور نوآبادیاتی نظام

یورپی ممالک کے ملاحوں نے دور دراز سمندری سفر کیے اور کئی نئے نئے علاقوں کو دریافت بھی کیا اور وہاں اپنا قومی پرچم بھی لہرادیا۔ بعد میں متعلقہ یورپی ممالک کے حکمران اپنے بحری بیڑے وغیرہ روانہ کر کے ان علاقوں پر باقاعدہ طور پر قبضہ کر کے وہاں اپنی تجارتی سرگرمیاں شروع کرتے اور اس علاقے کی معدنی پیداوار وغیرہ حاصل کر کے اپنے اپنے ملک لے جاتے تھے۔ نوآبادیاتی علاقوں کی دریافت کے بعد ملاحوں نے اپنے روزنامچوں اور سفرناموں کے ذریعہ یہاں کے حالات لکھے جس کی وجہ سے دیگر یورپی ممالک بھی ان علاقوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہر ایک کا مقصد اپنے ملک کی تجارت کو فروغ دینا ہوتا تھا۔ انگلستان، فرانس، پرتگال،

اسپین، اطالیہ وغیرہ نے نوآبادیاتی نظام کی ابتداء کی اور نوآبادیاتی علاقوں میں اپنے تجارتی مراکز کے قیام کے لیے مسابقت کرنے لگے۔ جب تجارت میں فروغ ہوا تو معیشت میں بھی اضافہ ہوا اور معاشی طور پر استحکام نے ان ممالک کی ترقی میں بہت بڑا حصہ ادا کیا۔

3.8.3 قومی ریاستوں کا عروج

عہدِ وسطیٰ میں جاگیردارانہ نظام عروج پر تھا اور جاگیردار بے پناہ طاقت کا مالک ہوا کرتا تھا۔ اُس کی حیثیت ایک خود مختار حکمران کی سی تھی۔ انگلستان اور فرانس میں بادشاہوں نے اُن کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی اور عہدِ وسطیٰ کے اختتام تک کئی بادشاہوں نے اُنھیں اپنے زیرِ اثر کرنے میں کامیابی بھی حاصل کرلی۔ اس کے نتیجے کے طور پر قومی ریاستوں کا وجود عمل میں آیا۔ اس کی وجہ سے نئی تلاش وجستجو کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ اِن اسباب کی وجہ سے قومی ریاستوں کا قیام عمل میں آیا۔

قومی ریاستوں پر آمرانہ حکمرانوں کا تسلط تھا، دولت مند اور متوسط طبقات نے بادشاہوں کی حمایت کی۔ یکساں سکوں کے نفاذ کی وجہ سے بادشاہوں کی اہمیت میں اضافہ ہوا۔ جاگیرداروں کی کارروائیوں پر نظرِ ثانی کرنے کے لیے بڑی عدالتیں قائم کی گئیں۔ جس کی وجہ سے جاگیرداروں کے اختیارات گھٹ گئے۔

3.8.4 رقابتیں

پندرھویں صدی عیسوی تک تاریخِ عالم آزاد قومی ریاستوں کی تاریخ بن گئی۔ اِن قومی ریاستوں کے حکمران اپنی ریاستوں کی فلاح و بہبود پر توجہ دینے لگے اور اس کام کو وہ حقیقی حب الوطنی سے تعبیر کرنے لگے۔ حد سے زیادہ حب الوطنی کا جذبہ پڑوسی ریاستوں کی فلاح کے لیے ایک مزاحمت بن گیا۔ اس کی وجہ سے پڑوسی ممالک میں رقابتیں پیدا ہوگئیں۔ جن کا اظہار تجارتی مراکز اور بالادستی کے حلقوں کے قیام میں ظاہر ہونے لگا۔ یہ رقابتیں دن بدن بڑھتی ہی گئیں۔

3.9 انگلستان کا انقلاب

انگلستان نے سترھویں صدی عیسوی میں فرد کی آزادی کے حق کو بخوبی تسلیم کرلیا جب کہ براعظم یورپ کے دوسرے ممالک میں فرد کی آزادی کے حق کو بہت بعد میں تسلیم کیا گیا تھا۔ انگلستان میں جان لاک کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ جان لاک نے تمام انسانوں کے قدرتی حقوق کے نظریہ کو پیش کیا اور حکمرانوں کے آمرانہ اختیارات کو یکسر مسترد کرتے ہوئے فرد کی آزادی پر زور دیا۔ جس کے نتیجے میں سارے یورپ میں انقلابی تحریکیں شروع ہوگئیں۔ نیدرلینڈس نے سولھویں صدی عیسوی میں ہسپانوی اقتدار کا خاتمہ کردیا اور ایک آزاد حکومت قائم کرلی۔ اس کے بعد یہ انقلابی تحریک کا اثر انگلستان پر ہوا چناں چہ انگلستان میں بھی بادشاہت کے آمرانہ اختیارات کا خاتمہ کردیا گیا لیکن انگلستان کا یہ انقلاب غیر خونی تھا۔ اس انقلاب میں خون خرابے کی نوبت نہیں آئی۔ پارلیمنٹ کے اختیارات میں اضافہ ہوگیا۔

3.9.1 بادشاہت اور پارلیمنٹ میں تصادم

ایلزبتھ اول کی وفات کے بعد اسٹوارٹ سلطنت کا پہلا بادشاہ جیمس اول تخت نشین ہوا۔ وہ آمرانہ ذہنیت کا حامل حکمران تھا۔

اس کا ایقان بادشاہ کی مطلق العنانیت پر تھا۔ جیمس نے اپنے آپ کو خدا کا نمائندہ کہا۔ ایسا نمائندہ جس کے اختیارات لامحدود اور ناقابل بازپرس۔ اُس نے پارلیمنٹ کے سوال کرنے کے حق پر اعتراض کیا۔ پارلیمنٹ ایوان امراء اور ایوان عوام پر مشتمل تھا۔ پارلیمنٹ نے قوانین بنائے اور محصول عائد کیے۔

ٹیوڈر بادشاہوں نے پارلیمنٹ کو ساتھ لے کر چلتے ہوئے آمرانہ حکومت جاری رکھی۔ انھوں نے پارلیمنٹ کو اپنی آمرانہ حکومت کو تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ ٹیوڈر آمریت کے ذریعہ چلتی رہی۔ ملک میں عام قوانین کے ذریعہ عوام کے حقوق کا تحفظ ہوتا رہا۔ بادشاہ کو نظم ونسق چلانے کے لیے محدود معاشی وسائل دیے گئے۔ وہ بغیر پارلیمنٹ کی اجازت کے محصول عائد نہیں کر سکتا تھا۔ جب کبھی بادشاہ نے مزید آمدنی کے ذرائع کی مانگ کی تو پارلیمنٹ نے حکومت میں شمولیت اور زیادہ حقوق کا مطالبہ پیش کیا۔ ٹیوڈر حکمران ہوشیاری کے ساتھ حالات سنبھالتے رہے۔ حالاں کہ کئی مرتبہ پارلیمنٹ نے مخالفت کی۔

جیمس اول ابتداء سے ہی آمرانہ ذہنیت اور مطلق العنانیت پر کامل ایقان رکھتا تھا۔ اُس نے پارلیمنٹ کی مرضی کے بغیر محصول (ٹیکس) عائد کیے اور اُس نے اپنے خصوصی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے درآمدات اور برآمدات پر مزید ٹیکس عائد کر دیے۔ جیمس اول نے تجارتی اغراض کے لیے اجارہ داری کے طریقے کو منظور کیا اور مالیہ کے حصول کے لیے خطابات فروخت کیے۔ جب کہ پارلیمنٹ نے اس سے اختلاف کیا۔ اس طرح بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان تصادم شروع ہو گیا۔ جیمس اول کا رویہ مذہب کے معاملے میں مشکوک تھا۔ اس نے ایسا تاثر دیا کہ وہ کیتھولک فرقہ کی تائید کر رہا ہے، انگریز تاجروں کا متوسط طبقہ اس کے اسپین سے تعلقات پر ناراض تھا کیوں کہ اس سے اُن کی غیر ملکی تجارت کو نقصان ہو رہا تھا۔ پارلیمنٹ میں پروٹسٹنٹ افراد کی اکثریت تھی۔ وہ اپنے مذہبی مفادات کے تحفظ کے لیے تصادم پر آمادہ تھے۔

جیمس کے بعد چارلس اول تخت نشین ہوا تو صورتحال دھما کو ہو گئی۔ بادشاہ اور پارلیمنٹ میں ٹھن گئی جس کے نتیجے میں بادشاہ نے پارلیمنٹ تحلیل کر دی اُس نے دوسری اور تیسری پارلیمنٹ کو طلب کیا لیکن وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تیسری پارلیمنٹ نے بادشاہ کو ٹیکس عائد کرنے سے باز رکھا۔ بادشاہ نے پارلیمنٹ کو حقوق کی عرضداشت کی شکل میں مزید حقوق دیے۔ یہ واقعہ انگلستان کی دستوری تاریخ میں اہم سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے لیکن پھر ایک ایسا موڑ آیا کہ چارلس اول نے پارلیمنٹ تحلیل کر دی اور گیارہ برس تک بغیر پارلیمنٹ کے حکومت کی اور مارشل لاء کے تحت حکومت کرتا رہا۔ اس نے پروٹسٹنٹ فرقہ کے افراد پر بہت ظلم ڈھائے اور اسکاٹ لینڈ سے جنگ بھی کرنی پڑی اور شکست کے بعد جرمانہ جنگ ادا کرنا پڑا جس کی مالی منظوری کے لیے 1640ء میں پارلیمنٹ کا انعقاد کیا۔ اس پارلیمنٹ کو جو 1640ء سے 1660ء تک چلتی رہی طویل پارلیمنٹ کہا جاتا ہے۔ اس پارلیمنٹ نے وزیروں اور عہدیداروں کو سزائیں دیں۔ چارلس اول نے پارلیمنٹ میں اپنے سپاہیوں کے ساتھ داخل ہو کر مخالفین کو گرفتار کرنا چاہا۔ عوامی نمائندوں نے بادشاہ کے اس اقدام کی سخت مذمت کی اور بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان طاقت آزمائی شروع ہو گئی۔ بادشاہ کے گروہ اور پارلیمانی جماعت کے درمیان خانہ جنگی چھڑ گئی جو تقریباً پانچ برس تک جاری رہی جس میں چارلس اول کو شکست ہوئی اور اس کو 1649ء میں پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا گیا اور انگلستان ایک جمہوری ملک بن گیا۔

16883.9.2ء کا شاندار انقلاب

مشرقی یورپی ممالک میں ایک طویل عرصہ تک آمرانہ حکومتیں قائم رہیں۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں آمریت کو ایک فطری طرز حکومت خیال کیا جانے لگا۔ لیکن انگلستان میں رجحانات میں چند تبدیلیاں رونما ہوئیں اور جمہوری اصلاحات نافذ کی گئیں۔ ایلزبتھ اول کے دور میں امراء اور جاگیرداروں کا زور کم ہوا اور حکومت طاقتور اور کارکردبنی۔ ایلزبتھ اول کے بعد جیمس اول اس کا جانشین بنا۔ اُس کے تعلقات پارلیمنٹ سے ٹھیک نہیں تھے وہ آمرانہ ذہنیت کا حامل تھا لیکن پارلیمنٹ کی اجازت کے بغیر ٹیکس عائد نہیں کر سکتا تھا۔ بادشاہ کے لیے چنگی سے ہونے والی آمدنی اس کے اخراجات کے لیے ناکافی تھی۔ جیمس کے بعد چارلس اول تخت نشین ہوا۔ چارلس اول اور پارلیمنٹ کے درمیان ابتداء سے ہی نا اتفاقی رہی۔ چارلس نے پارلیمنٹ تحلیل کر کے گیارہ برس یعنی 1629ء تا 1640ء تک بغیر پارلیمنٹ کے حکومت کی جس کو ظالمانہ حکومت کہا جاتا ہے۔ اس دوران ٹیکسوں کی وصولی کے لیے غیر قانونی طریقے اپنائے گئے اور کیتھولک فرقہ کو مذہبی آزادی دے دی۔ جہازوں سے پیسے وصول کیے گئے۔ اسکاٹ لینڈ سے شکست کھانے کے بعد مجبوراً ایک پارلیمنٹ کا انعقاد کیا جو طویل پارلیمنٹ تھی۔ پارلیمنٹ اور بادشاہ کے درمیان اختلافات نے خانہ جنگی کی شکل اختیار کر لی۔ جو پانچ برس تک چلتی رہی آخر کار 1649ء میں چارلس اول کو پھانسی دے دی گئی۔ اس کے بعد پارلیمنٹ کا دور شروع ہوا اور انگلستان ایک جمہوری ملک بن گیا۔

جمہوری طرز حکومت کا تجربہ گیارہ برس تک چلتا رہا پھر سنہ 1660ء میں محدود اختیارات کے ساتھ بادشاہت کو بحال کیا گیا۔ سب سے پہلے چارلس دوم پھر جیمس دوم تخت نشین ہوا۔ جس کا آمرانہ طرز حکومت پر ایقان تھا لیکن پارلیمنٹ نے اُس کو اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا اور سنہ 1688ء میں اس کو ہٹا کر اس کے داماد کو تخت نشین کیا۔ جیمس دوم فرانس بھاگ گیا۔ خالی تخت ولیم اور اُس کی بیوی میری کو پیش کیا گیا۔ اس طرح وہ انگلستان کا بادشاہ اور ملکہ بن گئی۔

بادشاہ کے اختیارات کو محدود کر دیا گیا اور جمہوریت اور پارلیمانی برتری کو قائم کیا گیا۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ حکومت کرنے کا بادشاہ کا حق پیدائشی حق نہیں ہے بلکہ یہ پارلیمنٹ کا دیا ہوا اختیار ہوتا ہے۔ خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر اقتدار اعلیٰ پارلیمنٹ کے سپرد کر دیا گیا۔ اقتدار کی اس منتقلی کو شاندار انقلاب سے موسوم کیا جاتا ہے۔

3.9.3 پارلیمانی طاقت کی برتری

1689ء کے حقوق کے قانون کے مطابق پارلیمنٹ کو کئی حقوق حاصل ہوئے، قوانین کی تشکیل، محصول کو عائد کرنا، فوج کی دیکھ بھال وغیرہ کا حق پارلیمنٹ کو دیا گیا۔ مطلق العنانیت کے برخلاف پارلیمنٹ، مقتدر اعلیٰ بن گئی۔ انگلستان میں بادشاہوں کی آزادی ختم ہو گئی۔ وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتے۔ انھیں زندگی بسر کرنے کے لیے پارلیمنٹ پر انحصار کرنا پڑا۔ اس طرح متوسط طبقہ کے افراد کی سیاسی طاقت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ 1701ء میں ایک قانون پارلیمنٹ کی منظوری سے نافذ ہوا جس کے مطابق انگلستان میں تخت کی جانشینی کا مسئلہ پارلیمنٹ کے تفویض کیا گیا۔ اس طرح پارلیمنٹ کی برتری میں اضافہ ہوا۔

اس انقلاب کی وجہ سے اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی میں سرمایہ دارانہ نظام کو عروج حاصل ہوا۔ حکومت میں شامل ہونے کی عوام کی خواہش میں اضافہ ہوتا گیا۔ صنعتی انقلاب نے بھی اس جذبہ کو بڑھاوا دیا۔ مزدوروں کے نمائندے اس جمہوری تحریک کے علم بردار بن گئے۔ عوامی نمائندگی کے قانون میں 1832ء میں ترمیم کی گئی اور ووٹ کے نظام کی خامیوں کو دُور کیا گیا۔ آبادی کے تناسب کے اعتبار سے رائے دہی کا حق دیا گیا۔ عوام نے عالمی حق رائے دہی کے لیے جدوجہد کی اور بالآخر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگئے۔ اس طرح انگلستان میں درجہ بدرجہ پارلیمانی طرز حکومت کو فروغ حاصل ہوتا گیا۔

کرام ویل کے دولت مشترکہ کے تجربات کے اختتام کے بعد انگلستان (برطانیہ) میں بادشاہت کا احیاء کیا گیا۔ بادشاہت کے ساتھ دارالعوام اور دارالامراء کا بھی احیاء عمل میں آیا لیکن دارالعوام کے مقابلے میں ایوان بالا (دارالامراء) کے اختیارات میں کمی پیدا ہوگئی۔ دارالعوام جو عوام کا اعلیٰ نمائندہ ایوان ہوتا ہے وہ سارے اختیارات کا حامل ہے۔ انگلستان کی جمہوریت اور اس کی پارلیمنٹ درجہ بدرجہ فروغ پاتی گئی۔

4 سبق کا خلاصہ

عہد متوسط کے اواخر میں یورپ میں جدید دور کا آغاز ہوا اور ایک نئے معاشرے کی بنیاد پڑی۔ جو آگے جاکر جاگیردارانہ نظام کی شکل اختیار کرلیا۔ یہ لوگ زرعی زمین کے مالک تھے جن پر کسان کام کرتے جن سے غلاموں کی طرح کام لیا جاتا تھا۔ جن جاگیرداروں کے تحت فوج ہوتی وہ بہت زیادہ طاقتور ہوتے تھے۔ اُن کے کسانوں پر ظلم و زیادتی اور بادشاہ سے ٹکراؤ کی وجہ سے یہ نظام زوال پذیر ہوگیا۔ اس عہد میں بحیرہ روم کے ساحل پر کئی نئے شہر آباد ہوگئے تھے۔

یورپی ممالک کے ملاح اپنے سمندری سفر کے لیے شہرت رکھتے تھے۔ اس سفر کے دوران ان لوگوں نے کئی جغرافیائی انکشافات اور دریافتوں سے دُنیا کو روشناس کروایا ہے۔ اس طرح نوآبادیاتی نظام کی ابتداء ہوئی۔ نوآبادیوں کے قیام سے یورپی ممالک کی تجارت اور رقابت دونوں کو فروغ ہوا۔ ملاحوں کے روزنامچوں کے ذریعہ مشرقی ممالک سے بھی رابطہ قائم ہوا۔ یورپ میں قدیم رومی اور یونانی تہذیب کی جگہ ایک نئی تہذیب وجود میں آئی۔ اس کے علاوہ سائنس کے میدان میں ترقی سے نئی نئی ایجادات ہوئیں، جس سے مصنوعات کی تیاری کے معیار میں بہتری آئی۔ چھاپے خانے کی مشین کی ایجاد سے تعلیم کو فروغ حاصل ہوا۔ غرض کہ زندگی کے ہر شعبے میں تبدیلی رونما ہوئی۔ نشاۃ ثانیہ سے مراد یہی تبدیلیاں ہیں۔

یہ تبدیلیاں ہمہ اقسام کی تھیں سارے یورپ کے لوگ رومن کیتھولک مذہب کو مانتے تھے۔ جس سے پادریوں کے اختیارات میں کافی اضافہ ہوا اور وہ لوگ عیش پرستی اور بدعنوانیوں کے مرتکب ہوگئے۔ جس کے خلاف عوام نے ایک اصلاحی تحریک شروع کی، جس کا کئی ممالک نے ساتھ دیا اور ان ممالک میں پوپ کی بالادستی سے آزاد گرجا گھر قائم کیے گئے۔ مارٹن لوتھر کی شروع کردہ تحریک کے نتیجے میں پروٹسٹنٹ فرقہ اور قومی کلیسا کا قیام عمل میں آیا۔ حالاں کہ کیتھولک ارباب نے کچھ اصلاحی اقدامات کیے لیکن اپنی طرف عوام کو راغب نہ کرسکے تو کیتھولک فرقہ کے لوگ پروٹسٹنٹ فرقہ پر ظلم کرنے لگے۔ اس سے تنگ آکر پروٹسٹنٹ امریکا منتقل مقام کر گئے جو کہ برطانوی نوآبادی تھی۔

جاگیردارانہ نظام کے زوال کے بعد قومی ریاستوں کا قیام عمل میں آیا جس کی وجہ سے تجارت میں ترقی ہوئی لیکن تجارتی رقابتیں بھی پیدا ہوئیں۔ جو جنگ کی شکل اختیار کر لیتی تھیں۔ فرانس اور انگلستان اکثر ایک دوسرے کے خلاف جنگوں میں مصروف رہا کرتے تھے۔

انگلستان میں سترھویں صدی عیسوی میں فرد کی آزادی کو تسلیم کیا گیا۔ جس کا اثر سارے یورپ پر مرتب ہوا اور انقلابی تحریکیں شروع ہو گئیں۔ جس کے نتیجہ میں پارلیمنٹ کی طاقت میں اضافہ ہوا تو بادشاہ اور پارلیمنٹ میں تصادم ہوا اور خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ جس میں بادشاہ چارلس اول کو قتل کر دیا گیا اور انگلستان ایک جمہوری اور پارلیمانی ملک بن گیا۔ بادشاہ کے سارے اختیارات پارلیمنٹ کو دے دیے گئے۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) دور جدید کی ابتداء کب ہوئی اور روم کے ساحل پر کیا تبدیلیاں ہوئیں لکھیے؟
2) جاگیردارانہ نظام کے بارے میں مختصر لکھیے؟
3) واسکوڈی گاما کے بارے میں لکھیے؟
4) چھاپے خانے کی مشین کی ایجاد کس نے کی اور اُس سے کیا فائدہ ہوا لکھیے؟
5) مارٹن لوتھر کی کیوں اہمیت ہے بیان کیجیے؟
6) جان کالون پر مختصر لکھیے؟
7) مذہبی جنگوں کے بارے میں کیا جانتے ہیں لکھیے؟
8) قومی ریاستوں سے تجارت پر کیا اثر پڑا لکھیے؟

5.2 طویل جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) جاگیردارانہ نظام کے اسباب بیان کیجیے؟
2) اہم جغرافیائی دریافتوں کے بارے میں لکھیے؟
3) نشاۃ ثانیہ سے کیا مراد ہے لکھیے؟
4) نشاۃ ثانیہ کے سائنس، ادب اور عوام پر کیا اثرات مرتب ہوئے لکھیے؟
5) مذہبی تحریک اصلاح کن حالات میں شروع ہوئی لکھیے؟

6) مخالف تحریک اصلاح کا کیا مطلب ہے لکھیے؟

7) قومی ریاستوں کے عروج کے اسباب بیان کیجیے؟

8) آمرانہ حکومتوں کے خلاف ہوئی جدوجہد کے بارے میں لکھیے؟

9) شاندار انقلاب سے کیا مراد ہے لکھیے؟

10) بادشاہ اور پارلیمنٹ میں تصادم کے بارے میں لکھیے؟

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) مقامی آبادی سے.......... کے نتیجے میں آج کے.......... یورپی.......... کی داغ بیل پڑی۔

2) ....وہ کسان جو.......... میں کام کرتا تھا۔

3) مارکو پولو نے.......... سے لے کر.......... ممالک.......... اور.......... تک کا سفر کیا۔

4) کورٹس اور.......... ملاحوں نے.......... دریافت کیا۔

5) یورپی ممالک کے.......... کے.......... 1600ء تک.......... ہو گئے۔

6) متوسط طبقہ.......... بن جانے کی وجہ سے قدیم.......... اور.......... کی اہمیت ختم ہوگئی۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) کولمبس نے دریافت کیا (ہندوستان، ایران، ویسٹ انڈیز)

2) واسکوڈی گاما نے اس ملک کو دریافت کیا (افغانستان، ازبکستان، ہندوستان)

3) سمندر کو بحرالکاہل کے نام سے موسوم کیا (میگلیان، سیان، جان کالون)

4) میڈونا اُس کی بنائی ہوئی شاہکار تصویر تھی (مائیکل، رافل، میاگل)

5) ہالینڈ کا مشہور ادیب تھا (تھامس مور، میکاولی، ایراس مس)

5.3.3 جوڑیاں لگائیے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) کسان کاشت کاری کیا کرتے تھے لیکن	شادی بھی نہیں کر سکتے تھے۔
2) وہ لوگ اپنے مالک کی مرضی و اجازت کے بغیر	اُن کی حیثیت بندھوا مزدور کی سی تھی۔
3) بادشاہ زیادہ طاقتور سرداروں	جب یونانی دانشور ترکوں کے حملے کے بعد اطالیہ چلے آئے
4) نشاۃ ثانیہ کی تحریک کو مزید تقویت اس وقت ملی	میں سے ایک کی طرح ہوتا تھا۔
5) ممتاز ادیب و فلسفی "میکاولی" کو جدید فلسفہ	عہدِ وسطیٰ کے لغو رسومات پر گہرا طنز تھی۔
6) یم سرونٹس نے ڈان کیو کزوٹ تحریر کی جو	کا باوا آدم سمجھا جاتا ہے۔
7) لیو دہم نے جنت کے پروانوں کو مثرال کے	ذریعہ فروخت کرنے کی اجازت دی۔

سبق 16 سرمایہ داریت اور صنعتی انقلاب

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 سرمایہ داری کا فروغ

3.1.1 صنعتی انقلاب

3.1.2 انگلستان میں انقلاب کی شروعات

3.1.3 کپڑے کی صنعت میں انقلاب

3.2 اسٹیم انجن کی دریافت

3.2.1 ذرائع حمل ونقل میں بہتری

3.3 زراعتی انقلاب

3.3.1 صنعتی انقلاب کی توسیع

3.3.2 دوسرے ممالک میں صنعتی انقلاب

3.4 تجارتی رقابت اور سامراجیت کی ابتداء

3.4.1 صنعتیانے کے اثرات ونتائج

3.4.2 صنعتی سرمایہ کاری اور صنعتی مزدوروں کی پہلی یونین

3.4.3 صنعتی مزدوروں کی حالات بہتر بنانے کی کوششیں

3.5 سوشلزم کا عروج

3.6 انقلابی اور قوم پرست تحریکات، انقلاب اور قوم پرستی کے ذمہ دار عوامل

3.7 امریکی جنگ آزادی

3.7.1 امریکہ میں برطانوی نوآبادیت

3.7.2 انقلاب کی وجوہات

3.7.3 مساشوسٹ اسمبلی

3.7.4 بوسٹن ٹی پارٹی

3.7.5 فلاڈلفیا کانفرنس اور جنگ آزادی کا اعلامیہ

3.7.6 جنگ آزادی

3.7.7 امریکی دستور

3.7.8 امریکی انقلاب کی اہمیت

3.7.9 ایک نئی قوم کا ارتقاء

3.8 انقلاب فرانس

3.8.1 اٹھارویں صدی فرانس کے سماجی حالات

3.8.2 مراعات یافتہ طبقہ

3.8.3 بادشاہ کا رویہ

3.8.4 فرانسیسی دانشوروں اور مفکرین کا کردار

3.8.5 فرانسیسی انقلاب کے اسباب

3.8.6 انقلاب کے اثرات ونتائج

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم سرمایہ داریت اور مختلف انقلابات کے بارے میں حسب ذیل معلومات حاصل کریں گے:

- ☆ سرمایہ داری کا فروغ
- ☆ صنعتی انقلاب
- ☆ انگلستان میں انقلاب کی شروعات
- ☆ کپڑے کی صنعت میں انقلاب
- ☆ اسٹیم انجن کی ایجاد
- ☆ ذرائع حمل ونقل میں بہتری
- ☆ زرعی انقلاب
- ☆ دوسرے ممالک میں انقلاب
- ☆ تجارتی رقابت اور سامراجیت کی ابتداء
- ☆ صنعتیانے کے اثرات ونتائج
- ☆ صنعتی سرمایہ کاری اور مزدوروں کی پہلی یونین
- ☆ صنعتی مزدوروں کی حالت بہتر بنانے کی کوشش
- ☆ سوشلزم کا عروج
- ☆ انقلاب اور قوم پرستی کے ذمہ دار عوامل
- ☆ امریکی جنگ آزادی
- ☆ انقلاب کی وجوہات
- ☆ بساشوسٹ اسمبلی
- ☆ بوسٹن ٹی پارٹی
- ☆ فلاڈلفیا کانفرنس اور جنگ آزادی کا اعلامیہ
- ☆ جنگ آزادی
- ☆ ایک نئی قوم کا ارتقاء
- ☆ انقلاب فرانس
- ☆ اٹھارویں صدی عیسوی میں فرانس کے سماجی حالات

☆ مراعات یافتہ طبقہ

☆ بادشاہ کا رویہ

☆ فرانسیسی انقلاب کے اسباب

☆ انقلاب کے اثرات ونتائج

2 تمہید

پچھلے سبق میں ہم دورجدید کی ابتداء کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔اس سبق میں ہم سرمایہ داری اور صنعتی انقلاب، انقلاب انگلستان ،زرعی انقلاب، امریکی انقلاب اور فرانسیسی انقلاب کے بارے میں پڑھیں گے۔

انگلستان میں صنعتی انقلاب نئی نئی مشینوں کی ایجاد اور مصنوعات کی زیادہ سے زیادہ پیداوار کی شکل میں رونما ہوا۔ سمندری دریافتوں سے مصنوعات کی تجارت میں اضافہ ہوا۔ یہی حال زرعی انقلاب کا ہے۔ صنعتی انقلاب کا اثر یورپی ممالک پر بھی ہوا جس سے تجارتی رقابتیں شروع ہو کر جنگوں پر ختم ہوئیں۔ کارخانوں کے قیام سے سرمایہ داریت کا وجود ہوا جس سے مزدوروں کا استحصال بھی شروع ہوا۔ جب یہ حد سے بڑھ گیا تو مزدوروں نے متحد ہو کر آواز بلند کی اور اپنے حقوق حاصل کر لیے۔ اس طرح سوشلزم کو فروغ حاصل ہوا۔

سمندری دریافتوں سے نوآبادیاتی نظام کی ابتداء ہوئی۔ برطانیہ کی نوآبادیوں میں امریکہ بھی شامل تھا۔ امریکہ میں برطانوی عہدیداروں نے مقامی امریکی باشندوں کے ساتھ زیادتیوں اور ناانصافیوں کا رویہ اختیار کیا ہوا تھا اور مقامی باشندوں کو بنیادی حقوق پر عمل آوری بھی ناممکن کردی تھی۔ جب یہ ظلم وستم اپنی انتہا کو پہونچ گیا تو امریکی مقامی باشندوں نے جنگ آزادی کی تحریک شروع کی جو بالآخر جنگ کی شکل اختیار کرگئی۔ جارج واشنگٹن نے مقامی امریکی افواج کی کمانڈ سنبھالی اور برطانوی افواج کو شکست دے دی اور تیرہ نوآبادیوں نے متحد ہو کر وفاقی حکومت قائم کی جس کا نام انھوں نے متفقہ طور پر ریاست ''متحدہ ہائے امریکہ'' رکھا۔ اس طرح ایک نئی قوم کا ارتقاء ہوا۔

امریکی جنگ آزادی کا اثر سارے یورپ میں انقلاب کی شکل میں نمودار ہوا۔ سب سے پہلے فرانس میں انقلابی تحریک شروع ہوئی بادشاہوں کا رویہ رعایا کے ساتھ اچھا نہیں تھا، خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ انتشار کا عالم تھا، ایسے میں امریکی جنگ آزادی میں شریک فرانسیسی فوج کے جنرل ''لفایت'' اپنی فوج لے کر فرانس واپس آئے اور سرکاری فوج کے خلاف جنگ کردی جس میں سرکاری افواج کو شکست ہوئی۔ بادشاہ اور ملکہ فرار ہو جانا چاہتے تھے جنھیں قتل کر دیا گیا۔ اس طرح قومی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

3 سبق کا متن

3.1 سرمایہ داری کا فروغ

سرمایہ داریت سے مراد دولت مندی، بہت زیادہ دولت یا سرمایہ کا مالک۔ جس کے پاس بہت بڑا بزنس، کارخانے یا صنعتیں

ہوں، سرمایہ کے لفظی معنی دولت یا پونجی کے ہیں۔ سرمایہ دار کارخانے اور صنعتیں قائم کرتے ہیں۔ جن میں مزدور کام کرتے اور اُجرت پاتے ہیں۔

سرمایہ داری نظام میں دو طبقات ہوتے ہیں ایک سرمایہ دار دوسرا مزدور۔ سرمایہ دار مشینیں خرید کر کارخانے قائم کرتے ہیں اور مصنوعات کی پیداوار کے لیے مزدوروں کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ مزدوروں کو اُجرت دی جاتی ہے۔ کارخانوں میں تیار کی جانے والی مصنوعات کو منافع سے فروخت کردیا جاتا ہے۔ سرمایہ داروں کا مقصد اپنی دولت میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ مزدور محنت کر کے اُجرت پاتے ہیں۔ پیداوار اور مزدوری دونوں ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔

سرمایہ داریت کے اہم خدوخال حسب ذیل ہیں:

1) پیداوار کا مقصد زیادہ منافع کمانا ہوتا ہے۔
2) محنت کش طبقہ یعنی مزدور اُجرت کے عوض اپنی محنت کو فروخت کرتا ہے۔
3) سرمایہ دار مصنوعات کی پیداوار کے لیے مزدور اور مشین کا استعمال کرتے ہیں۔
4) بڑی منڈیاں سرمایہ داریت کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔

سرمایہ داریت کو بتدریج فروغ حاصل ہوا۔ وہ صنعتی انقلاب کے ساتھ ترقی کرتی گئی۔ امراء اور جاگیرداروں نے اپنے سرمایہ کو نئے علاقوں کی کھوج، جنگوں اور غیر ملکی تجارت کرنے کے لیے بادشاہوں اور تاجروں کو سود پر دیا۔ نوآبادیاتی تجارت اور تلاش و جستجو سے بہت نفع حاصل ہونے لگا۔ زراعت میں اراضیات کے مالکین نے اپنی زمین کے اطراف دیواریں تعمیر کروائیں جس کی وجہ سے مالکانہ حقوق اراضیات پر مسلمہ ہوگئے اور زراعت میں نئے طریقوں کو اختیار کیا گیا تاکہ نفع زیادہ ہو۔ سرمایہ داروں نے شہروں میں کارخانے قائم کیے تو زرعی غلاموں نے ان کارخانوں میں بطور صنعتی مزدور کام کرنا شروع کیا۔

دولت کی فراوانی، عالمی تجارتی منڈیاں، دیہاتوں سے بڑے پیمانے پر نقل مقام کر کے شہر آنے والے مزدور، نئی مشینوں کی ایجاد، ان سب چیزوں نے یورپ میں سرمایہ داریت کو ترقی دی۔ صنعتی انقلاب کی وجہ سے قومی دولت صرف چند افراد تک محدود ہوگئی جو صنعتی سرمایہ داری کے فروغ میں مددگار ہوئی۔ بھاری صنعتوں کے مالکین ہزارہا مزدوروں پر کنٹرول کرنے لگے۔ آزادانہ دست کاری وغیرہ کا خاتمہ ہوگیا۔ سرمایہ داروں اور دیگر طبقات کے درمیان گہری خلیج پیدا ہوگئی۔ جس کے بعد سماج میں دو طبقات، دولت مند اور مزدور نمایاں ہوگئے۔ سرمایہ داروں نے کم اُجرت پر ایشیاء اور آفریقہ سے مزدوروں کو یورپ لایا اور بطور غلام استعمال کیا۔ یہ غلام کارخانوں میں کام کرنے پر مجبور تھے۔ ان کی محنت سے زیادہ منافع کمایا جاسکتا تھا۔ غلاموں کا انسانوں میں شمار نہیں ہوتا تھا۔

3.1.1 صنعتی انقلاب

صنعتی انقلاب انسانی تاریخ میں ایک سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔ دوسرے انقلابات کی طرح وہ نہ تو اچانک رونما ہوا اور نہ ہی پرتشدد تھا۔ صنعتی انقلاب کی تعریف یہ ہے کہ یہ مصنوعات کی پیداوار کے نظام میں ایک نمایاں تبدیلی کی شکل میں نمودار ہوا۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں مصنوعات کی پیداوار میں انقلابی تبدیلی رونما ہوئی۔اس نظام کے تحت مشینوں اور برقی کی مدد سے بڑے پیمانہ پر پیداوار کی جانے لگی۔ صنعتی انقلاب سے قبل دستکاروں کے گھروں میں محدود پیمانے پر مصنوعات کی پیداوار کی جاتی تھی۔ صنعتی انقلاب نے پیداوار میں نمایاں اضافہ کیا۔مشینوں اور برقی کی مدد سے مصنوعات کی پیداوار میں بہت زیادہ فروغ ہوااور نئے مقامات کی دریافت سے عالمی سطح پر تجارت میں اضافہ ہوا۔

سرمایہ داروں نے شہروں میں کارخانے اور صنعتیں قائم کیں اوران میں کام کرنے کے لیے کم اُجرت پر مزدور بھی دستیاب ہونے لگے۔اس طرح صنعتی انقلاب کو کامیابی نصیب ہوئی۔نوآبادیاتی علاقوں سے خام مال فراہم کیا جانے لگااور تیار شدہ مصنوعات کے لیے یہ نوآبادیاں بہترین منڈیاں ثابت ہوئیں۔اس کی وجہ سے صنعتی انقلاب کوفروغ حاصل ہوا۔انگلستان اس انقلاب کا مرکز بنا۔ سمندر کے ساحل کی وجہ سے جہازوں کے ذریعہ مصنوعات کو دوسرے ممالک کو بآسانی روانہ کیا جانے لگا۔انگلستان کی آب وہوا سوتی پارچہ کی صنعت کے لیے بے حد موزوں تھی۔

انگلستان کے لوگ ان حالات میں سائنسی ایجادات کی طرف متوجہ ہوئے۔جس سے انگلستان میں صنعتی انقلاب کو فروغ حاصل ہوا۔نئی ایجادات مصنوعات کی پیداوار کے اضافہ میں مددگار ثابت ہوئیں۔

3.1.2 انگلستان میں انقلاب کی شروعات

سترھویں صدی عیسوی میں انگلستان میں ایک طاقتور حکومت قائم کی گئی۔جس نے ملک کے طول وعرض میں امن وامان اور نظم و نسق قائم کیا۔اس حکومت نے تجارت کی حوصلہ افزائی کی اور سہولتیں فراہم کیں۔خانگی تجارت میں مداخلت نہیں کی اور آزاد تجارتی پالیسی پر کاربند رہی۔جہاز رانی کی صنعت کو فروغ حاصل ہوا کیوں کہ کوئلے اور لوہے کی کانیں ایک دوسرے سے قریب تھیں۔جس کی وجہ سے سمندری جہازوں کے ذریعہ تجارت کو فروغ ہوا۔جغرافیائی دریافتوں سے مہم پسندانہ تاجروں کو کئی بہتر مواقع حاصل ہوئے۔ 1700 عیسوی تک ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان سے پارچہ جات،سادہ سفید سوتی کپڑا اور دوسری مصنوعات یورپی ممالک کو برآمد کرنا شروع کیا۔کمپنی نے انگلستان کو سوتی خام مال کی روانگی میں تیزی دکھائی۔جس سے پارچہ جات کی وہاں پیداوار میں زبردست اضافہ ہوا۔

3.1.3 کپڑے کی صنعت میں انقلاب

انگلستان کے جیمز ہارگریوز (JAMES HARGREAUES) نے دھاگہ کاتنے کی مشین کو سنہ 1770 عیسوی میں ایجاد کیا۔اس مشین سے دھاگہ بڑی تیزی کے ساتھ تیار کیا جانے لگا۔رچرڈ آرک رائٹ نے دھاگہ کاتنے کے ڈھانچہ کو تیار کیا جو پانی کی قوت سے چلایا جاسکتا تھا۔سامیول کرامٹن نے دھاگہ کاتنے کی مشین اور آبی ڈھانچے کو مربوط کرکے ایک نئی مشین ایجاد کی۔جس کو میول (MULE) کے نام سے موسوم کیا گیا۔اس مشین کی ایجاد سے دھاگہ کی پیداوار میں زبردست اضافہ ہوا۔

کارٹ رائٹ نے پانی کی طاقت کو استعمال کرتے ہوئے ایک نئی کپڑا بُننے والی مشین ایجاد کی جو کپاس کو بیج سے علاحدہ کرتی تھی۔

3.2 اسٹیم انجن کی دریافت

جیمس واٹ نے 1769ء میں ایک بھاپ کا انجن ایجاد کیا۔ اس کی وجہ سے مصنوعات کی پیداوار میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا۔ لوہے کی کچی دھات کو پگھلانے اور فولاد کو تیار کرنے سے طاقتور مشینوں کی تیاری میں مددگار ثابت ہوئی۔ جارج اسٹیون سن (GEORGE STEVENSON) نے بھاپ کی طاقت سے چلنے والی ایک گاڑی ایجاد کی جس کے ذریعہ کوئلے کو کوئلے کی کانوں سے سمندری بندرگاہ تک لے جایا جاتا تھا۔ یہ اسٹیم انجن کی ابتدائی شکل تھی۔ بھاپ کو انگریزی میں اسٹیم کہا جاتا ہے۔ یہی اسٹیم انجن موجودہ دور کے ریلوے نظام کا نقطۂ آغاز ہے۔ انجن میں کوئلہ ڈال کر آگ لگائی جاتی ہے۔ آگ لگانے سے بھاپ پیدا ہوتی ہے۔ اس بھاپ کی قوت سے اسٹیم انجن چلتا ہے۔

3.2.1 ذرائع حمل و نقل میں بہتری

1830ء میں پہلی ریل گاڑی لیورپول سے مانچسٹر تک چلائی گئی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ سارے انگلستان میں ریلوں کا جال بچھا دیا گیا۔ امریکہ میں بھی ریلوے لائن قائم کی گئی۔ وائسرائے لارڈ ڈلہوزی کے زمانے میں ہندوستان میں پہلی ریلوے لائین بچھائی گئی۔

بھاپ کے استعمال سے واقفیت کے بعد بتدریج بھاپ کے انجن، موٹر کاریں، ٹرک، ہوائی جہاز وغیرہ کی ایجاد عمل میں آئی۔ جس کی بدولت ذرائع حمل و نقل میں بہتری ہوئی۔

3.3 زراعتی انقلاب

صنعتی انقلاب نے مغربی یورپی ممالک میں تبدیلیاں پیدا کیں۔ پہلے مصنوعات گھروں میں تیار کی جاتی تھیں انقلاب کے بعد کارخانوں میں زیادہ تعداد میں تیار کی جانے لگیں۔ اس سے سماجی زندگی میں بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ بعض کسان کمیونیٹیاں صنعتی کمیونٹیوں میں تبدیل ہوگئیں۔ مشینوں نے معاشی زندگی میں اہم کردار ادا کیا۔ زراعت کے میدان میں لوہے کے تیار کردہ ہل زراعت اور کاشت کاری میں بہت مددگار ثابت ہوئی۔ اس کے علاوہ مشینوں کے ذریعہ تخم ریزی (بیج بونا) اور فصلوں کو کاٹنے کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ مشینوں کی مدد سے وسیع پیمانے پر کاشت کی جانے لگی اور نہروں کے ذریعہ آب پاشی کی سہولت سے فصلیں اچھی تیار ہونے لگیں۔ صنعتوں اور زراعتی پیداوار میں اضافہ سے معاشی ترقی ممکن ہوئی۔ انگلستان میں زرعی پیداوار میں زبردست اضافہ ہوا۔

3.3.1 صنعتی انقلاب کی توسیع

صنعتی انقلاب کی وجہ سے انگلستان میں پیداوار میں اضافہ ہوا۔ وہ ہندوستان کو سوتی کپڑا وغیرہ بھیجنے لگا۔ اس تجارت میں پچاس ہزار کیلو گرام سے 5.2 ملین کیلو گرام کا اضافہ ہوا۔ یہ تبدیلی 1813ء سے 1815ء کے درمیان واقع ہوئی۔ کوئلے کی پیداوار میں پندرہ ملین ٹن کا اضافہ ہوا۔ لوہے کی کچی دھات سے بھاری مشینیں تیار کرنے میں مدد ملی۔ مصنوعات کو تیار کرنے والی مشینوں کو دوسرے ممالک کو برآمد کیا جانے لگا۔

3.3.2 دوسرے ممالک میں صنعتی انقلاب

صنعتی انقلاب دوسرے ممالک میں بھی پھیل گیا۔ نپولین کے زوال اور اُس کی 23 سالہ جنگوں کے اختتام کے بعد فرانس، جرمنی، بلجیم، سوئیزرلینڈ وغیرہ نے اپنی صنعتوں میں مشینوں کو استعمال کرنا شروع کیا۔ 1850ء تک فرانس نے لوہے کو تیار کرنے والی صنعتوں کو قائم کرتے ہوئے ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ فرانس نے ریشم اور عطریات کو تیار کرنے میں مہارت حاصل کی۔

جرمنی نے 1865ء میں فولاد کو تیار کرنا شروع کیا۔ اس کی رفتار 1870ء تک بہت دھیمی رہی تھی۔ 1870ء میں جرمنی کے اتحاد کے بعد فولاد کی پیداوار میں زبردست اضافہ ہوا۔ اس میدان میں جرمنی انگلستان کا مقابلہ کرنے کے موقف میں آ گیا۔

صنعتی انقلاب روس میں تاخیر سے شروع ہوا۔ 1917ء کے روسی انقلاب کے بعد روس میں صنعتی انقلاب کی رفتار میں اضافہ ہوا اور وہ صنعتی ارتقاء کے میدان میں ایک اہم مقام حاصل کر سکا۔ 1800ء میں امریکہ میں صنعتوں کی ابتداء ہوئی لیکن برطانوی (انگلستانوی) اقتدار سے 1870ء میں چھٹکارہ حاصل کرنے کے بعد امریکہ ایک صنعتی ملک میں تبدیل ہو گیا۔ انیسویں صدی عیسوی میں ایشیائی ملک جاپان ایک ترقی یافتہ ملک بن گیا اور جاپان میں لوہے، فولاد اور دیگر مشینیں تیار یا ایجاد کرنے کی اہلیت حاصل ہو گئی تھی۔ ان مشینوں کو تیار کر کے دوسرے ممالک کو برآمد کرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اس طرح صنعتی طور پر جاپان ایک ترقی یافتہ ملک بن گیا تھا اور دوسرے ممالک کے ساتھ مسابقتی دوڑ میں شامل ہو گیا تھا۔

3.4 تجارتی رقابت اور سامراجیت کی ابتداء

انگلستان نے عالمی تجارت میں اپنی بالادستی قائم رکھی۔ اُس نے بڑے پیمانے پر مصنوعات تیار کیں۔ جس کی وجہ سے عالمی مارکیٹ میں مصنوعات سستی ہو گئیں اور آسانی سے دستیاب ہونے لگیں۔ صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک خام مال اور کھلی منڈیوں کے لیے آپس میں مسابقت کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے بین الاقوامی تجارتی رقابتیں پیدا ہو گئیں۔ انیسویں صدی عیسوی میں صنعتی طور پر ترقی یافتہ جاپان انگلستان سے تجارتی مسابقت کرنے لگا۔ معاشی بدحال اور غربت اور افلاس زدہ ممالک میں نو آبادیاں قائم کی گئیں۔ ان نو آبادیوں کے قیام کے سلسلے میں پیدا ہونے والی رقابت سے معاشی سامراجیت پیدا ہوئی۔ جس کی وجہ سے بالآخر تباہ کن عالمی جنگیں وجود میں آئیں۔

3.4.1 صنعتیانے کے اثرات و نتائج

صنعتی کارخانوں سے نکلنے والے زہریلے دھوئیں کی وجہ سے آب و ہوا بے انتہا متاثر ہو گئی۔ ہوا اور آبی آلودگی سے قرب و جوار کے علاقوں میں بیماریاں پھیلنے لگیں۔ کارخانوں کے اطراف و اکناف کی فضاء نہایت نقصان دہ بن گئی تھی۔ بے چارے مزدور کارخانوں سے قربت کی وجہ سے کارخانوں کے اطراف مجبوراً غیر صحت بخش اور آلودہ ماحول میں غیر پختہ مکانوں یا جھونپڑیوں میں رہنے لگے جس کے باعث مزدوروں کی صحت خراب رہنے لگی۔ یہی ستم کیا کم تھا کہ وہ شراب نوشی، قمار بازی اور دوسری غیر اخلاقی حرکتوں میں بھی مشغول ہو گئے

3.4.2 صنعتی سرمایہ کاری اور صنعتی مزدوروں کی پہلی یونین

صنعتی انقلاب کی وجہ سے نئی نئی مشینیں ایجاد کی گئیں۔ جس سے یورپ میں جدید سرمایہ داریت کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ سرمایہ دار اپنے سرمایہ کو نئی نئی صنعتوں کے قیام میں لگانے لگے۔ اس طرح صنعتی سرمایہ داریت کو فروغ حاصل ہوا۔ سرمایہ داری سے یہ فائدہ ہوا کہ ملک میں صنعتوں کے قیام سے دیہاتی عوام کے لیے روزگار کے مواقع فراہم ہوئے اور معاشی ترقی بھی ہوئی۔ صنعتی سرمایہ داری صرف چند ہاتھوں میں مرکوز ہوگئی۔

صنعتی سرمایہ دار زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی خاطر دیہاتوں سے آئے مزدوروں کو کم سے کم اُجرت پر کام کرنے پر مجبور کیا کرتے تاکہ کم خرچ اور زیادہ منافع کما سکیں۔ سرمایہ داروں نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے مزدوروں کو مختلف طریقوں سے پریشان کرنا شروع کیا۔ مالکین کے ظلم وستم نے مزدوروں میں اتحاد کے جذبے کو فروغ دیا اور بتدریج وہ متحد ہونے لگے اور اپنا جائز مقام اور مرتبہ حاصل کرلیا۔ انگلستان میں سنہ 1819ء میں پہلی مزدوروں کی یونین (انجمن) قائم ہوئی۔ اس کے بعد بتدریج مزدور انجمنیں وجود میں آئیں۔ جنھوں نے کئی حقوق حاصل کیے۔

3.4.3 صنعتی مزدوروں کی حالات بہتر بنانے کی کوششیں

سرمایہ داروں نے محنت کش طبقہ کے لیے بے شمار مشکلات پیدا کردیں۔ مزدوروں کو کم اُجرت پر کام کرنے پر مجبور کیا گیا۔ خواتین اور بچوں سے سخت اور زیادہ محنت ومشقت کا کام لیا جانے لگا جس کے عوض بالکل کم معاوضہ دیا جاتا تھا۔ اُن سے دن میں پندرہ تا اٹھارہ گھنٹے کام لیا جاتا تھا۔ مزدور زبردست تکالیف و مشکلات و بے آرامی کا شکار ہونے لگے۔ اُن مزدوروں کی جائے رہائش غیر صحت بخش ہونے کی وجہ سے وہ متعدد بیماریوں کا شکار ہونے لگے۔ جب مزدور کارخانوں میں کام کرنے کے دوران حادثات کا شکار ہوجاتے تھے تو معاوضہ تو درکنار کسی بھی قسم کے تحفظ کا انتظام نہیں مہیا کیا جاتا تھا۔ ان حالات کو تبدیل کرنے کے لیے چند روشن خیال لوگوں نے انسانیت کے جذبے کے تحت مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لیے جدوجہد شروع کی۔ چناں چہ انگلستان میں 1819ء میں پہلا مزدوری قانون منظور کیا گیا۔ اس قانون کے تحت کارخانوں میں خواتین اور بچوں کی مزدوری اور ملازمت پر امتناع عائد کیا گیا۔ سنہ 1929ء میں کام نہ کرنے کا حق بھی تسلیم کرلیا گیا۔ صنعتی مزدوروں اور محنت کش طبقات کی بھلائی کے لیے 1881ء میں کئی اقدامات کیے گئے۔ کام کے اوقات میں تخفیف، انشورنس، تعطیلات اور دوسری سہولتیں مہیا کی گئیں۔

ان فلاحی اقدامات سے مزدوروں میں ایک نیا حوصلہ پیدا ہوا اور انھوں نے دنیا کے سارے مزدور ایک ہیں کے تصور کو قبول کیا۔

3.5 سوشلزم کا عروج

اکتوبر 1917ء کے روسی انقلاب نے محنت کش طبقہ کے تصور کے مطابق حالات کو تبدیل کرڈالا اور مزدوروں کو مالکانہ حقوق سے سرفراز کیا۔ حکومت نے مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لیے بہت سے قوانین مرتب کیے اور صنعتوں کو قومی دولت قرار دیا۔ ان

قومیائی ہوئی صنعتوں پر عوام کا برابر کا حق ہوتا ہے اور اس سے سماج سے عدم مساوات دُور ہو جاتی ہے۔ یہ سوشلزم ہے۔ سوشلسٹ نظام میں حکومت ذرائع پیداوار پر کنٹرول رکھتی ہے۔ جن ممالک نے حالیہ عرصہ میں آزادی حاصل کی ہے وہ سوشلزم پر خاص طور سے عمل پیرا ہیں۔

3.6 انقلابی اور قوم پرست تحریکات، انقلاب اور قوم پرستی کے ذمہ دار عوامل

انقلاب سے مراد عوام کی رسومات، خیالات اور تصورات میں واضح تبدیلی ہے۔ انسانی معاشرے کی ترقی کے لیے انقلابات نہایت ضروری ہیں۔ خاص تبدیلیوں کے بغیر معاشرے اور اُس کی ساخت جمود کا شکار ہو جاتی ہے۔ جس کے باعث ترقی کی رفتار دھیمی پڑ جاتی ہے۔ جہاں معاشرہ تبدیلیوں کو قبول کرنے تیار ہوتا ہے وہاں انقلاب پُرامن ہوتا ہے۔ اگر معاشرہ تبدیلی کے لیے تیار نہ ہو تو ایسی صورت میں انقلاب تشدد اور خون خرابے کی راہ اختیار کر لیتا ہے تا کہ حالات میں بہتری پیدا ہو۔ جمہوریت، اشتراکیت، قومیت کے جدید تصورات انقلابات ہی کی دین ہیں۔

انگلستان کے سترھویں صدی عیسوی کے انقلاب، فرانس اور امریکہ کے اٹھارویں صدی عیسوی کے انقلاب نے دنیا میں جمہوری تصورات، انسانی حقوق اور سوشلسٹ نظریات کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ایک ملک میں انقلابی نظریات کا آغاز ہوتا ہے تو پڑوسی ممالک اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ انگلستان کے سترھویں صدی عیسوی کے انقلاب نے امریکی انقلاب پر اثرات مرتب کیے۔ اسی طرح امریکی انقلاب نے فرانسیسی انقلاب کو اثر انداز کیا اور ان تینوں انقلابات نے روسی انقلاب کی راہیں ہموار کیں۔ وہ انقلابات سیاسی اور معاشی نظریات پر مبنی تھے۔ ابتداء میں وہ نظریات واضح نہیں تھے لیکن بتدریج وہ بنیادی اسباب کی شکل میں ابھرنے لگے۔

سماج کے نچلے طبقہ کے افراد کی حالت بہت ہی خراب تھی۔ صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں محنت کش طبقہ ایک طاقت بن کر ابھرا۔ اُس نے بادشاہت کی مخالفت کی۔ اس کے ساتھ قومیت کی تحریک نے مختلف حکمرانوں کے تحت رہنے والی بعض قوموں کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ اُنھوں نے قومی تحریکات، غیر ملکی حکومت کا طوق غلامی اُتار پھینکنے اور آزادی حاصل کرنے کے لیے شروع کیں۔ ان کے ساتھ ساتھ اوہام پرستی اور اندھے عقیدوں کا خاتمہ ہوا اور عدم مساوات کی لعنت ختم ہوئی۔ کلیسا کی اہمیت میں کمی واقع ہوئی۔ آزادی، مساوات اور جمہوریت کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔ جس کے باعث عوام میں اتحاد اور اتفاق پیدا ہوا۔ عوام قومی حکومتیں بنانا چاہتے تھے۔ یورپی ممالک اور شمالی امریکہ میں جمہوری قومی حکومتیں تشکیل دی گئیں۔ یہ تحریکات یورپ میں طاقتور ہو گئیں اور جمہوریت کے لیے راستہ ہموار کر گئیں۔ قومی خصوصیات کی حامل ایک عام ثقافت کو عروج حاصل ہوا۔ چھاپے خانے کی ایجاد سے قومی ثقافت کو توسیع نصیب ہوئی۔ قومی ثقافت کے فروغ سے قومیت کا راستہ ہموار ہوا اور قومی حق خود اریت کی تحریکات کا آغاز ہوا۔

3.7 امریکی جنگ آزادی

3.7.1 امریکہ میں برطانوی نوآبادیت

پندرھویں صدی عیسوی کے ختم پر ایک اطالوی جہاز راں امریگو وسپوچی نے اس براعظم کو دریافت کیا اور اُسی کے نام پر یہ امریکہ کہلایا۔ یورپی باشندوں نے ادھر کا رُخ کیا اور برطانوی باشندوں کی بڑی تعداد نے امریکہ میں سکونت اختیار کر لی۔ اس دوران برطانیہ نے کئی نئے دریافت شدہ علاقوں میں نوآبادیاں قائم کر دی تھیں، جن میں امریکہ بھی شامل ہے۔ 1607ء سے 1733ء کے درمیان وسطی امریکہ میں تیرہ برطانوی نوآبادیاں قائم کی گئیں۔ ان نوآبادیوں میں برطانوی گورنر مقامی قانون ساز اسمبلیوں کی مدد سے حکومت کیا کرتے تھے۔ اسمبلیوں کو مقامی معاملات میں قانون بنانے اور ٹیکسوں کو عائد کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ ان نوآبادیوں میں اکثریت برطانوی نژاد باشندوں کی تھی۔ جو نوآبادیوں میں محدود بادشاہت اور جمہوری اصولوں کے خواہاں تھے وہ بہت ہی محنتی لوگ تھے اور اپنی حوصلے مندی کی وجہ سے انھوں نے خوب دولت بھی کمائی تھی۔

3.7.2 انقلاب کی وجوہات

انگلستان (برطانیہ) کے بعض بادشاہوں نے رومن کیتھولک فرقہ کو پروٹسٹنٹ فرقہ پر ترجیح دی اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے افراد کو ستانے لگے اور کئی مذہبی پابندیاں عائد کیں۔ جب زندگی گزارنا مشکل ہو گیا تو یہ لوگ امریکہ کو نقل مقام کر گئے۔ جو لوگ سب سے پہلے یہاں آئے انھیں "زائرِ بادا" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ دولت یا جائیداد کے لیے نہیں بلکہ مذہبی رسومات و عبادت میں آزادی کے طلب گار تھے۔ ان لوگوں نے امریکہ آنے کے بعد بہت سخت محنت و جانفشانی کی، جنگلوں کو صاف کیا، زمینات کو قابل کاشت بنایا۔ گرجا گھر، مکانات تعمیر کیے۔ تجارت اور صنعتوں کو فروغ دیا۔ مدارس، کالج اور یونیورسٹی قائم کیں۔ انھوں نے اپنی نسلوں کے لیے آزادی کی آرزو کی۔

برطانوی تیرہ نوآبادیوں میں ووٹ کا حق صرف چند لوگوں کے لیے مختص تھا، جس پر عام آدمی نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس کی وجہ سے تشدد بھڑک اٹھا۔ مقامی گورنر عوام کی بھلائی کے لیے کام نہیں کرتے تھے۔ برطانوی نااہل اور کاہل عہدیداروں کی تنخواہیں زیادہ تھیں۔ اس سے بھی عوام ناراض تھے۔ عوام نے عہدیداروں کے اختیارات پر تنقید کی۔ اُن حقوق اور مراعات کا مطالبہ عوام نے بھی کیا جو برطانوی عوام کو حاصل تھیں۔ انھوں نے نئے حوالات کی مخالفت کی۔ برطانوی حکومت نوآبادیوں کے عوام کی ناراضگی، برہمی اور تبدیل شدہ سیاسی حالات کو سمجھنے میں ناکام رہی۔ اس سے انتہائی تباہ کن نتائج برآمد ہوئے۔

انگلستان کی معاشی معاملات میں نوآبادیاتی پالیسی امریکی انقلاب کی شروعات کا بنیادی سبب رہی۔ برطانوی حکومت نے امریکی نوآبادیوں کو ان کی معاشی ترقی میں کسی بھی قسم کی حوصلہ افزائی نہیں کی اور تجارت پر مختلف پابندیاں عائد کر دیں کہ تجارت صرف برطانوی جہازوں کے ذریعہ کی جائے، امریکی مصنوعات مثلاً تمباکو، شکر، کپاس کی برآمد پر بھاری محصول عائد کر دیا۔ ان ظالمانہ اقدامات سے عوام سخت ناراض تھے۔ نوآبادیوں کو لوہے اور پارچہ بافی کی صنعت قائم کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ عوام کی نقل و حرکت پر

جغرافیائی پابندیاں عائد تھیں۔ مہاجرین مغرب کی جانب پیش قدمی نہیں کر سکتے تھے۔

برطانوی حکومت یورپ میں چار بڑی جنگوں میں شامل ہو کر مالی مشکلات کا شکار ہوگئی تھی۔ اپنے مالی وسائل کی یکسوئی کے لیے اُس نے امریکی نوآبادیوں پر زبردست محصولات عائد کیے اور برطانوی پارلیمنٹ نے سنہ 1765ء میں اسٹامپ ایکٹ منظور کیا۔ جس کے مطابق تمام تجارتی کاروبار کے لیے اسٹامپ ٹیکس ادا کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ مہاجرین نے اس ٹیکس پر اپنی ناراضگی ظاہر کی کیوں کہ اس ایکٹ کو اُن کے نمائندوں نے منظور نہیں کیا تھا۔ اُنھوں نے برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ شروع کر دیا۔ کئی نوآبادیوں میں تشدد پھیل گیا۔ ٹیکس وصول کرنے والے افسروں کو مارا پیٹا حتیٰ کہ قتل بھی کر دیا گیا۔ مہاجرین اُن کے نمائندوں کی نمائندگی کے بغیر ٹیکس کی وصولی کو غیر قانونی تصور کرتے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ وصول شدہ سرمایہ سامراجی مفادات کے بڑھاوے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ متذکرہ بالا وجوہات نے نوآبادیوں کے عوام کو برہم اور مشتعل کر دیا چناں چہ برطانوی حکومت اور مقامی باشندوں کے درمیان تصادم شدت اختیار کر گیا۔ برطانوی پارلیمنٹ نے اسٹامپ ایکٹ کو منسوخ کر دیا۔ اس سے حالات میں کچھ نرمی پیدا ہوئی لیکن 1776ء میں پارلیمنٹ نے اعلان نامہ قانون منظور کیا جس کے تحت برطانوی حکومت کو امریکی عوام کے تعلق سے تمام اُمور میں قوانین مرتب کرنے کے مکمل اختیارات حاصل رہیں گے۔

3.7.3 مساشوسٹ اسمبلی

امریکی نوآبادیوں کے باشندے سترھویں صدی عیسوی کے انگریز فلسفیوں کے خیالات سے بے حد متاثر تھے۔ لاک، برکلن اور ملٹن کے انسانوں کے بنیادی حقوق اور اُن کی ناقابل تنسیخ حقیقت کے تصور نے بھی انھیں متاثر کیا تھا۔ امریکہ کا ایک عظیم مفکر تھامس جیفرسن بھی فرانسیسی فلسفیوں سے بے حد متاثر تھا۔ اُس نے نوآبادیوں کے عوام کو اپنے سیاسی حقوق کے لیے لڑنے کی دعوت دی۔ تھامس پینے (THOMES PAINE) ایک شعلہ بیان مقرر اور ممتاز ادیب نے اپنے ورقیہ "عام سمجھ" میں امریکہ کے نوآبادیاتی مستقبل کے بارے میں تحریر کیا کہ "ایک براعظم پر دائمی طور پر ایک جزیرہ حکومت کرے گا۔ ایسا سوچنا بالکل غلط ہے" مساشوسٹ (MASSA CHUSETTES) کی نوآبادی کے رہنماؤں نے پہل کی اور تمام نوآبادیوں سے نمائندوں کو مشترکہ مسائل پر بحث کرنے کے لیے مساشوسٹ اسمبلی کا اجلاس طلب کیا، "بغیر نمائندگی کے کوئی ٹیکس ادا نہیں کیا جائے گا"۔ اُنھوں نے اعلان کیا کہ برطانوی پارلیمنٹ کو ان پر ٹیکس عائد کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اُنھوں نے برطانوی درآمدات کو روکنے کی دھمکی دی۔

3.7.4 بوسٹن ٹی پارٹی

مساشوسٹ اسمبلی اجلاس کے بعد برطانوی پارلیمنٹ نے اسٹامپ ایکٹ کو منسوخ کیا۔ لیکن چائے، کاغذ، کانچ اور رنگوں پر ٹیکس عائد کیا۔ نوآبادیوں کے عوام نے برطانوی درآمدات کے پرخچے اُڑا دیے۔ برطانوی حکومت نے سوائے چائے کے تمام ٹیکس منسوخ کر دیا۔ اُس نے نوآبادیوں پر اپنے ٹیکس عائد کرنے کے حق کا اظہار کیا۔ چائے پر ٹیکس عائد کرنے سے انتشار، بدامنی اور گڑبڑ بڑھنے لگی۔ کئی نوآبادیوں میں لوگوں نے 1773ء میں برطانوی جہازوں سے آئے ہوئے چائے کی پتی کے ٹوکروں کو اتارنے سے

انکار کردیا۔ جب بوسٹن کے گورنر نے چائے کی پتی کے ایک جہاز کو خالی کرنے کا حکم دیا تو عوام کے ایک گروہ نے سُرخ ہندوستانیوں کے لباس میں ملبوس ہو کر چائے کے ٹوکروں کو سمندر میں پھینک دیا۔ مورخین نے اس واقعہ کو "بوسٹن ٹی پارٹی" کے نام سے موسوم کیا۔

3.7.5 فلاڈلفیا کانفرنس اور جنگ آزادی کا اعلامیہ

"بوسٹن چائے پارٹی" کے بعد برطانوی حکومت نے بوسٹن کی بندرگاہ کو تمام تجارتی اغراض کے لیے بند کر دیا۔ حکومت کے اس اقدام سے نوآبادیوں کے باشندے بے انتہا برہم ہو گئے۔ 1763ء تا 1775ء کے درمیان برطانوی حکومت اور امریکی نوآبادیوں کے باشندوں کے درمیان کشیدگی میں مزید اضافہ ہوا۔ تاہم سنہ 1775ء میں ان اختلافات کو مصالحت کے ذریعہ دُور کرنے کی کوشش کی گئی۔ تیرہ نوآبادیوں کے نمائندے 1775ء میں فلاڈلفیا میں جمع ہوئے۔ جس کو فلاڈلفیا کی پہلی کانفرنس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کانفرنس نے انگلستان کے بادشاہ سے تجارت پر عائد کردہ پابندیوں کی برخواستگی اور نئے ٹیکس عائد نہ کرنے کی اپیل کی۔ برطانیہ کے بادشاہ نے اس کو بغاوت تصور کرتے ہوئے، فوجی دستوں کو اس بغاوت کو کچل دینے کا حکم صادر کیا۔ نوآبادیوں کے باشندے مقامی فوجی سپاہیوں کی مدد سے اپنی حفاظت کے لیے لڑنے پر مجبور ہو گئے۔ پہلا تصادم سنہ 1775ء میں میکنگٹس، مساچوسٹس میں ہوا۔

عوام برطانوی تسلط سے آزادی کے لیے متحد ہو گئے۔ دوسری کانفرنس 4 رجولائی 1776ء میں منعقد ہوئی۔ تھامس جیفرسن نے "آزادی کا اعلان نامہ" تحریر کیا۔ بنجامن فرانکلن (BENJAMIN FRANK LIN) اور جان آدم نے کچھ تبدیلیاں تجویز کیں، جس کو منظور کر لیا گیا۔ جارج میسن (GEORGE MASONS) کا "ورجینا حقوق کا اعلان" اور جان لاک کا اچھی حکومت کے حقیقی دستاویزات، آزادی کے اعلان نامہ کے مسودہ کے لیے رہنمایانہ خطوط کے طور پر کام آئے۔ اس اعلان نامہ میں یہ واضح کیا گیا کہ تمام انسانوں کو مساویانہ طور پر پیدا کیا گیا ہے اور خدا نے سب انسانوں کو چند نا قابل تنسیخ حقوق سے نوازا ہے۔ عوام ہی طاقت کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور انہیں اپنی حکومت تشکیل دینے کا پورا حق حاصل ہے۔

اس اعلان نامہ نے آزادی کی منزل کا تعین کر دیا۔ برطانوی حکومت کے ظلم و ستم کی مذمت کی گئی اور متحدہ نوآبادیوں کے باشندوں کے آزادی کی جنگ کے حق کا ادعا کیا۔

3.7.6 جنگ آزادی

آزادی کا اعلان نامہ تاریخ کا ایک اہم ترین باب بن گیا اور دو سو برس تک ساری دنیا کے لوگوں کو متاثر کرتا رہا۔ جب نوآبادیوں کے باشندے 1776ء میں آزادی کے سوال پر بحث کر رہے تھے تو اُس وقت جارج واشنگٹن (GEORGE WASHINGTON) نے مقامی امریکی سپاہیوں کی کمانڈ سنبھال لی اور بوسٹن کی جانب پیش قدمی کی وہاں سے نیویارک کا رُخ کیا۔ جب کہ برطانوی فوجی دستے دوسرے برطانوی فوجوں کا ساتھ دینے کے لیے کینیڈا پہنچ گئے اور برطانوی ارباب حکومت نے جنوب، شمال اور مغرب کی سمت سے مقامی امریکی افواج کو گھیراؤ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جنوب کی جانب سے بڑھتی ہوئی برطانوی فوج کو امریکی سپاہیوں نے شکست دے دی۔ اس کامیابی نے امریکی سپاہیوں کے حوصلے بلند کیے اور اُن میں بہت اعتماد پیدا کیا۔ اگر چہ کہ

مقامی امریکی سپاہی برطانوی فوجی لشکر کی طرح تربیت یافتہ اور عصری ہتھیاروں سے لیس نہ تھے لیکن اُن میں قوت ارادی، خود اعتمادی اور جذبۂ حب الوطنی کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ اس کے علاوہ فرانس اور برطانیہ کی رقابت عرصہ دراز سے چلی آرہی تھی۔ فرانسیسی حکومت نے اپنے پُرانے دشمن برطانیہ سے بدلہ لینے کی خاطر مقامی امریکی سپاہیوں اور امریکی نوآبادیوں کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسپین اور ہالینڈ نے بھی اپنے آدمیوں اور سرمایہ کے ذریعہ سے نوآبادیوں کے باشندوں کی مدد کی۔ اُدھر برطانیہ داخلی طور پر آئیرلینڈ کے مسئلے سے دوچار تھا۔ اسی لیے پارلیمنٹ نے بھی امریکہ سے جنگ کرنے کی مخالفت کی۔ خود برطانیہ میں بھی کئی لوگوں نے حکومت کی نوآبادیاتی پالیسی پر سخت تنقید کی۔ بالآخر 1781ء میں جنگ کا اختتام عمل میں آیا اور برطانوی کمانڈر کارن والس نے خود کو امریکی سپاہیوں کے حوالے کر دیا۔ اس کے دو سال بعد 1783ء میں پیرس میں ایک معاہدہ پر دستخط کیے گئے، جس کی رو سے برطانیہ نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی آزادی کو تسلیم کر لیا۔

3.7.7 امریکی دستور

امریکی تیرہ نوآبادیوں نے متحد ہو کر برطانیہ سے جنگ کی اور آزادی حاصل کی۔ اُنھوں نے 1781ء میں ایک قومی حکومت تشکیل دینے کا فیصلہ کیا اور ایک کانفرنس سنہ 1789ء میں دستور مرتب کرنے کے لیے منعقد کی گئی۔ وفاقی نظام کے ساتھ جمہوریہ طرز کی حکومت کا خاکہ کھینچا گیا۔ جیفرسن کی کوششوں سے تیرہ ریاستوں اور وفاقی حکومت کے درمیان اختیارات کی تقسیم اور حقوق کے قانون کو تسلیم کیا گیا۔ اس میں اظہار خیال اور مذہب کی آزادی بھی شامل تھی۔ بنیادی حقوق امریکی دستور کا اہم کارنامہ ہے۔

امریکی دستور میں انفرادی آزادی، قانون کی برتری، توازن اور دیکھ ریکھ کے اُصولوں کو بھی شامل کیا گیا۔ دُنیا کے بہت سے جمہوری ممالک نے ان اصولوں کو اپنایا ہے۔ امریکی دستور نے ساری دُنیا پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ یہ دنیا کا پہلا جمہوری وفاق تھا جس میں ایک انتہائی متوازن دستور نافذ کیا گیا۔

3.7.8 امریکی انقلاب کی اہمیت

امریکی انقلاب بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ امریکی جنگ آزادی کے اعلان نامہ نے دنیا کے بیشتر ممالک اور وہاں کے عوام کے احساسات کو بے انتہا متاثر کیا۔ اُن میں بھی آزادی کے حصول کا احساس اُجاگر کیا لیکن اس کے راست اثرات فرانسیسی انقلاب پر مرتب ہوئے۔ اس سے وسطی اور جنوبی امریکہ کی نوآبادیوں کے باشندوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ انھوں نے بغاوت کرتے ہوئے نوآبادیاتی نظام کے چنگل سے چھٹکارہ پالیا۔ امریکی انقلاب دُنیا کے مظلوم عوام کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوا۔ یہ انقلاب سامراجیت اور نوآبادیاتی نظام کے لیے پروانہ موت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس سے دُنیا میں جمہوریت اور قومیت کو فروغ حاصل ہوا۔ اس آزادی کے اعلان نامہ نے ہندوستانی قومی کانگریس کو بے پناہ متاثر کیا۔ اس نے حق خود اداریت نمائندہ اور ذمہ دارانہ حکومت کے قیام کے لیے جدوجہد کی۔

3.7.9 ایک نئی قوم کا ارتقاء

آزادی کے جذبہ سے سرشار اور مختلف حکومتوں اور علاقوں پر مشتمل تیرہ نوآبادیوں نے متحد ہو کر اپنے ملک امریکہ کو برطانوی اقتدار سے آزاد کروانے کے لیے جنگ آزادی میں حصہ لیا اور کامیابی حاصل کی اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا قیام عمل میں آیا۔ امریکی دستور کی رو سے وفاقی اور ریاستی حکومتوں میں اختیارات کی تقسیم نے پڑوسی علاقوں میں واقع حکومتوں کو بھی متاثر کیا اور وہ علاقے بھی ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں شامل ہو گئے۔ فرانس کے زیر اثر لوئی سیانا (LOUI SIANA) اور اسپین کے زیر اثر فلوریڈا (FLORIDA) بھی وفاق میں شامل ہو گئے۔ ٹیکساس کو میکسیکو سے آزاد کروالیا گیا۔ جنوبی امریکہ کی ریاستیں غلاموں کی تجارت کے موضوع پر اختلاف کرتے ہوئے وفاق سے علاحدہ ہو گئیں کیوں کہ وہ غلاموں کی تجارت کو ترک کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ امریکہ میں غلاموں کی تجارت پر پابندی عائد کر دی گئی۔

امریکہ ایک بہت بڑا براعظم ہے۔ جہاں پر بے پناہ معدنی، معاشی وسائل ہیں۔ محنت و جفاکشی، زبردست سائنسی اور تعلیمی ترقی، نئی نئی ایجادات نے اس کے ارتقاء میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ سائنسی اور معاشی ترقی نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو ایک عظیم جمہوری طاقت بنا دیا۔ اس طرح ایک نئی قوم کا ارتقاء عمل میں آیا۔

3.8 انقلاب فرانس

فرانسیسی انقلاب کو دُنیا کے ایک اہم سیاسی انقلاب کی حیثیت حاصل ہے۔ اس نے جمہوریت اور انسانی حقوق کی بنیاد رکھی۔ فرانس میں انقلاب آنے سے پہلے تین سو سال تک بادشاہوں نے مطلق العنانیت کے ساتھ حکومت کی۔ فرانسیسی پارلیمنٹ کو 1614ء کے بعد سے منعقد نہیں کیا گیا۔ بادشاہوں نے عوام کے حقوق اور آزادیوں کا احترام نہیں کیا تھا۔ فرانسیسی فوجی جنرل لفایت (LAFFAYET) کی رہنمائی میں امریکی جنگ آزادی میں حصہ لینے والے فرانسیسی سپاہیوں نے فرانسیسی انقلاب میں اہم کردار ادا کیا۔ نشاۃ ثانیہ سے متاثر ہونے والے متوسط طبقہ نے اس انقلاب کو 1789ء میں شروع کیا۔

3.8.1 اٹھارویں صدی فرانس کے سماجی حالات

فرانسیسی سماج تین طبقات پر مشتمل تھا۔ جنھیں ملکیت کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ پہلی ملکیت میں پادری اور کلیسا کے عہدیدار شامل تھے۔ دوسری ملکیت میں امراء اور زمیندار جب کہ تیسری ملکیت میں عام لوگ شامل تھے۔ فرد کے سماجی مرتبہ کا تعین پیدائش کی بنیاد پر کیا جاتا تھا۔ پادری، امراء اور زمیندار وسیع و عریض اراضیات اور دولت کے مالک تھے۔ وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے اور اپنے فرائض سے لاپرواہی برتتے تھے۔ یہ لوگ سیاست میں مداخلت کرتے اور بادشاہ کی مطلق العنانیت کی حمایت کرتے۔ حکومت کے تقریباً سارے عہدے اعلیٰ دولت مندوں کے لیے مختص تھے۔ وہ حکومت کو کوئی ٹیکس بھی ادا نہیں کرتے تھے۔ ان میں سے بے شمار افراد حکومت سے وظائف اور سرکاری امداد بھی حاصل کیا کرتے تھے۔ آبادی کا 95% حصہ تیسری ملکیت یعنی عام آدمیوں کے طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ غلاموں، صنعتی مزدوروں، تاجروں، دستکاروں وغیرہ پر مشتمل تھا۔ اُن لوگوں کو کوئی مراعات اور خصوصی حقوق

حاصل نہیں تھے۔ یہ طبقہ نہ صرف حکومت کو بلکہ زمینداروں اور کلیسا کو ہر اقسام کے ٹیکس ادا کیا کرتا تھا۔ اسی بناء پر اُن کی زندگی غربت و افلاس کا شکار تھی۔ فرانس میں ایک کہاوت مشہور تھی کہ "دس افراد میں سے نو افراد فاقہ کشی سے مر جاتے تھے" اور دسواں آدمی بدہضمی سے فوت ہو جاتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عوام کی اکثریت کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا تھا۔

3.8.2 مراعات یافتہ طبقہ

فرانس میں پادری، امراء اور زمینداروں کو حکومت کی طرف سے کئی مراعات حاصل تھیں۔ حکومت نے سارے عہدے اُن کے لیے مختص کر رکھے تھے۔ وہ لوگ ادائیگی ٹیکس سے مستثنیٰ تھے۔ ملکی سیاست میں ان کا کافی عمل دخل ہوا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ سرکار اُنھیں وظائف اور امداد سے بھی نوازتی تھی۔ متذکرہ بالا مراعات کے علاوہ یہ لوگ عوام سے بھی محصول وغیرہ وصول کرتے تھے۔

مراعات والے طبقہ اور متوسط طبقہ میں رقابت بڑھتی گئی۔ اگرچہ کہ متوسط طبقہ کے لوگ تیسری ملکیت سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان کے مالی حالات بہتر تھے۔ وہ تعلیم یافتہ اور کارکردتاجر تھے۔ ان کا صنعتوں اور تجارت میں اعلیٰ مقام تھا۔ لیکن اُنھیں زمینداروں کی طرح سماجی مراعات حاصل نہیں تھیں۔ اُنھیں ووٹ ڈالنے کا حق بھی حاصل نہیں تھا۔ متوسط طبقہ کے لوگ اپنے حقوق اور مراعات کے لیے جدوجہد کرنے لگے اور یہی جدوجہد انقلاب میں تبدیل ہو گئی۔

3.8.3 بادشاہ کا رویہ

بادشاہ عیش وعشرت میں غرق رہتے اور سُرور ونشاط کی محفلوں پر قومی دولت کو بے تحاشا صرف کرتے۔ فضول بے حساب خرچ کی وجہ سے ملک مالی طور پر دیوالیہ ہو گیا تھا۔ حکومت کی انتظامی مشنری کی حالت بہت ابتر تھی۔ حکومت کے مختلف محکموں میں کوئی تال میل نہیں تھا۔ فرانس کے بادشاہ لوئس (LOUIS) چودھواں نے اپنے شخصی عیش وعشرت اور غیر ملکی جنگوں پر بے پناہ دولت خرچ کی۔ لوئس پندرھواں کے دور میں عدلیہ کا نظام ناانصافی کا مرکز بن گیا۔ اس پر کڑی تنقید ونکتہ چینی بھی کی گئی۔ لوئس سولھواں ایک نااہل بادشاہ تھا لیکن اس نے شخصی طور پر اچھا نام حاصل کیا۔ اس کی ملکہ میری انٹیونیٹ (MARRY ANTIONETTE) کے زیر اثر اس کی نااہلی نقطۂ عروج پر پہنچ گئی، نظم ونسق ٹھپ ہو کر رہ گیا اور چاروں طرف انتشار اور بدامنی پھیل گئی۔ جو حکومت کے لیے بہت نقصان ثابت ہوئی۔ میری انٹیونیٹ نہایت گھمنڈی اور اُمور نظم ونسق میں غیر ضروری مداخلت کی عادی تھی۔ اس کی ہدایت پر قابل بھروسہ اور بہترین وزیر مالی نیکر (NEKKAR) کو عہدے سے برخواست کر دیا گیا۔ جس سے ملک کی مالی حالت بہت خراب ہو گئی۔

3.8.4 فرانسیسی دانشوروں اور مفکرین کا کردار

مشہور دانشوروں نے "لبرل ازم" کا تصور پیش کیا۔ جس کے علمبردار لاک اور مانٹسکیو (MONTESQUE) تھے۔ دوسرے تصور "جمہوریت" کو روسو نے پیش کیا۔ لاک کا "قدرتی حقوق" نظریہ آمرانہ اقتدار کی مخالفت کرتا ہے۔ یہی انقلاب فرانس کا بنیادی سبب بنا۔ روسو کا عوامی اقتدار اعلیٰ، مساوات اور اکثریت کی برتری کے نظریہ نے فرانسیسی انقلاب کے دوسرے مرحلہ کو تقویت بخشی۔ مانٹسکیو کے اختیارات کی تقسیم کے نظریہ نے بادشاہ کے مطلق العنانیت کے تصور کو مسمار کر دیا۔ نامور مفکر والٹیر نے محدود

اختیارات کے ساتھ روشن خیال آمریت یا متوسط طبقہ کی برتری کے ساتھ جمہوریہ طرزِ حکومت کی وکالت کی۔

3.8.5 فرانسیسی انقلاب کے اسباب

ملک کی سنگین معاشی صورت حال فرانسیسی انقلاب کا اہم سبب بنی۔ اس کے علاوہ فرانسیسی افواج نے کئی یورپی جنگوں اور امریکہ کی جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ ان جنگوں پر بے پناہ سرمایہ خرچ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے ملک کی مالی حالت دیوالیہ ہوگئی۔ فرانس کو اس مالی بحران سے بچانے کے لیے ملک کے متعدد عہدیداروں نے کئی اصلاحات نافذ کیں لیکن مالی بحران پر قابو پانا ناممکن تھا۔ حکومت کی انتہائی خراب مالی صورت حال انقلاب فرانس کی شروعات کا ایک بنیادی سبب خیال کیا جاتا ہے۔

جب لوئس سولھواں 1774ء میں تخت نشین ہوا تو اس وقت فرانسیسی عوام نے سب سے پہلے ملک کی سماجی اور سیاسی ساخت کو تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ سات سالہ یورپی جنگوں کی وجہ سے فرانس کو اپنی کئی نوآبادیوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ امریکہ کی جنگ آزادی میں شامل ہونے سے فرانس کی مالی حالت پر تو اثر ہوا لیکن امریکہ کی جنگ آزادی نے فرانسیسی عوام کو ان کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے پر ابھارا۔ مالی بحران یہاں تک بڑھ گیا کہ حکومت قومی قرضہ جات کے سود کی ادائیگی کے قابل بھی نہیں رہی۔

عام آدمی یعنی تیسری ملکیت نے آبادی کی بنیاد پر ووٹ دینے کے حق کا مطالبہ کیا۔ پہلی اور دوسری ملکیت نے اس مطالبے کی مخالفت کی۔ جس کے جواب میں تیسری ملکیت نے اعلان کیا کہ وہ ہی اکثریت کی نمائندہ تنظیم ہے اور انھوں نے خود کو "قومی اسمبلی" سے موسوم کیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آکر تیسری ملکیت کی عمارت کو مقفل کرنے کا حکم دیا۔ تیسری ملکیت کے اراکین قریب میں واقع ٹینس کورٹ کے میدان میں جمع ہوگئے اور اُنھوں نے عہد کیا کہ نئے دستور کو مرتب کرنے کے بعد ہی اجلاس کو برخاست کیا جائے گا۔ یہ فرانسیسی انقلاب کی شروعات تھی۔

فرانس میں یہ افواہیں پھیل گئیں کہ بادشاہ تیسری ملکیت کے قائدین کے خلاف طاقت کا استعمال کرے گا۔ ان افواہوں نے پیرس کے عوام کو مشتعل اور بے قابو کردیا اور وہ ایک ہجوم یا جلوس کی شکل میں بیاسٹلے (BASTELLE) کے قلعے تک غصہ کے عالم میں پہنچے اور اس کے دروازے توڑ ڈالے۔ 14 رجولائی 1789ء کو قیدیوں کو آزاد کروالیا۔ اس دن کی فرانس میں بڑی قومی اہمیت ہے۔ عوام کے غیض وغضب کے خوف سے کئی امراء اور پادری فرانس سے فرار ہوگئے اور دشمنوں سے مل کر انقلابی طاقتوں کے خلاف جنگ کرنے لگے۔ اس دوران بادشاہ اور ملکہ نے بھیس بدل کر فرار ہونے کی کوشش کی لیکن انھیں پکڑ لیا گیا۔ انقلابی طاقتوں نے 1793ء میں پھانسی دے کر ہلاک کرڈالا۔ انتہا پسند جیکوبن برسر اقتدار آئے۔ اُنھوں نے کامیابی کے ساتھ غیر ملکی دشمنوں سے مقابلہ کیا اور انقلاب کو پختہ کردیا۔ انقلابیوں نے فرانس میں دہشت پھیلادی اور ہزاروں لوگوں کا بے دردی سے قتل عام کیا۔ بعد میں جب فوجی طاقت میں اضافہ ہوا تو ایک نوجوان فوجی عہدیدار نپولین بوناپارٹ، جس نے ابتداء میں جمہوریت کی تائید کی تھی، نے آمرانہ روش اختیار کی اور سنہ 1804ء میں اپنی شہنشاہیت کا اعلان کیا۔

3.8.6 انقلاب کے اثرات ونتائج

فرانس سے جاگیرداریت کو ختم کردیا گیا۔ انقلاب کے بعد تمام جاگیردارانہ قوانین کو منسوخ کردیا گیا۔ حکومت نے جاگیرداروں کی وسیع وعریض اراضیات پر قبضہ کرلیا تاکہ انھیں کسانوں میں تقسیم کیا جاسکے۔ زمانے قدیم سے خصوصی طبقات کی مراعات منسوخ کردی گئیں۔ قدیم معاشی نظام کی جگہ سرمایہ داریت کو روشناس کیا گیا۔ اس سے تاجروں اور مالکان صنعتوں کی طاقت میں اضافہ ہوا۔ عوام کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کیا گیا۔ بادشاہ کے تمام اختیارات ختم کردیے گئے۔ جمہوریت کا بنیادی اصول یعنی عوام کے آگے جوابدہی کا تصور وجود میں آیا۔ آزادی، مساوات اور اخوت کے بنیادی تصورات کو جیکوبنس نے دستور کی شکل میں پیش کیا جو بعد میں تمام جمہوری دستوروں کے لیے بنیادی اصول بن گئے۔ عوام کو ووٹ ڈالنے اور اپنی حکومت کو جمہوری طرز پر چلانے کی راہ ہموار کی۔ دنیا کی تقریباً تمام جمہوری حکومتوں پر فرانسیسی انقلاب اور انقلابی خیالات کے اثرات مرتب ہوئے اور ان ممالک نے فرانسیسی تصورات کو اپنے دستور میں شامل کیا۔ فرانسیسی انقلاب نے جمہوریت اور قومیت کے نظریات کو استحکام بخشا۔

فرانسیسی انقلاب کے خراب اثرات بھی مرتب ہوئے۔ فرانسیسی انقلاب کے دوران فوج میں لوگوں کی جبری بھرتی کی گئی۔ جو ایک نظیر بن گئی اور اس طریقے کو دوسرے ممالک نے بھی اپنایا۔ انھوں نے اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کیا، جو عالمی امن کے لیے ایک مستقل خطرہ بن گیا۔ فرانسیسی عوام کی کٹر حب الوطنی، حد سے زیادہ قومیت کے جذبہ نے عسکریت پسندانہ قومیت اور قومی وقار کو فروغ دیا۔ جس سے کئی یورپی ممالک بھی متاثر ہوئے اور اسی سے تباہ کن عالمی جنگیں ہوئیں۔ جس میں انسانی جان ومال کا بے شمار نقصان ہوا۔ انسانی قدروں کی اہمیت گھٹ گئی۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ برسراقتدار گروہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے انسانی قدروں کی پرواہ کیے بغیر تشدد کا راستہ اختیار کرسکتا ہے۔ پھر بھی فرانسیسی انقلاب نے جمہوریت اور قومیت کو بڑھاوا دیا اور بنی نوع انسان کے حقوق کی نگہداشت کے لیے تاریخ عالم میں ایک اہم مقام کا حامل ہے۔ اس انقلاب کے ذریعہ حقیقی مساوات قائم نہ ہوسکی۔ کیوں کہ معاشی مساوات کی عدم موجودگی میں یہ ناممکن تھا۔ تاہم سماجی مساوات اور سوشلزم کے مقاصد کا حصول فرانسیسی انقلاب کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

فرانسیسی انقلاب نے دنیا کے سارے ممالک بطور خاص یورپ اور جنوب وسطی امریکی ممالک میں ایک نیا ولولہ پیدا کردیا۔

4 سبق کا خلاصہ

سرمایہ داریت صنعتی انقلاب کی دین ہے۔ برطانیہ میں امراء اور دولت مند افراد نے مشینیں خرید کر کارخانے قائم کیے اور مزدوروں سے خوب محنت لے کر انھیں کم اجرت دے کر بے حساب دولت کمائی۔ صنعتی انقلاب مصنوعات کی پیداوار میں اضافہ کی شکل میں رونما ہوا۔ سرمایہ داری نظام دو طبقات پر مشتمل تھا۔ ایک طبقہ سرمایہ داروں کا اور دوسرا مزدوروں کا۔ اس دور میں نئی نئی ایجادات کی وجہ سے مصنوعات کی تیاری میں اضافہ ہوا۔ اسٹیم انجن کی ایجاد سے ذرائع حمل ونقل میں بہتری پیدا ہوئی۔ زرعی انقلاب سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔

صنعتوں کے قیام سے مزدوروں کی اہمیت میں اضافہ ہوا لیکن مزدوروں کا استحصال بھی جاری رہا آخرکار سارے مزدوروں نے

متحد ہو کر اپنی آواز بلند کی تو مجبوراً حکومت کو اُن کے حقوق و مطالبات منظور کرنے پڑے۔ مزدوروں کے حقوق سے سوشلزم کا آغاز ہوا۔

نوآبادیاتی نظام کی ابتداء ملاحوں کی سمندری دریافتوں سے ہوئی۔ برطانیہ کی نوآبادیاں سارے عالم میں پھیلی ہوئی تھیں، جس میں امریکہ بھی شامل تھا۔ برطانوی عہدیداروں کا رویہ مقامی باشندوں سے اچھا نہیں تھا۔ مقامی لوگ بنیادی حقوق سے محروم تھے۔ برطانوی عہدیداروں کی تنخواہیں بھی مقامی امریکی باشندوں کے بہ نسبت بہت زیادہ تھیں۔ یہ لوگ ووٹ کے حق اور مذہبی آزادی سے محروم تھے۔ انگلستان کی معاشی نوآبادیاتی پالیسی امریکی انقلاب کی شروعات کا بنیادی سبب بنی۔ برطانیہ یورپ میں چار بڑی جنگوں میں حصہ لے کر معاشی طور پر بدحال ہو گیا تھا۔ اس کی تلافی کے لیے اُس نے نوآبادیوں پر بے تحاشہ محصول عائد کر دیے۔ اس ٹیکس سے مقامی عوام نے مشتعل ہو کر حکومت کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ فلاڈلفیا کانفرنس میں عوام نے برطانوی تسلط سے آزادی کے لئے متحد ہو کر آزادی کا اعلان کر دیا۔ جارج واشنگٹن نے مقامی امریکی سپاہیوں کو لے کر برطانوی فوج پر حملہ کر دیا، برطانوی فوج کو شکست فاش ہوئی۔ اس کامیابی کے بعد امریکی تیرہ نوآبادیاتی ریاستوں نے مل کر بہ اتفاق رائے ایک وفاقی حکومت قائم کی جس کو ''ریاست ہائے متحدہ امریکا'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔

امریکی انقلاب کے اثرات سارے عالم پر مرتب ہوئے، لیکن یورپ میں سب سے پہلے انقلابی تحریک فرانس میں شروع ہوئی ،وہاں کے بادشاہ عیش ونشاط میں مست رہا کرتے تھے، انھیں رعایا کی بھلائی وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بادشاہوں کے عیش و عشرت پر بے جا صرفہ سے خزانہ خالی ہو گیا تھا جس کی وجہ سے معاشی بدحالی میں اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ اُمراء اور زمین داروں کے طبقے کو دی گئی مراعات کی وجہ سے متوسط طبقہ اور مراعات حاصل کرنے والے طبقے میں رنجش بڑھتی گئی۔ ملک کی سنگین معاشی صورت حال فرانسیسی انقلاب کا سب سے اہم سبب بنی۔ سارے فرانس میں بدامنی اور انتشار کا عالم تھا، ایسے میں امریکا کی جنگ آزادی میں امریکی باشندوں کی مدد کرنے کے بعد جنرل لفایت اپنی فوج کے ہمراہ فرانس واپس لوٹے اور حکومت کی فوج کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، اس لڑائی میں سرکاری فوج پسپا ہو گئی، عوام نے قتل خون غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ بادشاہ لوئس اور ملکہ میری ملک سے فرار ہونا چاہتے تھے لیکن آزادی کے متوالوں نے انھیں قتل کر دیا۔ اس طرح فرانس میں قومی حکومت قائم ہوئی۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب ایک یا دو جملوں میں دیجیے۔

1) سرمایہ داریت کے تحت مزدوروں کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لکھیے؟

2) سوشلزم کیوں کر وجود میں آیا بیان کیجیے؟

3) نوآبادیاتی نظام کسے کہتے ہیں لکھیے؟

4) جارج واشنگٹن کون تھا؟

5) اسٹیم انجن کی ایجاد پر مختصر روشنی ڈالیے؟

6) انقلاب سے کیا مراد ہے؟

5.2 طویل جوابی سوالات 21

ذیل میں سے ہر سوال کا جواب دس سطروں میں دیجیے۔

1) سرمایہ داریت سے کیا مراد ہے، اس کے اہم خدوخال بیان کیجیے؟

2) صنعتی انقلاب کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں لکھیے؟

3) شاندار انقلاب سے کیا مراد ہے لکھیے؟

4) ''بوسٹن ٹی پارٹی'' کا کیا مطلب ہے بیان کیجیے؟

5) فلاڈلفیا کانفرنس کے کیا نتائج برآمد ہوئے لکھیے؟

6) فرانسیسی انقلاب کے اسباب بیان کیجیے؟

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

1) روسی انقلاب.......... میں واقع ہوا۔

2) جارج اسٹیون سن نے.......... کو کانوں سے کوئلہ لے جانے کے لیے ایجاد کیا۔

3) ہندوستان میں وائسرائے.......... کے زمانے میں ریلوے لائن بچھائی گئی۔

4) کپڑا کاتنے کی مشین.......... نے ایجاد کی۔

5) عہد وسطی میں امراء اور جاگیرداروں کو خصوصی.......... حاصل تھیں۔

6) .... اول کی وفات کے بعد.......... تخت نشین ہوا۔

7) مطلق العنانیت کے خلاف.......... کو کامیابی حاصل ہوئی۔

5.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے۔

1) کولمبس نے دریافت کیا	(ہندوستان، ایران، ویسٹ انڈیز)
1) مقامی باشندوں کو بنیادی پر عمل آوری ناممکن کر دی۔	(شکوک، مشکوک، حقوق)
2) جارج واشنگٹن پیدائشی تھے۔	(برطانوی، امریکی، فرانسیسی)
3) مصنوعات کی پیداوار میں نمایاں واقع ہوئی۔	(بدولی، بدحالی، تبدیلی)
4) جیمس واٹ نے بھاپ کا انجن ایجاد کیا۔	(1669ء، 1769ء، 1869ء)

5) زرعی انقلاب میں اس کی ایجاد سے بہت فائدہ ہوا۔ (ٹِل۔بِل۔کیبل)

6) مزدوروں کی پہلی یونین کا قیام عمل میں آیا۔ (1719ء۔1919ء۔1819ء)

5.3.3 جوڑیاں لگایئے۔

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

A	B
1) محنت کش طبقہ اُجرت کے عوض	دھاگہ کاتنے کی مشین ایجاد کی۔
2) جیمز ہارگریوز نے سنہ 1770 عیسوی میں	اپنی محنت کو فروخت کرتا ہے۔
3) جو لوگ سب سے پہلے امریکہ نقل مقام کیے	کے پرخچے اُڑا دیے۔
4) نوآبادیوں کے عوام نے برطانوی برآمدات	اُنھیں "زائرباوا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔
5) امریکی تیرہ نوآبادیوں نے متحد ہو کر برطانیہ	انسانی حقوق کی بنیاد رکھی۔
6) فرانسیسی انقلاب نے جمہوریت اور	سے جنگ کی اور آزادی حاصل کی۔

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان (مدرسہ سیریز) کی چند مطبوعات

نوٹ: طلبہ و اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجرانِ کتب کو حسبِ ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

آؤ حساب سیکھیں

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 306

جدید ہندستان

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 229

تہذیب کی تاریخ

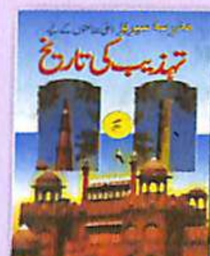

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 187

ممالک اور ان کے باشندے

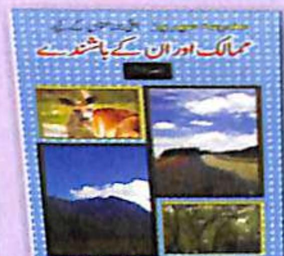

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 211

ہمارا آج کا ملک

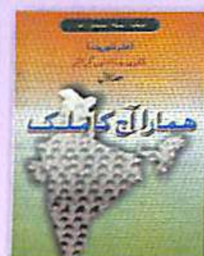

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 105

ماحول کی کھوج بین

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
صفحات 144

क़ौमी काउन्सिल बराए फ़रोग़-ए-उर्दू ज़बान
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
National Council for Promotion of Urdu Language
West Block-1, R.K. Puram, New Delhi-110066

Designed and Printed at : Fehmi Computers : 011-23280644